﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرۃ/۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بہت رحمت والا مہربان ہے۔

حقیقتِ توحید

اسلام کا بنیادی عقیدۂ توحید قرآن و حدیث اور علماءِ اُمّت

کے ارشادات کی روشنی میں

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفےٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم حضور شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین امام المتکلمین محدث کبیر مفتی اعظم شہزادۂ حضور محدث اعظم ہند نائب غوث الثقلین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب	حقیقت توحید
تصنیف	ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی
تصحیح ونظر ثانی	خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی
قیمت	60 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا

اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا

اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا

صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ — نام ہو اولیاء کے ساتھ' حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ — پڑھئے درود جھوم کر سید خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے — نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے — تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے

خدائے برتر و بالا ہمیں پتہ کیا ہے　　ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
جبینِ حضرت جبریل پر کفِ پا ہے　　ہے ابتداء کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے
خدا کی شانِ جلال و جمال کے مظہر　　ہر ایک سمت ہے تو ہی تیرے سوا کیا ہے
کوئی بلال سے پوچھے خُبیب سے سمجھے　　سزائے اُلفت سرکار کا مزا کیا ہے
بشر کے بھیس میں لاکالبشر کی شان رہی　　یہ معجزہ جو نہیں ہے تو معجزہ کیا ہے
غمِ فراقِ نبی میں جو آنکھ سے نکلے　　خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے
فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور　　'ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے'
کھڑا اختر عاصی درِ مقدس پر　　حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

(حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین نائب غوث الثقلین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی)

فہرست مضامین

فہرست مضامین

الله جلّ مجده'

اللہ کے معنٰی : اللہ : ذات باری کا عَلَمْ (نام) ہے اور یہ لفظ اُن تمام صفات کا جامع ہے جو متعدد صفاتی ناموں میں الگ الگ پائی جاتی ہیں رب تعالٰی کے سارے نام صفاتی ہیں اور اللہ اسم ذات ہے۔ اسی لئے قادر' علیم' رحیم' عزیز' حی' سمیع وغیرہ مخلوق کو بھی کہہ سکتے ہیں مگر اللہ کسی کو نہیں کہہ سکتے۔

خیال رہے کہ رب تعالٰی کی صفات دو قسم کی ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کی تجلی مخلوق پر نہیں پڑی اور اُن کو کسی معنی سے مخلوق کے لئے استعمال نہیں کر سکتے جیسے واجب الوجود' معبود' خالق' قدیم۔ بعض کے نزدیک رحمٰن بھی اور بعض صفات وہ ہیں جن کی جھلک مخلوق پر ڈالی گی اور مخلوق پر بھی ان کا بول دینا درست ہے جیسے حی' سمیع' بصیر' مالک' عزیز' رؤف' رحیم ۔۔۔ یہ صفات مجازاً بندے کے لئے بھی بولی جاتی ہیں' مگر مخلوق کے لئے ان ناموں کے معنٰی دوسرے ہی ہوں گے۔

حق تعالٰی کے دو سوایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں۔ مدارج النبوت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے رب تعالٰی کے ایک ہزار نام گنائے ہیں۔

لفظ 'اللہ' الہٰ سے بنا ہے جس کے معنٰی ہیں سکون اور چین اور قرار چونکہ حق تعالٰی کے ذکر سے سب کو چین اور قرار آتا ہے اس لئے اس کا نام اللہ ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ لفظ ولہٌ سے بنا ہے جس کے معنٰی ہیں حیرانی۔ چونکہ تمام مخلوق اس کی ذات وصفات میں حیران ہے۔ محرومین تو جہالت کی تاریکیوں میں پھنسے ہیں اور واصلین الی اللہ بجز تجلیات نورانی کچھ نہ پا سکے اور اس کی حقیقت کو نہ پہنچ سکے۔

حق تعالٰی کی ذات تمام ممکنات سے بلند و بالاتر ہے اس لئے اس کو اللہ کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لفظ اللہ لاہٌ سے بنا ہے جس کے معنٰی حجاب کے ہیں (یعنی پردہ) چونکہ حق تعالٰی کی ذات نظر' خیال' گمان' وہم' عقل' سب سے وراء ہے اس لئے اللہ کہتے ہیں۔

شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔۔

اے برتر از قیاس وخیال وگمان ووہم　　　　وز ہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم

لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات زیادتی ظہور کی وجہ سے چھپ گئی اور کمال نور کی وجہ سے نظر نہ آسکی۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار　　　　اس پہ گھونگٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

بعض فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ اس اِلٰہ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں عاجزی وزاری کرنا۔ چونکہ تمام بندے اسکی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرتے ہیں لہذا اُسے اللہ کہتے ہیں کبھی کبھی انسان اسباب پر نظر کر لیتا ہے' لیکن پھر بھی اس کی انتہا مُسبب الاسباب پر ہی ہوتی ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ لفظ اللہ اس اَلِہَ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گھبرا کر آنا۔ چونکہ تمام مخلوق ہر مصیبت میں آخر کار رب کی طرف پناہ پکڑتی ہے اس لئے اس کا نام اللہ ہے صاحب تفسیر کبیر نے اسی معنی کے ماتحت فرمایا کہ مقروض قرض خواہ کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔ لیکن پروردگار ایسا کریم ہے کہ اس کے مقروض بندے اسی کی بارگاہ کی طرف بھاگتے ہیں بلکہ وہ خود بلا رہا ہے۔ فرماتا ہے ﴿فَفِرُّوٓا اِلَی اللّٰہِ﴾ (بھاگ کر آؤ اللہ تعالیٰ کی طرف) بادشاہ مالدار فقیر سے اپنے دروازے بند کرتے ہیں تا کہ فقیر ہمارے پاس نہ آئیں لیکن رب تعالیٰ وہ غنی ہے کہ جس کا دروازہ ہر وقت ہر ایک کے لئے کھلا ہے اور تو بھگاتے ہیں مگر وہ اپنے دروازے کی طرف بلاتا ہے۔ فرماتا ہے ﴿اُدْعُوْنِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ (اے بندے! مجھ سے مانگو میں تمہاری بات مانونگا)

حکایت:　دو بھائی تھے۔ ایک متقی پرہیزگار دوسرا فاسق و بدکار۔ جب فاسق مرنے لگا تو متقی بھائی نے کہا' دیکھا تجھے میں نے بہت سمجھایا مگر تو اپنے فسق وفجور سے باز نہ آیا' اب بول تیرا کیا حال ہوگا؟ اس نے جواب دیا' اگر قیامت کے روز میرا رب میرا فیصلہ میری ماں کے سپرد کر دے تو بتاؤ کہ ماں مجھے کہاں بھیجے گی؟ دوزخ میں یا جنت میں؟ پرہیزگار بھائی نے کہا' ماں تو واقعی جنت میں بھیجے گی۔　گنہگار نے جواب دیا' میرا رب میری ماں سے زیادہ

مہربان ہے ۔ یہ کہا اور انتقال ہو گیا ۔ بڑے بھائی نے خواب میں نہایت خوشحال دیکھا۔ مغفرت کی وجہ پوچھی' کہا کہ میری اسی مرتے وقت کی بات نے میرے تمام گناہ بخشوا دیے۔

ہم گنہ گار وں پہ تیری مہر بانی چاہیے
سب گنہ دُھل جا ئینگے رحمت کا پانی چاہیے
گنہ گاروں پہ ہنسنے والو نہ یوں کسی کا مذاق اُڑاؤ
نہ جانے حصے میں کس کے آئے خدا کی رحمت کا شامیانہ

لفظ اللہ کی خصوصیات : تفسیر کبیر شریف میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ لفظ **اَللّٰه** میں بے شمار خصوصیات ہیں۔ایک یہ کہ لفظ اللہ رب کی ذات پر دلالت کرنے میں حرفوں کا محتاج نہیں ۔الف کو گرا دو تو **لِلّٰه** رہتا ہے۔وہ بھی ذات کو بتا رہا ہے۔حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**﴾ ۔اگر اسکا پہلا لام بھی گرا دو تو **له** کی شکل پر رہتا ہے یہ بھی اسی ذات کو بتا رہا ہے فرماتا ہے ﴿ **لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ**﴾ ۔اگر دوسرا لام بھی گرا دیں تو فقط ہٗ باقی رہتا ہے۔وہ بھی ذات کو بتا رہا ہے ﴿**لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ**﴾ جس طرح سے کہ اس کا نام حروف کا محتاج نہیں ایسے ہی اس کی ذات کسی کی محتاج نہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسماء خاص خاص صفتوں پر دلالت کرتے ہیں لیکن لفظ اللہ ساری صفتوں پر' جس نے اللہ کہہ کر پکار لیا اس نے گویا ساری صفتوں سے پکارا کیونکہ اللہ وہی ہے جس میں ساری صفتیں موجود ہوں ۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ کلمہ طیبہ میں لفظ اللہ ہی داخل ہے جس کو پڑھ کر کافر مومن بنتا ہے ۔اگر کوئی **لاالہ الا الرحمن** کہہ دے یا اس کے دیگر سارے اسموں سے کلمہ پڑھ لے مومن نہ ہوگا۔مگر **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہتے ہی دولت ایمان سے مالا مال ہو جاتا ہے۔لفظ محمد میں قریب قریب یہ ساری خصوصیتیں موجود ہیں اور اس میں بہت عجیب عجیب نکات موجود ہیں لیکن یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں صرف ایک نکتہ عرض کرتا ہوں ۔لفظ اللہ بولو تو ہونٹ ملتے نہیں۔مگر لفظ 'محمد' کے بولتے ہی نیچے کا ہونٹ اُوپر والے سے دوبارہ مل جاتا ہے۔ معلوم

ہوا کہ ان کا نام نیچوں کو اوپر والے سے ملانے والا ہے اور ان کی ذات مخلوق کو خالق سے ملا نے والی ہے۔ تو ان کا نام انکے کام بتا رہا ہے ﷺ ۔۔۔(تفسیر نعیمی)

تیری ذات تجھ سے ہے اے خدا تیری شان جل جلالہٗ
نہیں تجھ سا کوئی تیرے سوا تیری شان جل جلالہٗ

اے اللہ! تیرا نام اللہ ہے جو تیرے سوا کسی اور کے لئے نہیں اور یہ صرف تیرے لئے ہی ہے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی اللہ ہو سکتا نہیں ۔۔ تیرا نام اسم اعظم ہے اور لفظ اللہ کا ایک ایک حرف کامل ہے اور تیری ذات پر دلالت کرتا ہے ۔۔ اللہ وہ ہے کہ جسے روز ازل میں ہر روح نے مانا کہ تو ہمارا اللہ ہے۔۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ ہر کوئی تیرا طالب ہے اور تو اس کا مطلوب ہے کوئی تجھے کسی نہ کسی رنگ میں اپنا محبوب بنائے بیٹھا ہے۔ ۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ ہر کوئی تیری تلاش میں شام و سحر سرگرداں ہے ۔۔ اے اللہ! تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ ہر بندے کی منزل تو ہی ہے ہم تیرے ہیں اور تو ہمارا ہے۔ اے اللہ! تو اس لئے اللہ ہے کہ تجھے اللہ کہنے سے دل سکون کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور ایسا سکون پاتا ہے جو تیرے سوا اور کہیں سے نہیں مل سکتا ۔۔ اے اللہ! جسے تو نے چاہا اپنی معرفت سے مالا مال کر دیا۔ تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ تیرا نام لینے سے دلِ بے قرار قرار پاتا ہے ہر دل تیرا شیدا ہے ہر روح تجھ پر شیفتہ او رفریفتہ ہے تیری شان اعلیٰ ہے اتنا حسین و جمیل ہے ہمارے فہم و ادراک سے بلند و بالا ہے ۔۔ تو اس لئے بھی اللہ ہے کہ تو ہمارا معبود اور ہم تیرے بندے ہیں کیونکہ تیرے سوا اور کوئی معبود بننے کے لائق نہیں ۔ ہر چیز تیری تسبیح خواں ہے اور ہر چیز تیری بارگاہ ہی میں سجدہ ریز ہوتی ہے ۔۔ اللہ وہ ہے جو احد اور واحد ہے اس کی ذات میں کوئی دوسرا اُس کا شریک نہیں ۔ وہ کائنات کی ہر شئے کا خالق ہے ہر شئے کا رب اور ہر شئے کا مالک ہے ۔۔ اللہ وہ ہے کہ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے قبضہ میں ہیں کیونکہ وہ ارض و سماء کا مالک ہے ۔۔ اللہ وہ ہے جو ہمارے دلوں کی چھپی ہوئی چیزوں اور سینوں میں ڈھکے ہوئے رازوں کو جانتا ہے ۔۔ اللہ وہ ہے جو تحت الثریٰ اور فوق ثریا تک کی تمام پوشیدہ حقیقتوں کو جاننے والا ہے ۔۔ اللہ وہ ہے جو رات کو دن

میں اور دن کو رات میں بدلتا ہے۔۔اللہ وہ ہے جو آسمانوں سے بارش برسا کر زمین سے سبزہ اگاتا ہے۔۔اللہ وہ ہے جو خاص بندوں کو اپنے نوری ملائکہ سے بڑھ کر شان عطا فرما دیتا ہے۔۔اللہ وہ ہے جو سالکوں کو راہ حق دکھاتا ہے اور طالبوں کی طلب پوری کرتا ہے۔۔اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے ہر چیز کو پال رہا ہے اور اپنے رحم سے اپنے بندوں پر فضل وکرم کی بارش کرتا ہے۔۔اللہ وہ ہے کہ اپنے ملک میں جیسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے عزت چھین لیتا ہے جسے وہ عطا فرمائے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ چھینے اُسے کوئی دے نہیں سکتا۔ وہ اپنے ملک کی ہر چیز کا مالک ہونے کے ساتھ محافظ بھی ہے۔۔ اللہ وہ ہے کہ جب کسی چیز کو کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے 'کُـنْ' تو پس 'فَيَكُوْنُ' وہ اسی وقت جس طرح چاہتا ہے ہوجاتی ہے۔

مسائل :

(۱) اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ (۲) اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بڈھو (بوڑھے) کا لفظ استعمال کیا تو وہ کافر ہوجائے گا۔

(۳) کوئی شخص بیمار نہیں ہوتا یا بہت بڈھا ہے مرتا نہیں' اس کے لئے یہ نہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بھول گئے ہیں۔

(۴) جن لوگوں کا نام عبدالخالق' عبدالرزاق' عبدالرحمٰن' عبدالغفار' عبدالقیوم' عبداللہ ہے ان کو خالق' رزاق' غفار' قیوم' اللہ...... وغیرہ کہہ کر پکارنا حرام ہے

(۵) اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کرنا جو قرآن وحدیث میں نہ آیا ہو یہ بھی ناجائز ہے جیسے کہ سخی یا رفیق کہنا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں یعنی شرع میں موقوف۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ایسا نام مقرر کرنا جو اُس کے مرتبے سے فروتر ہوں یا جن سے عیوب و نقائص اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں جائز نہیں۔ مثلاً اُسے رام یا پرماتما کہنا۔ اسی طرح اس پر ایسے ناموں کا اطلاق جائز نہیں جن کے معنی معلوم نہیں ہیں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جلال الٰہی کے لائق ہیں یا نہیں (خزائن العرفان)

خواص اور فوائد : اللہ تعالیٰ کے صفات وافعال بہت ہیں اس لئے اس کے نام بھی بہت ہیں' نیز اُس کے بندوں کی حاجتیں بھی بہت ہیں' لہذا رب تعالیٰ کے نام بھی بہت ہیں کہ بندہ جو حاجت لے کر آئے اسی نام سے اُسے پکارے۔ بیمار پکارے **یا شافی الامراض** ۔ گنہگار پکارے **یا غفار** ' بدکار پکارے **یا ستار** ...... وغیرہ۔ خیال رہے کہ جتنے نام رب تعالیٰ کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ ﷺ کے بھی ہیں جیسا کہ کتب تصوف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے خدائے قدوس کا کمال' مصطفےٰ کے جمال میں نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ کی ذات مظہر ذات ذوالجلال ہے۔ (دیکھیں ہماری کتاب' مظہر ذات ذوالجلال')

اسمائے حسنٰی کا عمل کرتے وقت اس اسم کے لفظ اور ترجمہ پر پوری توجہ رکھیں تا کہ عمل میں جلد سے جلد کامیابی ہو جس نام کا عمل شروع کریں اس کو **یــــا** کے ساتھ پڑھیں جیسے **یاحَی** ' **یا قیوُم** ' **یا رشید** ' **یاصبور** وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے علاوہ بھی سینکڑوں نام ہیں مگر یہ مشہور نام لکھے ہیں جن کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے ان کے علاوہ بہت سے مشہور اسمائے حسنٰی ہیں مثلاً **الرب** ' **الستار الغافر المقیت** ۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اس کے خزانوں میں سے کسی خزانہ کی کنجی ہوا کرتا ہے جب کوئی شخص کسی اسم الٰہی کا ورد کرتا ہے تو اس شخص کی روح اور اس اسم میں ایک خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو رفتہ رفتہ بندے کو ذات خداوندی کے قریب کر دیتی ہے اس وقت اس بندہ پر انوار الٰہی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور حسب استعداد وہ فیضان حاصل کرتا ہے۔ (روح البیان)

اسم' **اَللّٰه** ' چونکہ اسم اعظم ہے اس لئے اس کا ورد تمام اسرار و رموز کا خزانہ ہے ہر قسم کے فیوض و برکات کا منبع ہے اس لئے جو اس اسم کا ہمیشہ ورد کرے اسے دین و دنیا میں کسی چیز میں کمی نہ رہے گی یہ اسم جمال کا مظہر ہے۔

اسمائے حسنٰی باری تعالٰی عزوجل :

قرآن پاک میں ہے ﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ اللہ تعالٰی ہی کے ہیں بہت اچھے نام' تو اس کو اُن ناموں سے پکارو۔

حدیث شریف میں ہے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ان اللہ تسعة وتسعين اسمًا من احصٰها دخل الجنة** (بخاری' مسلم) بیشک اللہ تعالٰی کے ننانوے نام ہیں جو کوئی ان کو یاد کرے وہ جنتی ہو گیا۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالٰی کے نام ننانوے میں منحصر نہیں ہیں۔ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ ان ناموں کے پڑھنے اور یاد کرنے سے انسان جنتی ہو جاتا ہے۔

حصول برکت' رزق میں وسعت' جسمانی وروحانی صحت اور دین وایمان کی سلامتی کیلئے بہترین مجرب وظیفہ ہے۔ نماز فجر کے بعد تلاوت کلام پاک سے فارغ ہو کر ایک مرتبہ اسمائے حسنٰی ورد کرنا چاہئے۔ خود نہ پڑھ سکتے ہوں تو کسی سے پڑھوا کر سُن لیجئے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِىُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِىُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِى الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْىِ الْمُمِيْتُ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِى الْمُتَعَالِ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْعِمُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الرَّبُّ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِىُّ الْمُغْنِى الْمَانِعُ الضَّآرُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِى الْبَدِيْعُ الْبَاقِى الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ

توحید الٰھی

اسلام کے سارے نظام فکر وعمل کی بنیاد توحید پر ہے۔ زمین وآسمان کی اس کائنات میں عبادت وبندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں' سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔عقیدۂ توحید جو اسلام کا سب سے پہلا بنیادی عقیدہ ہے۔

یہ صرف ایک نظریہ نہیں بلکہ انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانے کا واحد ذریعہ ہے جو انسان کی تمام مشکلات کا حل اور ہر حالت میں اس کے لئے پناہ گاہ اور ہر غم وفکر میں اس کا غمگسار ہے۔ کیونکہ عقیدۂ توحید کا حاصل یہ ہے کہ عناصر کے کون وفساد اور ان کے سارے تغیرات صرف ایک ہستی کی مشیت کے تابع اور اس کی حکمت کے مظاہر ہیں۔

ہر تغیر ہے غیب کی آواز ہر تجدد میں ہی ہزاروں راز

اور ظاہر ہے کہ جب یہ عقیدہ کسی کے قلب ودماغ پر چھا جائے اور اس کا حال بن جائے تو یہ دنیا ہی اس کے لئے جنت بن جائے گی سارے جھگڑے فساد اور ہر فساد کی بنیادیں ہی منہدم ہو جائیں۔

اس عقیدہ کا مالک دنیا سے بے نیاز' ہر خوف وخطر سے بالاتر زندگی گذارتا ہے۔ کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** جو کلمہ توحید کہلاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ توحید کا محض زبانی اقرار اس کے لئے کافی نہیں بلکہ سچے دل سے اس کا یقین اور یقین کے ساتھ استحضار ضروری ہے **اقرار باللسان وتصدیق بالقلب**۔ کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے والے تو آج دنیا میں کروڑوں ہیں اور اتنے ہیں کہ کسی زمانے میں اتنے نہیں ہوئے لیکن توحید کا رنگ ان میں کماحقہٗ رچا نہیں' ورنہ ان کا بھی وہی حال ہوتا جو پہلے بزرگوں کا تھا کہ نہ کوئی بڑی سے بڑی قوت وطاقت ان کو مرعوب کر سکتی تھی اور نہ کسی قوم کی عددی اکثریت ان پر اثر انداز ہو سکتی تھی اور نہ کوئی بڑی سے بڑی دولت وسلطنت ان کے

قلوب کوخلاف حق اپنی طرف جھکا سکتی تھی۔ ایک نبی ساری دنیا کوللکار کر کہہ دیتا تھا کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ **ثم کیدونی فلا تنظرون** ۔انبیائے کرام کے بعد صحابہ عظام وتابعین کرام جوتھوڑی سی مدت میں دنیا پر چھاگئے ان کی طاقت وقوت اسی حقیقی توحید میں مضمر تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو یہ دولت نصیب فرمائے (آمین بجاہ سید المرسلین)

لا اله الا الله محمد رسول الله اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

یہی کلمہ توحید ہے جسے پڑھ کر انسان صاحب ایمان بنتا ہے یہی کلمہ توحید بندے کی طرف سے توحید اور رسالت کودل سے قبول کرنے اور زبان سے اظہار کا اقرار ہے اسی کلمہ توحید کے اقرار کے لئے اللہ تعالیٰ نے عرش معلی پر لکھ دیا۔

کلمہ توحید کے دو جز ہیں پہلا جزء **لا الـه الا الله** ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔ اسلام کے سارے نظام فکر وعمل کی بنیاد توحید پر ہے زمین وآسمان کی اس کائنات میں عبادت وبندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔کلمہ طیبہ کا دوسرا جزء **محمد رسول الله** رسول اللہ ﷺ کی رسالت ہے یعنی توحید کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار وتصدیق کرنا اور شہادت دینا ہے۔ ان دونوں جزوں کودل وجان سے قبول کرنے کا نام ایمان ہے۔

حضور شیخ الاسلام سید الخطباء رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

اسلام کا دعویٰ ہے **لا الـه الا الله** اور اس دعوے کی دلیل ہیں **محـمـد رسول الله** ۔ توحید دعویٰ ہے رسالت دلیل ہے ﴿**يٰٓـاَيُّهَـا الـنَّـاسُ قَـدْ جَـآءَكُمْ بُرْهَـانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْـزَلْـنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا**﴾ (النساء۴:۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور (محمد رسول اللہ ﷺ) کو نازل کیا۔

دعوے کو سمجھانے کے لئے دلیل کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ منکرین کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ دعوے کو اگر نہیں ماننا چاہا تو دلیل کا انکار کیا جاتا ہے۔ دلیل میں نقص نکالتے ہیں

کہ یہ کیسی دلیل دی ہے یہ تو بہت کمزور دلیل ہے یہ دلیل اس سے ٹوٹتی ہے اس میں یہ عیب ہے
اس میں یہ کمی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ دعوے سے کوئی نہیں الجھا کرتا' الجھتے ہیں تو دلیل سے الجھتے
ہیں۔ لڑتے ہیں تو دلیل سے لڑتے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں **لاالہ الا اللہ** سے کوئی
کلمہ گو ٹکراتا ہوا نظر نہیں آتا ہے بلکہ جو ٹکرا رہا ہے وہ **محمد رسول اللہ** سے ٹکرا رہا ہے۔
جو الجھ رہا ہے **محمد رسول اللہ** سے الجھ رہا ہے۔ اگر دلیل ٹوٹ گئی تو دعویٰ بھی ٹوٹ
جائے گا۔ شیطان کو بھی دعوے سے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ جب تک دعویٰ اس
کے کان تک تھا اس وقت تک اسے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ **لاالہ الا اللہ** کا منکر
شیطان کبھی نہیں تھا۔ **لاالہ الا اللہ** کا منکر وہ پہلے ہی سے ہوتا تو گروہ ملائکہ میں کیسے شامل
کیا جاتا۔ **لاالہ الا اللہ** کا اگر وہ پہلے ہی سے منکر ہوتا تو جنت کی ہوائیں کیسے اُس تک
پہونچ سکتیں۔ **لاالہ الا اللہ** کا منکر وہ کبھی نہ تھا۔ جب امتحان کی منزل آئی تو کہا گیا تم د
عویٰ **لاالہ الا اللہ** کو دلیل **محمد رسول اللہ** کی روشنی میں مانتے ہو کہ نہیں' وہ انکار
کر گیا۔ ظاہر ہو گیا کہ **محمد رسول اللہ** دلیل اور **لاالہ الا اللہ** دعویٰ ہے۔ لہذا جو
دلیل کا منکر ہوا وہ دعوے کا منکر سمجھا گیا۔ قرآن نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ دلیل
کو پہلے منوایا ہے ﴿**اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ**﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا ادعا
رکھتے ہو' میری اتباع کرو۔ میری پیروی کرو' محبت ہو خدا سے' پیروی ہو مصطفےٰ کی۔ امتحان
ایسا ہی لیا جاتا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت
کا دعویٰ نہ کرے۔ مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی محمد رسول اللہ کو مانے اور اللہ تعالیٰ کو نہ
مانے۔ ایسی کوئی نظیر ہی نہیں مل سکتی' ایسی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی
رسول کو چاہے اور اللہ تعالیٰ کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابہ اور اہلبیت کو چاہے اور
رسول خدا کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ائمہ مجتہدین کو ماننے والا صحابہ و تابعین کو نہ مانے۔
یہ ناممکن ہے کہ غوث جیلانی' خواجہ اجمیری' داتا گنج' حضرت شاہ نقشبند اور بزرگان دین کو
ماننے والا امام اعظم' امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل کو نہ مانے۔

ظاہر ہو گیا کہ دعوے کو نہ ماننے والا اس کی دلیل ہی میں الجھا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے

﴿بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ اب اس دلیل کوتوڑنے کے لئے یا تو رب تعالیٰ کے برابر علم لے آؤ یا رب تعالیٰ سے بڑھ کر علم لے آؤ اور جب دونوں چیزیں محال ہیں تو اس دلیل کے اندر عیب ونقص کا ہونا بھی محال ہے۔ اس لئے کہ یہ رب تعالیٰ کی دلیل ہے۔ بتاؤ اگر قادر مطلق یہ چاہے کہ اس کی دلیل ٹوٹنے نہ پائے تو کون توڑ سکے گا۔ جسے خُدا سنوارے اُسے کون بگاڑ سکتا ہے۔ ﴿بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ تم بگاڑنے کی کوشش کروگے لیکن نہیں بگاڑ سکوگے۔ تمہارا مقدر تو بگڑ سکتا ہے مگر یہ دلیل نہیں بگڑ سکتی۔۔۔ تو **لاالہ الا اللہ** اسلام کا دعویٰ ہے اور **محمد رسول اللہ** اس کی دلیل ہے۔ اسی لئے دلیل کو سمجھایا جاتا ہے۔

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ کرام نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تابعین نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ہم بھی یہی پڑھ رہے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ قیامت تک آنے والا ہر مومن یہی پڑھے گا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ لفظ 'ہیں' یہ بتا رہا ہے کہ وہ موجود ہیں۔ یہ تو کلمہ اس کا ہے جو رسول کے وجود کو مانتا ہو اور جو نہیں مانتا اُسے چاہیے کہ مُردوں والا کلمہ پڑھے۔ یہ تو زندوں والا کلمہ ہے۔ **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔۔۔۔۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر اور نفاق کیا ہوگا کہ کہتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور مانتے ہیں محمد اللہ کے رسول تھے۔ ارے کم سے کم زبان کو دل کے مطابق تو کرلو۔

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمہ توحید کہتے ہیں حالانکہ اس کلمہ طیبہ میں توحید اور رسالت کا سبق ہے۔ **لاالہ الا اللہ** کا مطلب ہے 'نہیں ہے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا' 'نہیں ہے کوئی الوہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا' 'نہیں ہے کوئی الٰہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ظاہر ہوگیا کہ میرا خُدا وہ ہے جو اپنی الوہیت میں وحدہ لاشریک ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام کلمہ توحید کیوں رکھا؟ کلمہ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ کلمہ توحید ورسالت کیوں نہیں رکھا؟ **لاالہ الا اللہ** میں بھی توحید ہے اور **محمد رسول اللہ** میں بھی توحید ہے۔ **لاالہ الا اللہ** نے ہمیں یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی الٰہیت اور الوہیت میں لاشریک ہے اور

محمد رسول الله نے سمجھایا کہ حضور ﷺ اپنے کمالات رسالت ونبوت میں وحدہ لاشریک ہے۔ تو وہاں توحید الٰہیت ہے اور یہاں توحید رسالت ہے۔ معلوم ہوا کہ مشرک کی دو قسمیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرے وہ بھی مشرک' اور جو رسول کی ذات وصفات میں کسی غیر رسول کو شریک کرے وہ بھی مشرک۔

لااله الا الله دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لااله الا الله** کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو سمجھایا اور اپنے کو منوایا۔ حضور ﷺ نے چالیس سال تک خاموش اور مثالی زندگی گزاری اور اس کے بعد فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بُلایا اور پوچھا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو۔ سب نے کہا' صادق وامین۔ سچے دیانتدار.........الغرض بہت تعریف کردی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمھیں تباہ کردینا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانو گے۔ سب نے کہا کہ آپ کبھی جُھوٹ نہیں بولے' آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو' تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خُدا کو مان لو۔ **قولوا لااله الا الله تفلحوا**... **لااله الا الله** کہو' فلاح پا جاؤ گے۔ حضور ﷺ نے **لااله الا الله** کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات کو سمجھایا اور منوایا۔ اس لئے کہ **لااله الا الله** دعوت ہے **محمد رسول الله** داعی ہیں۔ **لااله الا الله** ہدایت ہے **محمد رسول الله** ہادی ہیں۔ **لااله الا الله** ذکر ہے **محمد رسول الله** ذاکر ہیں۔ **لااله الا الله** ارشاد ہے **محمد رسول الله** مُرشد ہیں۔ **لااله الا الله** کلام ہے **محمد رسول الله** متکلم ہیں۔۔۔ جو داعی کو نہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کو نہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کو نہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔

لااله الا الله یہ رسول کا ذکر ہے اور **محمد رسول الله** یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ **لااله الا الله** یہ رسول کا کلام ہے اور **محمد رسول الله** یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن نے بھی کہا ہے : اے محبوب ﴿**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ**﴾

اے محبوب تم کہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے' تم کہو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے' تم کہو کہ نہ وہ کسی کی اولاد' نہ اُس کی کوئی اولاد ہے وہ ﴿ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴾ ہے۔ تم کہو' یعنی یہ تمہاری بات بنے۔ مرضی الٰہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام تو ہمارا ہو اور زبان تمہاری :

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سُنی اتنی ہے گفتگو ترے اللہ کو پسند!

ہماری صفات تو تم دُنیا کو بتاؤ۔ اور فرمادو ﴿اَللّٰہُ اَحَدٌ﴾ اور تمہاری صفات ہم ارشاد فرماتے ہیں ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ **لاالہ الا اللہ** تم کہو **محمد رسول اللہ** میں کہوں۔ جو **لاالہ الا اللہ** کہے گا وہ سُنت مصطفےٰ ادا کرے گا اور جو **محمد رسول اللہ** کہے گا وہ سُنتِ کبریا ادا کرے گا۔ جب تک سنت مصطفےٰ نہ پاؤ گے تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملے گی۔ اگر کوئی انسان آپ کی غلامی کے بغیر ہماری صفات کو جانے مانے' ہرگز عارف یا موحد نہیں۔ جب تک کہ آپ کی بتائی ہوئی توحید آپ کے دامن پاک سے لپٹ کر نہ مانے۔ رسالت کی دستگیری کے بغیر صحیح توحید حاصل نہیں ہوتی۔

جب تک انسان دلیل کو نہیں سمجھتا' دعوے پر ایمان نہیں لاتا۔ جب جادوگروں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تھا جب معجزہ نے جادو کو شکست دی تھی اور اس کے بعد نتیجے میں وہ جادوگر ایمان لا رہے ہیں ﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ و کمال دیکھا اور ایمان لا رہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔۔۔ معلوم ہوا کہ یہ دلیل وہ دعویٰ۔ جو دلیل کو مانتا ہے اس کو دعوے کو ماننا پڑے گا۔ اور جب تک تم دلیل سے دور رہو گے دعویٰ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دلیل کو سمجھ لیا تو دعوے کو ماننا پڑ گیا۔ غزوہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے صفوان ابن امیہ اور عمیر ابن وہب یہ دونوں حطیم کعبہ کے پاس بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ اُن دونوں کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ عمیر کا لڑکا وہب جنگ بدر کے قیدیوں میں جا چکا ہے عمیر اپنے اضطراب

وبے چینی کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر میں اہل وعیال والا نہ ہوتا اگر میرے اوپر بار قرض نہ ہوتا تو میں محمد عربی کا کام تمام کر دیتا۔ صفوان ابن امیہ نے کہا کہ ہم تمھارے بچوں کی کفالت کا عہد کرتے ہیں تمہارے قرض کو ادا کر دیں گے۔ مگر اس راز کو کسی تیسرے پر ظاہر نہ کرنا۔ منصوبے کے تحت عمیر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار رسالت ﷺ نے پوچھا کہ عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ تو کہا کہ اپنے بچے کی رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں اور صفوان ابن امیہ میں یہ بات نہیں ہوئی؟ مکے کے اندر' کعبے کے قریب' حطیم کے پاس؟ کیا اس نے تمھارے بچوں کی کفالت نہیں لی؟ کیا اُس نے تمہارے قرض کو ادا کرنے کا وعدہ نہیں لیا؟ سنو عمیر۔ تمہارے اور میرے مابین خُدا کا ارادہ حائل ہے۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہو نچا سکتے۔ اتنا سُننا تھا کہ عمیر کے دماغ میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوگیا۔ ایک تحریک پیدا ہوئی کہ بات تو ہوئی تھی مکے میں' مدینے والے نے کیسے جان لیا۔ بات تو ہوئی تھی دو میں' تیسرے نے کیسے جان لیا۔ فوراً پڑھا ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له' واشهد ان محمدا عبده' ورســولـــه**﴾ کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اب میں تم سے ایک سوال کروں کہ حضرت عمیر کو جو ایمان کی دولت ملی' اس کی تحریک کہاں سے پیدا ہوئی؟ اس کا محرک کون تھا؟ کس نے یہ انقلاب پیدا کیا کہ ایمان لاؤ؟ یہی بات تو تھی کہ رسول نے غیب کی بات بتادی۔ ان کے دل میں ایمان کی تحریک پیدا ہوگئی۔ رسول کے علم غیب کو جب انھوں نے سمجھ لیا تو وہ ایمان لانے مجبور ہوگئے۔ زمانہ کتنا بدل چکا ہے۔ کبھی رسول کے علم غیب کو لوگ مان کر مومن بنتے تھے۔ آج انکار کر کے ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تو دیکھو جب تک عمیر' رسول سے دور تھے ایمان نہ لا سکے۔ **لااله الا الله** کو مان نہیں سکے اور جب قریب ہوگئے تو مان لیا۔ ظاہر ہوگیا **لااله الا الله** دعویٰ ہے اور **محمد رسول الله** دلیل۔ جب تک تم دلیل کو نہیں سمجھو گے' دعوے کو نہیں مان سکتے۔

دلیل کی کیفیت:

دلیل کا کام اطمینان دینا ہے اور دعوے کا کام ہے اضطراب دینا' بے قراری دینا۔۔۔ ہم نے ایک دعویٰ کیا' آپ پریشان ہو گئے۔ یہ کیسے؟ ہم نے دلیل دے دیا۔ آپ دلیل سے مطمئن ہوئے اور معاملہ سمجھ گئے۔ دعوے نے مضطرب بنا دیا' دلیل نے سکون دیا۔

حدیث میں ہے کہ جب عرش پر **لاالـہ الا اللـہ** لکھا گیا تو ہیبت جلال الٰہی سے عرش کانپنے لگا اور جب **محـمـد رسـول اللـہ** لکھ دیا گیا تو اس کو سکون ہو گیا۔ دعوے کا کام مضطرب کر دینا' دلیل کا کام ہے سکون دے دینا۔ ہر ہر منزل میں دیکھو۔ دعویٰ اگر اضطراب دیتا ہے تو دلیل سکون بخشتی ہے۔

انسان کے ساتھ نزع کی کیفیت بہت سخت مرحلہ ہے۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ بس ایسا محسوس کرو کہ ببول کے کانٹے پر بھیگی ہوئی ہلکی چادر ڈال کر کھینچ لو تو ریشے ریشے کی حالت خراب نظر آتی ہے عجیب وغریب کیفیت ہوگی۔ ایسا محسوس ہوگا جیسے جسم کے ہر حصے سے کوئی کانٹے کو کھینچ رہا ہو۔ میرے رسول نے کیا کہا؟۔ مومن کی روح ایسا نکلے گی جیسے پھول سے خوشبو نکل جاتی ہے۔ دعوے نے تو بہت ہیبت دے دی تھی۔ دلیل نے سکون دے دیا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک بزرگ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو پوچھ لیا' حضور نزع کی تکلیفیں تو بہت ہیں مگر آپ کہتے ہیں کہ روح ایسا نکلے گی جیسے پھول سے خوشبو نکل جائے۔ سرکار آپ کا یہ کلام بلاغت نظام ہماری سمجھ میں نہ آ سکا۔ سرکار رسالت ﷺ نے فرمایا سورہ یوسف میں غور کرو۔ جب انھوں نے سورہ یوسف دیکھا تو یہ منظر ان کے سامنے آیا کہ جمال یوسفی' مصر کی عورتوں کے سامنے بے حجاب ہوا تو سارے ہوش وحواس ان کے جمال یوسفی میں گم ہو گئے۔ اور انھوں نے لیموں کے بجائے اپنی انگلی کاٹ لی۔ جب کوئی انگلی کاٹتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے مگر یقین جانو کہ مصر کی عورتوں کو احساس بھی نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ ان کے حواس جمال یوسفی میں گم ہو گئے تھے۔۔ درد ہوا لیکن محسوس نہ ہوا۔۔ تکلیف ہوئی' احساس نہ ہوا۔۔۔ سارے احساس ادھر متوجہ ہو گئے۔

رسول اپنے کرم سے فرمانا چاہتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلے گی تو جمال مصطفے نگاہوں کے سامنے ہوگا سارے ہوش وحواس گم ہو جائیں گے روح نکل جائے گی پتہ نہ چلے گا۔ درد ہوگا محسوس نہ ہوگا۔ تکلیف ہوگی' احساس نہ ہوگا۔۔۔ **لاالـــه الا الـلـــه** نے ایک اضطراب پیدا کیا تھا جمال مصطفے نے سکون دے دیا۔ دلیل کا کام ہی سکون دینا ہے۔ جہاں دعوے کا جلال و ہیبت ہو' وہاں دلیل جمال ورحمت ہو۔ مگر ایک بات خیال رہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول ہمارے سامنے آ سکتے ہیں انھیں کے سامنے آئیں گے ۔۔۔اور جو کہتے ہیں کہ نہیں آ سکتے' معلوم ہوتا ہے نزع کی ساری تکلیفیں انھیں کے لئے مقدر ہو چکی ہیں۔ دوسری منزل قبر کی ہے وہاں بھی جہاں دعوئی ہے وہیں دلیل ہے۔

حشر کا منظر : قیامت کے دن رسول کبھی جہنم کے دروازے پر دکھائی دے رہے ہیں کبھی پل صراط پر ہیں کبھی میزان کے سامنے ہیں۔ بیٹھ کر تاجداروں کی طرح یہ حکم نافذ کر سکتے تھے۔ اے ملائکہ دیکھو' میرا کوئی امتی اگر جہنم میں جائے اس کو نکالنے کا بندوبست کرو۔ میزان کی بھی خبر رکھو۔ پل صراط کو دیکھو' مگر ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے رسول کو تو ایک عجیب منظر پیش کرنا ہے۔ انھیں جہنم کے دروازے پر بھی رہنا ہے انھیں پل صراط پر بھی رہنا ہے انھیں میزان کے پاس بھی رہنا ہے۔ صرف حکم دینے پر وہ اکتفا نہیں فرما رہے ہیں۔ اس لئے کہ جب میری امت کے گنہگار جہنم کی طرف لائے جائیں گے اس وقت ان کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے ان کے دل میں اضطراب ہوگا اور جب جہنم کے دروازے پر مجھے دیکھیں گے تو انھیں سکون ہو جائے گا۔ میرا نکالنے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ میرا بچانے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے **لاالـه الا الله** نے بے قرار کیا تو **مـحـمـد رسول الله** نے اطمینان دے دیا۔ دلیل کا کام ہی اطمینان دینا ہے۔ ایسے ہی جب تم گناہوں کی گٹھری کو لے کر لرزتے ہوئے قدم' دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میزان کی طرف بڑھو گے تو کتنی پریشانی ہوگی؟۔ کتنا اضطراب ہوگا؟ مگر وہاں تم رسول کو دیکھ لو گے تو تمھیں اطمینان ہو جائے گا کہ رحمۃ للعالمین تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ جب تم پل صراط سے

گزر رہے ہوں گے اس وقت تمھارے قدم' تمھاری لغزش کا کیا عالم ہوگا؟ مگر جب تم
رسول کو دیکھ لوگے تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ اب میری لغزش پا مجھے گرا نہیں سکتی' میرا
بازو تھامنے والا پہلے ہی سے موجود ہے۔۔۔ جہاں جہاں دعوے کا جلال ہے وہاں وہاں
دلیل کا جمال ہے۔ جہاں جہاں دعوے کی ہیبت ہے وہاں وہاں دلیل کی رحمت ہے۔
لااله الا الله دعویٰ ہے اور **محمد رسول الله** دلیل ہے (خطبات برطانیہ)

جس کلمہ سے مومن بنتے ہیں وہ ہے **محمد رسول الله** ۔ کلمہ طیبہ **لااله الاالله محمد رسول الله** سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے۔ اُسے پڑھ کر کافر' مومن ہوتا ہے اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے اس سے غفلت جاتی ہے دل میں بیداری آتی ہے۔ یہ حمد الٰہی ونعت مصطفوی کا مجموعہ ہے صرف **لااله الاالله** تو بہت موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے وہ مشرک نہیں موحد ہے یعنی ابلیس' اللہ تعالیٰ کو واحد یکتا مانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لائق سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک اور برداشت نہیں کرتا۔ ابلیسی وشیطانی توحید کی شدت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی نبی کی تعظیم وتوقیر برداشت نہیں کیا۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار کر دیا۔ نبی کی توہین کرنے اور بشر ومٹی کہنے کے جرم میں مردود قرار دے کر زمین پر پھینک دیا گیا۔ شیطان لعنتی اور مردود بن کر زمین پر رہنا پسند کیا لیکن توبہ کرتے ہوئے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کا اقرار نہیں کیا' یہی ابلیسی توحید ہے۔ نبی کی تعظیم کو شرک وبدعت تصور کیا اور یہی وسوسے انسانی ذہنوں میں ڈال رہا ہے۔

کتاب وسنت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فلاح وفوز اخروی کا ضامن صرف اسلام ہے اور اسلام نام ہے حضور سید عالم ﷺ کی دینی دعوت کو قبول کرنے کا۔ حضور ﷺ کی دینی دعوت کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین وایمان کے متعدد اجزاء ہیں۔ ایمان باللہ' ایمان بالرسل' ایمان بالملائکہ۔ ایمان بالقدر وغیرہ وغیرہ۔۔ تو ایمان کے تمام اجزائے ضروریہ پر ایمان لانے والا مومن ہے اور اس کے کسی ایک جزء کا بھی انکار کرنے والا کافر مثلاً ایک شخص ملائکہ (فرشتوں) کے مخلوق الٰہی ہونیکا منکر ہو یا ملائکہ اور ایمان کے

دوسرے اجزاء کا تو قائل ہو مگر حضور نبی کریم ﷺ کے ختم الرسل ہونے کا انکار کرے تو ایسا شخص ایمان کے تمام اجزاء پر ایمان رکھنے کے باوجود صرف اس کے ایک جز کے انکار کی وجہ سے بالاتفاق کافر قرار پائے گا اور نجات کا ہرگز ہرگز حقدار نہ ہوگا۔ جب یہ قاعدہ ہمیں کتاب سنت کی نصوص صریحہ سے معلوم ہو گیا تو اب وہ احادیث جن میں ایمان کے کسی ایک جزء کا بیان ہوگا اس سے حضور ﷺ کی پوری دینی دعوت قبول کرنا اور تمام ضروریات دین پر ایمان لانا مراد لیا جائے گا۔ حدیث میں صرف یہ ہے کہ **لاالٰہ الا اللہ** پڑھنے والا نجات پائے گا لیکن مراد اس سے صرف توحید پر ایمان لانا نہیں بلکہ پورے کلمہ پر ایمان لانا ہے اور یہاں کلمہ کے جزء اول **لاالٰہ الا اللہ** کو جزء ثانی **محمد رسول اللہ** کا علم قرار دیا گیا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ ﴿**قل ھو اللہ احد**﴾ پڑھو' تو اس سے مقصود صرف اتنے ہی لفظ نہیں بلکہ پوری سورۃ پڑھوانا منظور ہے۔ ایسے ہی یہاں توحید پر ایمان لانے سے مراد رسالت پر بھی ایمان لانا ہے اور اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد تو بلاشبہ یہ طے ہو جاتا ہے کہ جو کچھ کتاب وسنت سے ثابت ہو اس کا اقرار اور تصدیق کی جائے۔

آج کل بعض لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ نجات کے لیئے صرف **لاالٰہ الا اللہ** کافی ہے **محمد رسول اللہ** کی کچھ حاجت نہیں اور اس پر حدیث **من قال لاالٰہ الا اللہ دخل الجنۃ** پیش کرتے ہیں۔ اپنی محفلوں' اجتماعات اور گفتگو کے دوران صرف **لاالٰہ الا اللہ** پر ہی زور دیتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر حضور ﷺ کو عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں حضور ﷺ کے مرتبہ مقام اور منصب کا خیال بھی نہیں کرتے بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ کے کفار کی طرح بشر' بشر کا باطل نعرہ لگاتے ہیں جنھیں سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ ان کا اس نبی ﷺ سے قلبی تعلق نہ سہی' رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حدیث حق ہے اور زعم خبیث کفر۔ **لاالٰہ الا اللہ** سے مراد پورا کلمہ طیبہ **لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ** ہے۔ اگر کوئی کہے **الحمد** سات بار کہو یا **قل ھو اللہ** گیارہ بار کہو۔ کیا اس سے صرف لفظ **الحمد** یا **قل ھو اللہ** مراد ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔

بلکہ پوری سورتیں جن کے یہ مختصر نام ہیں۔

کلمہ طیبہ کا اختصار **لاالـہ** نہیں ہوسکتا تھا (نہیں ہے کوئی اللہ) یہ کلمہ کفر ہے اسی لئے **لااله الا الله** اختصار ہوا۔

بے شک صرف **لااله الاالله** نجات کا ضامن ہے اور یہ کہنا کہ **محمد رسول الله** کی معاذ اللہ حاجت نہیں' کفر خالص ہے۔ **لاالـه الاالله** سے صرف الفاظ مراد نہیں بلکہ اس کے معنی کی تصدیق سچے دل سے ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو تمام خوبیوں وکمالات کا مجموعہ ہے عیب ونقص سے پاک ہے وہی معبود اور لاشریک ہے جس نے سچی کتابیں اتاریں' سچے رسول بھیجے' محمد رسول اللہ ﷺ کو افضل الرسل وخاتم النبین کیا' وہ جس کے کلام کا ایک ایک حرف یقینی قطعی حق ہے جس میں جھوٹ یا بھول یا غلطی کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا اسی نے اللہ تعالیٰ کو جانا' اُسی نے **لااله الاالله** مانا اور جسے ضروریات دین سے کسی بات میں شک یا شبہ ہے اس نے نہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو جانا اور نہ ہی **لااله الاالله** کو مانا۔۔مثلاً جو شخص **لااله الاالله** پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ مانے' وہ ایسے کی توحید کی گواہی دیتا ہے اور ایسے کو اللہ سمجھا ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ بھیجا' اور وہ ہرگز اللہ نہیں بلکہ اس نے اپنے خیال میں ایک باطل تصور جما کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے یہ اللہ پر مومن نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے اللہ یقیناً وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا۔اللہ تعالیٰ پر ایمان وہی لائے گا جو حضور ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس پر تمام ضروریات دین کو قیاس کرلو (فرشتوں' اللہ تعالیٰ کی کتابوں' رسولوں' قیامت' تقدیر کی اچھائی وبرائی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہ لانا اور انکار کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کا انکار ہے اور یہ یقیناً کفر ہے)

جو اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر جانتا مانتا ہے کافر نہیں ہوسکتا اور جو کافر ہے اللہ تعالیٰ کو ہرگز جان نہیں سکتا۔ (الملفوظ مرتبہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ)

بدقسمتی سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو رسالت پر ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر حضور اکرم ﷺ کو ایک عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں رسول کریم ﷺ کے

مرتبہ ومقام اور منصب کا کوئی خیال بھی نہیں کرتے اور حضور ﷺ کے زمانہ کے کفار کی طرح ﴿مَاۤ اَرَاكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ "ہم تو تم کو اپنے جیسا بشر ہی دیکھتے ہیں" کا باطل نعرہ لگاتے ہیں۔ کفار تو کہا کرتے تھے ﴿مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر' نبی کو بشر اور مٹی کہنے والا سب سے پہلے ابلیس (شیطان) ہے ﴿قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ میں گوارہ نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا بجنے والی مٹی سے ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾۔ ابلیس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا آج بھی یہی ابلیسی باطل نعرے مختلف جماعتوں کی جانب سے لگائے جا رہے ہیں۔

اور آیۂ مبارکہ ﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے نبی اور غیر نبی میں صرف وحی کا فرق ہے باقی تمام اوصاف میں وہ عام انسانوں کے برابر ہیں۔ نبی اخلاقی' روحانی' دماغی' قلبی' علمی' عملی حیثیت سے **عبدہ** ہوکر انسانوں سے بہت بلند اور علانیہ ممتاز ہوتا ہے۔ نبی آمر' ناہی' مزکی' حاکم' نور' ہادی' شارع اور داعی الی اللہ ہوتا ہے۔ نبی کی ذات کو اللہ تعالیٰ کائنات کے لیئے روشنی کا مینار بناتا ہے اور نبی کا قول' عمل' سیرت وکردار' دین اور شریعت قرار پاتے ہیں۔ وحی والے اور بے وحی والے انسانوں میں خود وحی اور عدم وحی کے سینکڑوں لوازم وخصائص اور اوصاف کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ جب صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے اتباع میں کئی کئی دن متصل نفلی روزے رکھنے لگے تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا **ایکم مثلی** تم میں کون میرے مثل ہے؟ **یطعمنی ویسقنی** (بخاری) میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ تو کیا عام انسانوں کو بھی یہ روحانی غذا اور روحانی سیرابی میسر آتی ہے؟ اور کیا وحی کے علاوہ دوسری حیثیتوں سے بھی مثلیت کی اس میں نفی نہیں ہے؟

نیند کی حالت میں نبی کے قلب اطہر اور اس کے احساسات کا غافل نہ ہونا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا۔ کیا یہی کیفیت عام انسانوں کے دل کی بھی ہے۔؟

لوگوں کونماز کی صفوں کو درست رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں بخدا تمہارے رکوع وسجود اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہیں کیا عام انسانوں کی قوت بصارت کا یہی عالم ہے؟

جبکہ کتاب مجید میں فرمایا ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (النجم/۱۷) (حضور ﷺ کی نگاہیں نہ ٹھہری ہوئی اور نہ بڑھی (نہیں جھپکی) بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں) کیا اسی شان سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ کسی اور آنکھ کو حاصل ہوا؟

حضور سرور انبیاء علیہ السلام کی نسبت سے امہات المومنین کو جو مرتبہ ومقام اور شرف حاصل ہوا ہے وہ عام عورتوں کو حاصل نہیں ہوا ہے امہات المومنین سب سے ممتاز ہیں۔ ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (الاحزاب/۳۲) 'اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کے مانند'

'النسآء' میں صنف نازک کا ہر فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ جس سے ثابت ہے کہ ازواج النبی کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر اور شان خاص کا حامل ہے۔ دنیا جہاں کی عورتوں میں کوئی ان کا ہمسر نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی مصاحبت کے باعث ان کا اجر دنیا بھر کی عورتوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ان کے درجات اور احکام جداگانہ ہیں۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں تو خود حضور ﷺ تو بدرجہا اس کے سزاوار ہیں 'کاحد من الرجال' ہیں یعنی آپ ایسے نہیں ہیں جیسے ہر مرد اپنے خصائص وکمالات میں عام انسانوں سے بدرجہا بلندتر اور ممتاز ہیں اور حضور ﷺ کی بیویاں تمام جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ یہاں 'النسآء' میں کوئی قید نہیں۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے اپنے وقت کی عورتوں سے افضل تھیں لیکن حضور ﷺ کی ازواج پاک ہر زمانہ کی بیویوں سے افضل وبہتر ہیں جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے فرمایا گیا کہ ﴿فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ہم نے تم کو تمام عالم والوں پر بزرگی دی تو اس زمانہ کے لوگوں پر واقعی وہ افضل تھے اور اب غلامان مصطفٰے علیہ السلام سب امتوں سے افضل۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ﴾ (سورہ فرقان)
بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے۔

شان کبریائی اور منصب رسالت :

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبہ ۹/۳۳ ' الصف ۶۱/۹) وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتاب) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اگر چہ نا گوار گزرے (یہ غلبہ) مُشرکوں کو۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴾ (الفتح ۴۸/۲۸) وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتاب) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اپنی پہچان اور تعارف اپنے محبوب علیہ السلام کے ذریعہ سے کرائی ہے۔ اے مسلمانو! اگر اللہ تعالیٰ کو جاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت' علم' کرم' رحمت اور تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا چاہیے آپ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں۔

حضور ﷺ' رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں' اس کی رحمت بھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا' رحمت والا' کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول' رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی اُن پر ناز ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ ایک اعلیٰ درجہ کا کاریگر کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس

نے فلاں عمارت بنائی ہے یا قابل استاد کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو قابل بنایا۔ اگر میری قابلیت علمی دیکھنا ہے تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھو کہ میرے علم و ہنر کا نمونہ ہے۔ دست قدرت بھی آج اس انوکھے اور نرالے بندہ خاص پر ناز فرماتا ہے کہ اگر میری قدرت' میرا علم' میری سخاوت' میرا کرم' غرضیکہ میری تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی' لیکن اگر رنگین شیشہ میں سورج کا عکس لیا جائے اور اس شیشہ میں نظر کی جائے تو جمالِ آفتاب نظر آتا ہے۔ یہ ذات پاک بھی قدرت الٰہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا' تو رب تعالیٰ کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی ذات وصفات کو زمین و آسمان کے ذریعہ جانے وہ مُوَحِد ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پہچاننا ہو تو یوں پہچانو کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اور معرفت الٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کا نور ہیں کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتا۔

یہ نُورِ نبی نُورِ خدا ہے واللہ جو دیکھتا ہے کہتا ہے واللہ واللہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وشانِ کبریائی اور اپنے نبی مکرم ﷺ کے مقامِ رفیع اور منصب عالی کا ذکر فرمایا ہے کہ اُنھیں یہ منصب رسالت پر فائز کرنے والا میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سارے رسول بھیجے ہیں لیکن اس رسول کو جو نسبت ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔ برقِ غضب بن کر باطل کو خاکستر کرنے کے لئے نہیں آیا' بلکہ ابرِ رحمت بن کر پیاسی دُنیا کو سیراب کرنے کے لئے آیا ہے۔ اے کُفار! تم نے میرے محبوب کے اسمِ گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دینے پر اصرار کیا۔ اس ورق سے تو تم نے محو کر دئے لیکن لوحِ محفوظ' عرش وکرسی کے بلند کنگروں' جنت کے ایوانوں اور اہل ایمان ومحبت کے دلوں پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہیں گے' وہاں سے تم نہیں مٹا سکتے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

وحدت وتوحید میں فرق :

اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا اقرار اگر واسطہ رسالت کے بغیر ہو تو وہ وحدت کہلاتی ہے مثلاً اپنی عقل وفہم اور سمجھ وبصیرت سے خدا کو ایک جانا جائے۔ وحدت' عقیدۂ توحید میں اس وقت بدلتی ہے جب زبانِ رسالت پر یقین کرتے ہوئے اس کی یکتائی کو مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ واسطہ رسالت کے بغیر اقرار وحدت کو قرآن مجید منافقت قرار دیتا ہے :

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ (النسآء/۶۱) اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی طرف اور رسول کی طرف تو تم دیکھو گے منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اے حبیب ! آپ دیکھیں منافقین (میری کتاب کی حاکمیت کے سامنے جھکنے سے نہیں گھبراتے) بلکہ صرف آپ کی بارگاہ میں آنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ شاید واسطہ رسالت کے بغیر ہمارا دعویٰ توحید شرف قبولیت پائے گا' حالانکہ واسطہ رسالت کے بغیر ان کا یہ دعویٰ توحید مردود ہے اور ان کا ایمان بالتوحید' ایمان نہیں بلکہ منافقت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر زُبان ناطق ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پیارے ہم چاہتے ہیں کہ توحید کا مضمون بیان کرنے کے لئے وہ زبان استعمال ہو کہ جو کچھ اس سے نکلے' میری ہستی پر دلالت کرے۔ فرمایا﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پیارے ! فرمادے کہ وہ اللہ ایک ہے کیونکہ میرے ایک ہونے کا مضمون اتنا بلند ہے کہ اس کی ادائیگی کا حق تیری زبان سے ہی ادا ہو سکتا ہے۔ یوں تو جاننے والے اپنی فہم سے مجھے ایک جانتے رہیں گے لیکن آپ (ﷺ) اپنی زبان سے فرمادیں کہ میں ایک ہوں۔ سننے والے آپ (ﷺ) کی زبان سے سن کر' آپ (ﷺ) کو مان کر مجھے ایک جانیں گے تو پھر وحدت' توحید بن جائے گی۔ گویا عقیدۂ توحید تب وجود میں آتا ہے جب اس کے ایک ہونے کی معرفت زبانِ رسالت ﷺ سے ہو۔

اگر اپنی عقل پر اعتماد کرنے کی بجائے اُسے اس لئے رب مانتے ہیں کہ زبانِ نبوت نے اعلان کر دیا۔ اس کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ جبین نبوت اُس کے سامنے جھک گئی تو پھر ان کے بھٹکنے کا امکان اور شائبہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالٰی نے اپنی توحید کے بیان میں سب سے پہلے لفظ 'قُلْ' کہا کہ پیارے اپنی زبان سے کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے اس لئے اگر تو نہ کہے تو کوئی میرے ہونے کی خبر کس طرح پائے' پھر میرے ایک ہونے کی سند کس طرح پائے۔ آج تک کسی نے مجھے دیکھا تک نہیں۔ کسی نے میرا کلام سنا تک نہیں۔ کسی نے میرے جلال کا عالم حسی میں مشاہدہ نہیں کیا۔ کسی نے میرے کمال کا روبرو آنکھوں سے نہیں دیکھا تو جو کوئی مجھ سے واقف نہیں' براہ راست مجھے ایک کیسے مانے گا۔ اس لئے کہ میں تو غائبوں کا بھی غائب ہوں اور جو چیز غائب ہو اس پر ایمان کبھی نہیں لایا جا سکتا۔ اس پر ایمان تب ہی لایا جا سکتا ہے جب کوئی ایسی ہستی خبر دے جو اس غائب سے مطلع ہو۔

حضرت سیدنا ابرہیم علیہ السلام کا عقیدہ توحید

مشرکانہ عقائد سے متعفن ماحول میں ایک جابر اور قاہر حکمران کے دور میں اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں ایسا ذہن رسا مرحمت فرمایا جس نے آپ کے گم کردہ راہ اہل وطن کے جھوٹے معبودوں کا طلسم توڑ دیا۔ جب پہلی دفعہ چمکتا ستارہ نظر آیا تو آپ نے اپنے دل سے پوچھا کیا یہ میرا خالق ہے؟ جب وہ ڈوب گیا تو آپ اپنے فہم خداداد سے اس حقیقت کو فوراً پا گئے کہ جو ڈوب جایا کرتا ہے وہ خداوند برحق نہیں ہوا کرتا۔ پھر چودہویں کا چاند نظر آیا جس کی ضوفشانیوں سے سارا عالم منور ہو رہا تھا' تو آپ نے اپنے آپ سے استفسار کیا؟ کیا یہ میرا رب ہے؟ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس راز کو پانے میں انہیں ذرا دیر نہ لگی کہ جو غروب ہو جائے' جسے خود قرار نصیب نہ ہو' وہ کائنات کا خالق و مالک نہیں ہو سکتا' پھر آفتاب عالم تاب کی روشن کرنوں نے آپ کے دامن توجہ کو اپنی طرف کھینچا تو اس کے بارے میں اپنے دل سے سوال کیا کہ یہ تو پہلے دونوں سے بڑا بھی ہے اور روشن تر بھی' کیا یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب چند گھنٹے اپنی ضیاء پاشیوں کی بہار دکھانے کے بعد وہ بھی افق کے اندھیروں میں گم ہو گیا تو آپ نے پورے یقین سے اس کی خدائی کا انکار کر دیا ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ آپ نے فرمایا اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ (الانعام:۷۸) اور اعلان کر دیا ﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا﴾ بے شک میں نے پھیر لیا ہے اپنا رخ اس ذات کی طرف جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو یکسو ہو کر (الانعام:۷۹)

میرا خدا تو وہ ہے جو ان تمام انوار کے سرچشموں کو پیدا کرنے والا اور ان کو ردائے نور پہنانے والا ہے۔

دنیا کے دوسرے آمروں کی طرح اپنی رعایا کے رزق کے جملہ وسائل کو نمرود بھی اپنے

قبضہ میں لئے ہوئے تھا جو اس سے رزق کی بھیک مانگتا تو پہلے وہ اس سے اپنی خدائی کا اقرار کراتا تب ان کو مٹھی بھر غلہ دیتا۔

علامہ ابن جریر طبری زید بن اسلم سے نقل کرتے ہیں۔

دنیا میں سب سے پہلا جابر (آمر مطلق) نمرود تھا۔ لوگ اس کے پاس حاضر ہوتے وہ ان کے کاسہ گدائی میں کچھ ڈال دیتا۔ ایک روز ایسے لوگوں کی معیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تشریف لائے جو ابھی نوخیز جواں تھے۔ جب روزی کے طلب گار جھولیاں پھیلائے اس کے سامنے حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا۔

مَنْ رَّبُّكُمْ تمہارا پروردگار کون ہے؟

قَالُوْا اَنْتَ تو وہ کہتے کہ تو ہمارا رب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی باری پر اس کے سامنے آئے تو اس نے آپ سے بھی یہی سوال پوچھا کہ **مَنْ رَّبُّكَ** آپ نے برملا جواب دیا **رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ** میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

نمرود نے کہا یہ میری صفت ہے جس کو میں چاہتا ہوں زندہ چھوڑ دیتا ہوں اور جس کو چاہوں موت کی نیند سلا دیتا ہوں **قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ**

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا **فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ** کہ میرا خدا سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے طلوع کر کے بتا۔

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ تو کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خالی ہاتھ واپس کر دیا۔ آپ واپس گھر لوٹے تو مٹی کے ایک ڈھیر کے پاس سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے اپنی چادر میں اس ڈھیر سے کچھ مٹی باندھ لی تاکہ چادر میں کچھ بندھا ہوا دیکھ کر گھر والوں کو اطمینان ہو جائے' آپ نے گٹھری رکھی اور سو گئے' آپ کی اہلیہ نے اُسے کھولا۔ اُس میں مٹی نہیں تھی بلکہ بہترین قسم کی گندم تھی۔ اُسے پیسا روٹی پکائی' آپ جاگے تو روٹی پیش کی۔ آپ اُسے دیکھ کر اپنے رب کی قدرت اور اس کی عنایت پر اس کا شکر ادا کرنے لگے۔ (تاریخ طبری' جلد اول)

آپ اپنی قوم کو بے انتہا سمجھاتے کہ ان بے بس اور بے اختیار بتوں کو چھوڑو اور اس کی عبادت کرو جو معبودِ حقیقی ہے لیکن آپ کی باتیں ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں وہ انہیں سمجھ نہ سکتے اور اپنی ضد پر اڑے رہتے۔ آپ نے ان کے بتوں کی بے بسی کو آشکارا کرنے کے لئے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا جس نے ان سب کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا۔ ایک دفعہ ان کا قومی جشن تھا۔ بڑے صنم کدہ کو بڑی شان وشوکت سے سجایا گیا تھا۔ چھوٹے بڑے بتوں کے سامنے لذیذ اور تازہ مٹھائیوں کے تھال بھر کر رکھ دیئے گئے تھے ساری قوم دادِ عیش دینے کے لئے شہر سے باہر کسی کھلے میدان میں جمع ہوگئی بت کدہ اپنے پجاریوں اور پروہتوں سے خالی ہوگیا تو حید الٰہی کا سب سے بڑا علمبردار' ہر قسم کے خوف وہراس سے اپنے دل کو پاک کر کے اپنے خالق کی تائید ونصرت پر بھروسہ کئے ہوئے بتوں کی خدائی کا جنازہ نکالنے اور ان پر ضرب کاری لگانے کے لئے بت کدہ میں داخل ہوا' ایک وزنی اور تیز کلہاڑا ان کے ہاتھ میں تھا۔ ان جھوٹے خداؤں پر آپ حقارت بھری نظر ڈالتے ہیں کسی کا کان' کسی کی ناک' کسی کا بازو' کسی کی ٹانگ کاٹتے چلے جاتے ہیں۔ آخر میں ان کے سامنے رکھی ہوئی مٹھائیوں کے تھال اٹھا کر بڑے بت کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور کلہاڑا اس کے کندھے پر سجا دیتے ہیں۔ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد واپس تشریف لاتے ہیں اور کفر کی طاغوتی قوتوں کے ردِ عمل کا سامنا کرنے کے لئے قوم کی واپسی کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔ شام کو جب بت کدے کے خدمت گار اور پروہت واپس آتے ہیں اور اندر داخل ہوتے ہیں تو اپنے بتوں کی یہ حالت دیکھ کر ان پر سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح چشم زدن میں سارے شہر میں پھیل جاتی ہے' ایک حشر بپا ہو جاتا ہے۔ اپنے خداؤں کی یہ درگت دیکھ کر ان کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں' مجرم کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے نظریات سے کون واقف نہ تھا فوراً ذہن ان ہی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور سوال ہوتا ہے کہ:

﴿ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانبیاء/۵۹)

ہمارے بتوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے۔ بیشک وہ بہت بڑا ظالم ہے۔

﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ ﴾ کہنے لگے ہم نے ایک جوان کے بارے میں سنا ہے کہ وہ ان کا ذکر کرتا رہتا ہے اور اس کا نام ابراہیم ہے۔ (الانبیاء:۶۰)

نمرود اور اس کے اعیان مملکت کو بھی اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع مل جاتی ہے شاہی فرمان جاری ہوتا ہے۔

﴿فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴾ (الانبیاء/۶۱) کہنے لگے پھر پکڑ کر لاؤ اسے سب لوگوں کے روبرو شائد وہ اس کے متعلق کوئی شہادت دیں۔

آپ کو پکڑ کر لایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے۔

﴿ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرَاهِيْمُ﴾ (الانبیاء/۶۲)

کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ اے ابرہیم! تو نے یہ حرکت کی ہے۔

آپ نے فرمایا اے عقل کے اندھو ! مجھ سے کیا پوچھتے ہو' کیا تم دیکھتے نہیں سارے مٹھائی کے تھال بڑے بت نے ان کے سامنے سے اٹھا کر ان پر خود قبضہ کر لیا ہے۔ کلہاڑا آلہ جرم اس کے کندھے پر اب بھی موجود ہے۔ اسی نے ان کی یہ درگت بنائی ہوگی' مجھ سے کیا پوچھتے ہو' اس سے پوچھو۔ وہ اگر حقیقت سے پردہ اٹھا سکتا ہے تو اٹھا دے گا۔

﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ ﴾ کے جواب کی کاٹ اس کلہاڑے کی ضرب سے بھی ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ کچھ دیر دم بخود ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔

﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ﴾ آخر کار یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴾ اے ابرہیم ! آپ جانتے ہیں کہ یہ نہیں بول سکتے۔ (الانبیاء/۶۵)

ان کے ہاں بت پرستی اگر عقیدہ کا مسئلہ ہی ہوتا تو اس روز کے بعد شائد ان میں سے کوئی ایک بھی ان بتوں کو خدا ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ لیکن یہاں نمرود کے سیاسی مفاد پر زد پڑ رہی تھی اس کا تخت شاہی ڈولنے لگا تھا اس نے فوراً اپنے آمرانہ اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے آتش کدہ بھڑکانے کا حکم دیا' حکم شاہی کی فوراً تعمیل کی گئی۔ آپ کی مشکیں کس دی گئیں آپ کو منجنیق میں باندھ کر آتش کدے میں پھینکنے کے منصوبے کو آخری شکل دی جانے لگی۔

عالم بالا میں شور مچ گیا' فرشتوں نے عرض کی الٰہی! اے قادر مطلق! کیا تیرے اس بندے کو یوں بھڑکتے شعلوں کی نذر کر دیا جائے گا۔ کیا توحید کا یہ چراغ بھی گل ہو جائے گا۔ اللہ تعالٰی کے اذن سے حضرت جبرئیل امین بارگاہ خلیل میں حاضر ہوئے اور اپنی خدمات پیش کیں' آپ نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا ﴿**اَمَّـا اِلَیْكَ فَلَا**﴾ مجھے تیری امداد کی ضرورت نہیں' پھر عرض کیا اپنے رب سے دعا ہی مانگو فرمایا ﴿**كَفَـانِـىْ عِلْمُهٗ بِحَالِیْ مِنْ سُؤَالِیْ**﴾ جب وہ میرے حالات کو جانتا ہے تو پھر سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب آپ کو آتش کدہ میں پھینکا گیا تو اب وہاں آگ کے سرخ انگارے نہیں تھے بلکہ گلاب کے پھولوں کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ بھسم کرنے والے شعلے نسیم صبح بہار میں تبدیل ہو گئے۔ اتنے بڑے معجزہ کو دیکھنے کے باوجود نمرود ایمان نہ لایا بلکہ آپ کی اذیت رسانی میں اضافہ کر دیا تو اللہ تعالٰی نے اُس کو ایک حقیر مچھر کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔ (تاریخ طبری۔ جلد اول' ضیاء النبی ﷺ۔ جلد اول)

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی کی تصانیف

جماعتِ اہلحدیث کا فریب : جماعتِ اہلحدیث کا نیا دِین

اہلحدیث اور شیعہ مذہب

اہلحدیث دورِ جدید کا ایک نہایت ہی پُرفتن بدعقیدہ' دہشت گرد' وحشت ناک اور بدعتی فرقہ ہے۔ اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے انگریزوں نے جاگیر' مناصب اور نوابی دے کر اس باطل فرقے کے ہاتھ میں آزادی مذہب اور عدم تقلید کا جھنڈا تھما دیا تھا۔ اہلحدیث کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار نظریات وافکار اور صحابہ کرام' تابعین عظام' محدثین ملت' فقہائے اُمت' اولیاء اللہ' ائمہ دین' مجتہدین ومجددین اسلام اور اسلاف صالحین کے خلاف اعلان بغاوت ہے۔ تفسیر بالرائے' احادیث مبارکہ کی من مانی تشریح' خود ساختہ عقائد ومسائل' انکار فقہ اور ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں بے ادبی وہ کواس اس فرقہ کا خصوصی وصف ہے

مذہب اہلحدیث کے خصوصی عقائد ومسائل اور پوشیدہ رازوں سے واقفیت کے لئے مندرجہ بالا تینوں کتابوں کا مطالعہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق ہے

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (بقرہ/۲۹) وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب' پھر قصد فرمایا آسمانوں کی طرف تو ٹھیک سات آسمان بنائے۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کے شرف اور اس کی عظمت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین اور اس کے شکم میں پنہاں بے پایاں اور بیش قیمت خزینے لہلہاتے ہوئے کھیت اور رسیلے اور رنگیلے پھلوں سے لدے ہوئے سرسبز باغات' اونچے پہاڑ اور گہرے دریا' رنگ برنگ پرندے اور گوناں گوں چوپائے یہ سب کچھ انسان کی خدمت گزاری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اسے چاہئے کہ ہر چیز کو اپنے تصرف میں لائے۔ اس سے فائدہ اٹھائے اور اپنی خدمت لے۔ لیکن جادہ حق سے بھٹکے ہوئے انسان کی پستی کا کیا کہنا کہ اس نے مخدوم ہوتے ہوئے اپنے چاکروں کو اپنا مطلوب بنایا بلکہ بعض نے تو انھیں خدائی تخت پر بٹھایا اور ان کو اپنا مخدوم اور مطاع بنا کر ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی بے انصافی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں انسان کو اپنے بلند مقام سے آگاہ کیا اور اس خود فراموش کو جھنجوڑا تا کہ وہ اپنے چہرہ سے ذلت و رسوائی کی گرد صاف کرے۔

﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (الانعام/۱۰۱) موجد ہے آسمانوں اور زمین کا' کیوں کر (کیسے) ہو سکتا ہے اس کا کوئی لڑکا' حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی' اور پیدا فرمایا ہے اس نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

بدیع' اس پیدا کرنے والے کو کہا جاتا ہے جس نے کوئی نمونہ سامنے رکھے بغیر کسی چیز کو پیدا کیا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اسی نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی سابقہ

مثال اور نمونہ کے تخلیق فرمایا۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف عبودیت اور بندگی کا ہی رشتہ ہے' فرزندی یا قرابت کا کوئی رشتہ نہیں۔ کیونکہ جس نے محض اپنی قدرت سے زمین اور آسمان کو پیدا کر دیا اسے اب بیٹوں اور دوسرے رشتہ داروں' سہاروں کی ضرورت نہیں۔ اور اگر تم اپنے اجڈ پنے سے اس کی اولاد بنانے پر مصر ہو تو پہلے یہ بتاؤ کہ اس کی بیوی کون ہے؟ جس کے بطن سے اس کی یہ اولاد ہوئی اور جب اس کی بیوی ہی نہیں تو اولاد کہاں سے آ گئی؟

ان بے وقوفوں نے یہ نہ سمجھا کہ اولاد نسل کی بقا کے لئے ہوتی ہے۔ جو خود باقی ہے اُسے نسل کی کیا حاجت۔ دیکھو چاند' سورج' تارے قیامت تک باقی ہیں ان کی کوئی اولاد نہیں۔ تو رب تعالی جو ہمیشہ ہمیشہ باقی ہے وہ اولاد والا کیسے ہو سکتا؟ اولاد وہ جو بیوی سے پیدا ہو۔ لہذا حضرت حوا' حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹی نہیں۔ کیونکہ بیوی سے نہیں پیدا ہوئیں۔ اسی لئے وہ بیوی بنائی گئیں۔ خیال رہے کہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ بکری نہیں ہوتا' لہذا خالق کا لڑکا لڑکی مخلوق کیسے ہو سکتی ہے۔ یعنی ہر چیز اللہ تعالی کی مخلوق ہے اور مخلوق اپنے خالق کی اولاد نہیں ہو سکتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم اپنے اعمال کے خالق نہیں' ان کا خالق بھی اللہ تعالی ہے۔

اللہ تعالی کے سواء کوئی لائق عبادت نہیں کہ نہ بیٹے کے دو باپ ہو سکتے ہیں نہ بندے کے دو معبود۔ معبودیت ایک ہی کے لائق ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے لہذا تم سب اسی کی عبادت کرو اس کے سواء کسی کی عبادت نہ کرو' اس کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ تمہارا صرف خالق نہیں' اس نے تم کو پیدا فرما کر یوں ہی آوارہ بے یارو مددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ ہر دم تمہارا نگران بھی ہے حفیظ بھی تمہاری ہر ضرورت کی خبر رکھتا ہے اور پوری فرماتا ہے تم بھی ہر وقت اس کے عابد وساجد رہو۔ خیال رہے کہ اللہ تعالی کا مثل ناممکن ہے وہ ہر شئی کا خالق ہر شئی کا مالک بدیع السموت والارض ہے یوں ہی حضور ﷺ کا مثل ناممکن ہے نہ خدا دو ہو سکتے ہیں نہ مصطفےٰ ﷺ دو ہو سکتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ ساری مخلوق میں اول ہیں: **اول ماخلق الله نوری** اور سارے نبیوں کے بعد ہیں' خاتم النبیین۔۔ سارے عالم کے لیئے رحمت ہیں' سارے

انسانوں کے شفیع ہیں کہ بعض شفاعتیں نبیوں کے لئے ہیں اور بعض شفاعتوں سے کفار بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ سارے عالم کی اصل ہیں یہ اوصاف تعدد (گنتی وشمار) کے لائق نہیں۔

حضور شیخ الاسلام امام المتکلمین رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

وہ میری جان بھی جان کی جان بھی' میرا ایمان بھی روح ایمان بھی

مہبط وحی آیات بھی اور قرآن بھی' روح قرآن بھی

ہوترا مثل کوئی کبھی اور کہیں' رب نے رکھا نہیں اسکا امکان بھی

کوئی مثل ان کا ہو کس طرح' وہ ہیں سب کے مبتداء ومنتہا

نہیں دوسرے کی یاں جگہ کہ یہ وصف دو کو ملا نہیں

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے ہر ماسوی اس کا بندہ ہے مگر بندے بندے میں فرق ہے ہم لوگ ایسے بندے ہیں کہ ہم کو اس پر ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے مگر حضور ﷺ رب کے ایسے بندے ہیں کہ دست قدرت کو ان کی بندگی پر ناز ہے کہ محمد مصطفےٰ ﷺ میرے بندے ہیں۔

﴿ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ﴾ (سورہ انعام/۱۰۲) خالق وہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار' پس اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا' اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

اے مومنوں عبادت کرو کہ پرہیزگار بن جاؤ' اے پرہیزگارو عبادت کرو کہ اخلاص اختیار کرو' اے مخلصو عبادت کرو کہ قرب الٰہی میں ترقی کرو' اے غریبو عبادت کرو کہ نماز و روزہ کی پابندی کرو' اے امیرو عبادت کرو کہ حج و زکواۃ دو' اے بندو عبودیت کرو کہ میری رضا پر صابر و شاکر رہو' کبھی میری شکایت نہ کرو۔ حضور ﷺ کی جسمانی اداؤں کا نام ہے عبادت۔۔قلبی اداؤں کا نام ہے عبودیت ۔۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کہ یوں ہی بے یارومددگار نہ چھوڑ دیا بلکہ وہ ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کا حافظ اس کا متولی اس کا نگرانی فرمانے والا ہے کہ ہر وقت ہر چیز اور اس کی ہر ضرورت کی خبر رکھتا ہے (روح المعانی وخازن)

ہم اُسے بھول جائیں مگر وہ ہم کو نہ بھولتا ہے نہ چھوڑتا ہے۔ خیال رہے کہ حقیقی نگہبان صرف رب تعالی ہے مجازی نگران بہت سے بندے ہیں۔ چنانچہ فوج ملک کی نگہبان 'پولیس شہر کی نگہبان' فرشتے ہمارے نگہبان ﴿وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ (الانعام/٦١) اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔۔ یہاں حقیقی نگہبانی مراد ہے۔سب کے رزق'موت'عمل'اجل سب اس کی نگہبانی میں ہیں اس کے باوجود ہم کو حکم ہے کہ کفار سے بچاؤ کے اسباب اختیار کرو۔مصیبت کے وقت حکام' حکیم کے پاس جاؤ کیونکہ یہ لوگ رب تعالی کی نگہبانی کے مظہر ہیں۔ایسے ہی ضرورت کے وقت حاجت روائی کے لئے نبی ولی کے دروازے پر جانا ضروری ہے توکل کے خلاف نہیں۔

مسئلہ: اگر چہ اللہ تعالی ہر ادنیٰ واعلی چیز کا خالق ورب ہے مگر ادب یہ ہے کہ اس کو اعلی بندوں کی نسبت سے یاد کیا جائے یہ کہو یا رب محمد ﷺ یہ نہ کہو کہ یا رب الشیطان کہ اس میں سخت بے ادبی ہے۔

مسئلہ: اگر چہ اللہ تعالی ہر چیز کا حافظ ووکیل ہے مگر اس کے باوجود ہم کو بھی اپنی حفاظت وغیرہ کا حکم ہے مجازی مددگاروں کی مدد درحقیقت اللہ تعالی کی ہی مدد ہے خلاف توکل نہیں۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (النحل/٤)

اس نے پیدا فرمایا انسان کو نطفہ سے پس اب وہ برملا جھگڑالو بن گیا ہے۔

یہ حضرت انسان جس کے حسن وکمال کے سامنے چاند اور پھول نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں جس کی ہیبت سے جنگل کے شیر لرزہ براندام ہیں' جس کی تسخیری قوتیں اب ستاروں پر کمندیں ڈال رہی ہیں۔اس کا اصل کیا ہے؟ پانی کی ایک بوند' یہ رعنائی ودلبری' یہ زورتنومندی یہ قلب اور یہ دماغ کیا اس ایک قطرہ میں سموئے ہوئے تھے۔ جس ہستی نے ان حیرت انگیز گوناگوں صلاحیتوں کو یوں سمیٹا اور پھر جس طرح ان کو پھیلایا اور ان کی نشوونما کی' اسکے آستانہ عظمت پر سر نہ جھکایا جائے تو کہاں جھکایا جائے؟ لیکن یہ انسان نہ اپنے اصل میں غور کرتا ہے اور نہ اس مربی کریم کے لطف وکرم کا اعتراف کرتا ہے بلکہ اس

سے اور اسکے فرستادوں سے بات بات پر الجھتا ہے اور جھگڑتا ہے۔ ایک دن ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کیا آپ اس ہڈی کے متعلق ہمیں کہتے ہیں کہ اسے پھر زندہ کیا جائے گا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے تو یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ (الفرقان/۵۴) اور وہ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا انسان کو پانی (کی بوند) سے اور بنادیا اُسے خاندان والا اور سسرال والا۔ اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔

ان دلائل کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے جو انسان کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ پہلے بتایا کہ اپنے خوبرو ہونے اور قامت بلند پر اترانے والے ذرا دیکھ ہم نے تجھے پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا ہے۔ کہاں وہ قطرہ آب اور کہاں یہ تیرا حسین وجمیل سراپا۔ یہ تبدیلی اور یہ تدریجی ارتقاء کس کی حکمت کاملہ کی شہادت دے رہا ہے۔ ذرا مزید غور کرو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صنف ہی (مرد یا عورت) پیدا نہیں کیا بلکہ دونوں کو پیدا فرمایا۔ دونوں کے ظاہری اعضاء میں واضح اختلاف ہے ان کے ذہنی رجحانات اور قلبی احساسات وجذبات میں بھی زمین وآسمان کا فرق ہے لیکن اس بین تفاوت کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے لئے جزولاینفک ہیں۔ مرد اپنی ساری قوتوں کے باوجود نامکمل ہے عورت اپنی تمام لطافتوں کے باوجود ادھوری ہے۔ دونوں مل کر ایک مکمل وحدت بنتے ہیں۔ یہ وحدت بانجھ نہیں بلکہ کثیر التعداد وحدتوں کا سرچشمہ ہے۔ ان کے ہاں بچیاں بھی ہوں گی اور بچے بھی۔ کسی کے یہ سسرال بنیں گے اور کوئی ان کے بچوں کے سسرال ہوں گے۔ باہمی رشتے ہوں گے قرابتیں بڑھیں گی۔ اس طرح ایک انسانی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔ جس کا ہر فرد دوسرے افراد سے محبت وپیار شفقت واحترام کے رشتوں سے بندھا ہوا ہوگا ﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ فرما کر اپنے قادر مطلق ہونے کی تصدیق فرمادی۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾

(الانبیاء/۳۳) اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہر ایک اپنے اپنے گھیرے (مدار) میں تیر رہے ہیں (گردش کر رہے ہیں)۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (النحل/۷۰) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا۔ اور تم میں سے کوئی (طویل زندگی کے سبب) نہایت ناقص اور ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے کہ (قوت حافظہ کے ضعف کے سبب) جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت علم والا بڑی قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان گوناگوں نفع رساں چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اے انسان تیرا بھی وہی خالق ہے اگر مظاہر فطرت میں غور کرنے کی فرصت نہیں تو کم از کم اپنے آینہ میں تو اس کی قدرت کی کرشمہ کاریوں کا مشاہدہ کر' جب تو پیدا ہوا تھا تیرا کیا حال تھا تیری جسمانی اور دماغی قوتوں میں کس طرح آہستہ آہستہ ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ تم نے شباب کی منزل میں قدم رکھا پھر آہستہ آہستہ تمہاری قوتوں میں انحطاط شروع ہوا یہاں تک کہ تم کمزور بن گئے اور سنجیدگی رخصت ہوئی' عقل وخرد نے ساتھ چھوڑ دیا' قوت وطاقت کی جولانیاں بھولی بسری کہانیاں بن گئیں' آنکھوں کے چراغ دھندلا گئے۔ کانوں کی سماعت میں فرق آ گیا۔ ایک ایک کر کے سارے دوست اور سفر زیست کے ساتھی رخصت ہو گئے۔ چلنے پھرنے کی طاقت بھی سلب ہو گئی اور کروٹ بدلنے کے لیئے بھی کسی کے سہارے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ جس نے تمہیں بچپن کی ناتوانی سے جوانی کی شیر افگن قوتوں تک پہنچایا اور وہاں سے اتار کر بڑھاپے کے بستر پر لٹا دیا کیا وہ ہر چیز پر قادر نہیں؟

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (النور/۴۵) اور اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ تو ان میں سے بعض اپنے پیٹ کے بل رینگتے ہیں۔ اور بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ گونا گوں مخلوق جو تمہیں دکھائی دے رہی ہے یہ سب ایک قطرہ آب سے پیدا کی گئی ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو پیٹ کے بل زمین پر رینگتے ہیں بعض دو ٹانگوں (انسان اور پرندے) اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ ہر ایک اپنی ہیئت اور خصوصیات سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی پاکی کی گواہی دے رہا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (فاطر/۱۱) اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں بنایا جوڑے جوڑے اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی عورت اور نہ بچہ جنتی ہے لیکن سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اور لمبی زندگی دی جاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم رکھی جاتی ہے کسی کی عمر مگر (اسکی تفصیل) لوح محفوظ میں درج ہے بیشک یہ بات اللہ تعالیٰ کیلئے بالکل آسان ہے۔

تمہارے آغاز آفرینش سے تمہارے سفر حیات کے اختتام تک کے تمام حالات سے اللہ تعالیٰ تفصیلاً آگاہ ہے اور تمام جزئیات اور تفصیلات لوح محفوظ میں درج کر دی گئی ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۚ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۚ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (فاطر/۲۸) کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اُتارتا ہے پھر اُس کے ذریعہ ہم طرح طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور پہاڑوں کے حصے بھی مختلف رنگ کے ہیں۔ کوئی سفید، کوئی سرخ، مختلف رنگوں میں کوئی شوخ، کوئی مدھم اور بعض خوب سیاہ اور آدمیوں جانوروں اور چوپایوں کے رنگ بھی اسی طرح جدا جدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف وہی لوگ اس سے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بوقلمونیوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے ایک زمین ہے اور ایک ہی پانی لیکن پھلوں کی قسمیں گنی ہی نہیں جاسکتیں۔ رنگ' ذائقہ اور مہک سب کی الگ الگ' خصوصیات اور اثرات بھی ایک دوسرے سے یکسر جدا جدا۔ اس یکسانی میں ایسی نیرنگی 'حکمت ربانی کی کتنی بڑی دلیل ہے۔مختلف پہاڑوں کی بناوٹ ان کی بلندی وپستی میں قدرت ربانی کے صدہا جلوے نظر آرہے ہیں ذرا ان کے رنگوں کو ملاحظہ فرمائیے' کہیں تو بالکل سفید دھاری چل گئی ہے کہیں رنگت سرخ ہے اور سرخی بھی ایک جیسی نہیں ۔اس رنگ میں بھی کئی رنگ ہیں' کوئی ہلکا سرخ' کہیں گلابی مائل اور کہیں سیاہ ہے تو ایسا سیاہ کہ بس حد ہی ہوگئی۔

پہاڑوں کا اپنا رنگ ہے لیکن ان کی گھاٹیوں میں سے جو راستے گزرتے ہیں ان کی رنگتیں علحدہ علحدہ ہیں۔

پہاڑوں کے مختلف رنگوں کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کرکے ان معدنیات کا کھوج لگانے کی ترغیب دی گئی ہے جو ان کے شکموں میں موجود ہیں اور مدت سے کسی جواں مرد اور باہمت انسان کی ضرب خارا شگاف کے لئے چشم براہ ہیں اور پہاڑوں کی یہ مختلف رنگتیں ان مدفون خزانوں کا پتہ بتارہی ہیں ۔افسوس وہ قوم جسے قرآن کریم جیسی کتاب منیر عطا کی گئی تھی وہ اسے ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر سوگئی اور یورپ کی وحشی قومیں اس چشمہ صافی سے اپنی کشت حیات کو سیراب کرنے میں سبقت لے گئیں۔ قدرت کی ندرت آفرنیاں یہاں ختم نہیں ہوجاتیں' مصور فطرت کا قلم انسانوں چوپایوں اور جانوروں کو مختلف رنگ آمیزیوں سے یوں آراستہ وپیراستہ کررہا ہے کہ دل کھنچے چلے جاتے ہیں' آنکھیں ہزار بار دیکھنے کے باوجود سیر نہیں ہوتیں اور یکبار دیگر ہم کی آرزو کبھی ختم نہیں ہوتی۔خصوصاً انسان اپنے قدوقامت خدوخال صباحت وملاحت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں' صرف اتنا ہی نہیں اپنی باطنی قوتوں ذہنی صلاحیتوں فطری استعدادوں میں بھی ایک حیرت انگیز تنوع پیش کرتی ہیں انسانوں میں اگر یہ تفاوت نہ پایا جاتا تو عروس کائنات کے گیسو کون سنوارتا۔ ان لق ودق صحراؤں کو چمنستان کیسے بنایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی اعجاز آفرینیوں کا جتنی دقت نگاہ سے مطالعہ کریں گے حکمت ربانی کے نئے

نئے جلوے رونما ہوتے جائیں گے۔ انھیں اس تدبر اور مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ایسا علم نصیب ہوگا جو انھیں عین الیقین کی منزل تک پہنچائے گا اور وہاں سے حق الیقین کی منزل زیادہ دور نہیں۔ طلب صادق ہوگی تو توفیق کا ہاتھ بڑھے گا اور انھیں ان بلندیوں پر فائز کردے گا جہاں حق الیقین کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی ہے جہاں شک وشبہ کا غبار نہیں۔ وہاں پہنچ کر انھیں اپنے رب ذوالجلال والاکرام کی معرفت نصیب ہوگی پھر جس حیثیت سے ان کے دل معمور ہوں گے ہمارے لئے اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (مومن/ ۶۷) اور وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر وہ تمہیں (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے بچے کی صورت میں پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر (تمہیں زندہ رکھتا ہے) کہ تم بوڑھے ہو جاو۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم ایک مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور قدرت خداوندی کی کارفرمائیوں کو سمجھو (اپنے رب کی عظمتوں کو سمجھنے لگ جاؤ) (سورہ مومن)

انسان کی تخلیق کے نقطہ آغاز سے لے کر اس کی آخری منزل تک نیز وہ تمام مرحلے جہاں سے اس کی زندگی کا قافلہ گزرتا ہے ان کو بڑی عمدگی سے بیان کردیا۔ نیز یہ بھی بتادیا کہ جس انسان کو ہم پیدا فرماتے ہیں ہم نے اس کی موت کا وقت بھی پہلے ہی متعین کردیا ہوتا ہے' کوئی بچپن میں ہی موت کی نیند سو جاتا ہے' کسی کو عنفوان شباب میں پیغام اجل پہنچتا ہے اور کسی کو بڑھاپے تک پہنچنے کی مہلت ملتی ہے۔ اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو تو اس میں اہل دانش کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ (العلق ۵۔۱) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا جمے ہوئے خون سے۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب

سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ علم عطا کیا جس کو وہ نہ جانتا تھا۔

انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا شاہکار ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا' ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ انسان کی آفرینش کی ابتداء جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے کی گئی۔ ایک حقیر لوتھڑے سے اس سراپا کمال و جمال انسان کا پیدا کرنا اس کی شان کبریائی اور عظمت کی روشن دلیل ہے نیز انسان کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تاکہ وہ گھمنڈ اور غرور کا شکار ہو کر اپنے خالق کا انکار اور اس کے احکام سے سرتابی نہ شروع کر دے۔

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کا ایک جلوہ یہ ہے کہ اس نے قلم کو تعلیم کا واسطہ بنا دیا۔ علم کی نشر و اشاعت میں قلم کا جو حصہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ قدیم زمانہ کے علماء و فضلاء کے علوم کو اگر قلم کے ذریعے صفحہ قرطاس پر تحریر نہ کر دیا جاتا تو صدہا سال بعد آج ہم ان سے کیونکر استفادہ کر سکتے۔ اگر قلم کا واسطہ نہ ہوتا تو آج زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والے فضلاء کی تحقیقات اور نگارشات سے دور بسنے والے کیونکر مستفید ہو سکتے' یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ علم کا کارواں آج ان رفعتوں پر خیمہ زن ہے اور مزید بلندیوں کو مسخر کرنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ جب تک قلم کا فیض جاری رہے گا علوم و فنون میں ترقی اور اضافہ ہوتا رہے گا۔

وہ جس طرح قلم کے ذریعہ سے علوم و معارف کی دولت سے اپنے بندوں کو مالا مال کر رہا ہے وہ جب چاہتا ہے تو قلم کے سوا بھی جس کے سینے کو چاہے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ بنا دیتا ہے اور بغیر کسی واسطہ کے اس کا دل علم کی روشنی سے بقعہ نور بن جاتا ہے۔

انسان کو جو کچھ سکھایا ہے اللہ تعالیٰ نے ہی سکھایا ہے۔ سارے علوم و فنون' اسرار و معارف' انکشافات و ایجادات اسی کے بے پایاں علم کی نہر میں ہیں۔ جتنا چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو علم الاسماء اسی نے تعلیم کیا۔ انبیائے کرام کے سینوں کو رشد و ہدایت کے نور سے اسی نے منور کیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو اتنے علوم سکھائے گا جن کا احاطہ عقلیں نہیں کر سکتیں (روح المعانی)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس آیت میں الانسان سے

مراد محمد ﷺ ہوں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے تین بار بھیجنے سے اپنے نبی ﷺ کو اولین وآخرین کے علوم سکھا دیئے ۔

اللہ ہی سب کا رازق وپروردگار ہے

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحہ/۱) سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب (مالک' سردار' پالنے والا) ہے ۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا ۔

رب مصدر ہے اس کا معنی ہے تربیت' تربیت عربی میں کہتے ہیں **تبليغ الشيء الى كماله بحسب استعداده الازلى شيئا فشيئا** (روح المعانی) کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد وفطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانا ۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے منعم علیہ کے اعتبار سے اعلیٰ ترین نعمت تربیت ہے اس لئے حمد کے فوراً بعد اس کا ذکر فرما کر حامد کو یاد دلایا کہ جس کی تو حمد کر رہا ہے وہی ہر حمد کے لائق ہے کیونکہ اسی نے تجھے ضعف وناتوانی جہالت وبے بسی کی حالت سے نکال کر اس منزل تک پہنچایا ۔ اسلام کا خدا کسی خاص قوم نسل اور وطن کا خدا نہیں تاکہ اس کی نوازشات کسی خاص قوم ونسل کے ساتھ ہی مخصوص ہوں بلکہ اس کی ربوبیت کا رشتہ کائنات کی ہر شئے کے ساتھ یکساں ہے اور اسی لئے اس کے لطف واحسان کے سب مساوی طور پر حق دار ہیں بشرطیکہ وہ اس کے احکام کی بجا آوری سے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیں (تفسیر ضیاء القرآن)

معارف اسم رب : لفظ رب کے تین معنے ہیں ۔ مالک' سردار' پالنے والا ۔ اور تینوں معنے اس جگہ درست ہو سکتے ہیں ۔ مالک تو اس لئے کہ سارے جہانوں کا مالک ہونا ہمیشہ سے مالک ہونا' ہمیشہ تک مالک رہنا' ہر طرح مالک ہونا' حقیقی مالک ہونا' یہ خاص حق تعالیٰ ہی کی صفت ہے ۔ جس کسی کو اس نے ملکیت عطا فرمائی وہ محدود ہے ۔ کسی خاص وقت سے ہے' کسی خاص وقت تک کے لئے ہے' خاص حیثیت سے ہے

اور رب کی عطا سے ہے۔ آپ اپنے جانور کے مالک ہیں لیکن اس کی ہر چیز کے مالک نہیں۔ نہ ہمیشہ سے مالک تھے اور نہ ہمیشہ مالک رہیں گے۔ اسی طرح اور چیزوں کو بھی قیاس کرلو۔ سردار کے معنے اس لئے درست ہیں کہ سردار وہ جو بلند مرتبہ رکھے اور بیشک حق تعالےٰ سب سے بلند مرتبے والا اور اعلیٰ ہے۔ جس کسی کو عزت اور عظمت ملی اسی کی عطا سے ملی' اسی لئے اس کا نام اعلیٰ عظیم اور اس کی صفت تعالےٰ ہے۔ تیسرے معنی ہیں پالنے والا۔ اس معنی میں نہایت ہی وسعت ہے' کس کو پالنے والا' کب سے پالنے والا' کب تک پالنے والا اور کس طرح پالنے والا۔ رب العالمین سے معلوم ہوا کہ سارے جہانوں کا پالنے والا' کب سے کب تک پالنے والا بھی اسی سے معلوم ہوا کہ جب سے عالم ہے اور جب تک رہے گا اس کی ربوبیت کی بارش ان پر ہوتی رہے گی۔ کس طرح پالنے والا یہ بھی اسی سے معلوم ہوا یعنی ہر طرح اور ہر نوعیت سے پالنے والا۔ اب اس کو یوں سمجھو کہ دنیا کے ظاہری پالنے والوں کی تربیت اس وقت شروع ہوتی ہے جبکہ وہ چیز پہلے بن کر آجائے اور بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور خاص قسم کی تربیت ہوتی ہے عام نہیں ہوتی اور خاص خاص کی تربیت ہوتی ہے ہر ایک کو کوئی نہیں پالتا' دیکھو دنیا میں سب سے بڑے پالنے والے ماں باپ مانے گئے ہیں جن کے متعلق رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿ كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا ﴾ دوسروں کی تربیت ان سے کہیں کم ہے لیکن جب بچہ باپ کی پیٹھ میں ہے اور ماں کے پیٹ میں آئے نطفہ بن کر رہے' خون کا قطرہ بنے' گوشت کا لوتھڑا بنے' اس میں عضو وغیرہ بنیں' پھر اس میں روح پیدا ہو۔ ان تمام وقتوں میں ماں باپ کو اس کی پرورش سے کوئی تعلق نہیں۔ جب خیریت سے پیدا ہو گیا تو رب ہی نے ماں کے سینے سے دودھ کی دو نہریں جاری فرمائیں۔ ماں نے صرف یہ کیا کہ رب کا دیا ہوا دودھ اس بچہ کے منہ میں دے دیا۔ اسی دودھ کے پیٹ میں پہنچنے کے بعد ماں پھر بے تعلق ہو گئی۔ معدے میں پہنچکر اس کا ہضم ہونا اور بچے کا پلنا بڑھنا اس میں ماں کا کوئی تعلق نہیں پھر دودھ کا بہانہ بھی دو سال تک رہا' بچہ بڑا ہوا ماں نے یہ بھی بند کر دیا' غرضیکہ بچہ جس قدر بڑھتا گیا ماں کی پرورش گھٹتی گئی پھر ایک وقت وہ آیا کہ بچہ جوان اور ماں باپ بوڑھے

ہوگئے تو اب معاملہ الٹ ہوگیا۔ ماں خدمت کی محتاج اور بیٹا خدمت گار اور اگر اسی دوران میں بچہ مرگیا تو پھر تو کسی طرح کا ظاہری تعلق رہا ہی نہیں' قربان اس رب العالمین کے جو ہم کو باپ کی پیٹھ میں پالے۔ ماں کے پیٹ میں پالے' بچپن جوانی بڑھاپا تندرستی بیماری ہر حال میں پالے اور سب کو پالے پھر کسی سے اس کا معاوضہ طلب نہ کرے۔ اسی لئے وہی رب العالمین کہلانے کا مستحق ہے پھر ہر طرح پالتا ہے جسم کے ظاہری اعضاء کو اور طریقے سے پرورش کرتا ہے باطنی اعضاء کی پرورش کا اور طریقہ مقرر فرمایا۔ جان کو اور طریقے سے پالا ایمان کو اور طرح سے پرورش کیا۔ پاک ہے وہ جس نے ہڈی (کان) سے سنایا چربی (آنکھ) سے دکھایا اور گوشت (زبان) سے بولنے کی طاقت دی پھر ان چیزوں کو قسم قسم کے پھلوں اور دانوں سے پرورش فرمایا۔ جس وقت جس طرح جس کو پرورش کی ضرورت تھی اسی طرح اس کو پالا۔ درختوں میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ دی تو ان کے لئے باغبان کو خدمت گار مقرر کیا جس نے ان کو وہیں کھاد پہنچایا۔ بادلوں کے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم سمندر سے پانی لے کر ان کو پلاؤ غرض کہ ان کی ہر ضرورت وہیں کھڑے کھڑے پوری کی پرندوں میں حرکت کی طاقت دی لیکن روزی کمانے کی طاقت نہ دی تو ان کو حکم دیا گیا کہ تمہارے گھونسلوں میں تمہارا رزق نہ پہنچے گا' تم یہاں سے جاؤ۔ کھیت میں کسان نے تمہارے لئے غلہ تیار کر رکھا ہے جاؤ اور چگ آؤ وہ صبح کو بھوکے نکلے اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹے۔ حضرت انسان کو حرکت کرنے کی بھی طاقت دی اور کمانے کا بھی انہیں حکم دیا گیا کہ تم کو درختوں اور جانوروں کی طرح بغیر کمائے روزی نہ ملے گی۔ وہ مجبور ہیں اور تم مختار' گھر سے نکلو بھی اور روزی کماؤ بھی' بیج تم ڈال آنا' باقی بارش دھوپ وغیرہ سے تمہاری امداد ہم کریں گے۔ حضرت انسان بھی جب تک بے دانت والے ناسمجھ بچے رہے تب تک ان کو بھی دودھ پلا کر بغیر محنت کرائے پالا۔ غرض کہ ہر طرح پالنے والا ہے۔ یہ اس کی لامتناہی تربیتوں کا ایک نمونہ ہے۔

خالق اور مخلوق کی پرورش میں فرق : اگرچہ بعض بندے بعض بندوں کو ظاہری

طور پر کچھ وقت کے لئے کسی قدر پالتے ہیں' اس لئے اس کو مجازاً رب کہا جاتا ہے۔ جس پر قرآن کریم شاہد ہے لیکن پھر بھی خالق کی تربیت میں بڑا فرق ہے۔ پہلا فرق یہ ہے کہ بندہ کسی کو کسی غرض کے لئے پالتا ہے خالق بغیر غرض کے' اگر ماں باپ بیٹے کو پالتے ہیں تو اس لئے کہ وہ بڑھاپے میں کام آئے' مالدار غریبوں کو پالتے ہیں اس لئے کہ وقت پر ہمارے کام آئیں' غرض سب اپنی اپنی غرض کے لئے ہیں' حق تعالے ہی ہے جو بغیر غرض کے پالے۔ دوسرا فرق بندہ کسی کو پالتا ہے تو اس کے مال میں کمی ہو جاتی ہے وہ ختم ہونے کے خوف سے بڑی احتیاط سے کام کرتا ہے اگر آمدنی کم ہو جائے تو بہت سے نوکر نکال دیئے جاتے ہیں۔ حق تعالے کے خزانے میں کبھی کمی نہیں ہوتی' اس لئے اس کی تربیت سے کوئی نکالا نہیں جاتا۔ تیسرا یہ کہ تخی بندے جب کسی کو پالتے ہیں تو اس پر احسان جتاتے ہیں اور بغیر مانگے دیتے نہیں مگر حق تعالے بغیر مانگے عطا کرتا ہے وہ تو ایسا کریم ہے کہ جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے ہم کو مانگنے کا شعور بھی نہ تھا تب وہ دے رہا تھا۔ چوتھا یہ کہ بندہ سب کو نہیں پال سکتا' گھر بار والا آدمی صرف اپنے بچوں کو پالتا ہے' بڑا آدمی صرف نوکروں چاکروں کو پالتا ہے لیکن رب سب کو پالتا ہے۔ پانچواں فرق یہ ہے کہ اور تخی لوگ زیادہ مانگنے والوں اور بہت سے سوالات سے گھبرا جاتے ہیں لیکن رب تعالی وہ کریم ہے کہ اس کو بہت مانگنا پسند ہے ہر گدا اُس کے دروازے پر نئی ادا سے آتا ہے نئے ناز دکھاتا ہے مگر وہ سب کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

عقیدۂ توحید اور عیسائیت : عیسائی حق تعالے کو اب (باپ) کہتے ہیں اور ہم اللہ تعالی کو رَبّ کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کو دُنیا کا باپ کہنا اس کی بہت بڑی توہین ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ باپ اور رب میں کیا اور کتنے فرق ہیں۔ پہلا فرق یہ ہے کہ باپ اپنے بچے کو پالنے میں اس کی ماں کا محتاج ہے کہ اس کی امداد سے پالے' رب بندوں کو پالنے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ باپ فقط جسم کو پالتا ہے رب ہر چیز کو اسی لئے باپ' بیٹے کو ہوشیار ہونے کے بعد اُستاد اور پیر کے سپرد کرتا ہے اور عرض کرتا ہے

اتنا کام میں نے کر دیا' آگے اس کی اصلاح آپ کے ذمے ہے۔ تیسرا فرق باپ کا درجہ دینی استاذ اور مرشد سے کم ہے کیونکہ باپ نے ہم کو حیوان (جاندار جسم) بنایا اور دینی استاد اور شیخ نے ہم کو ناطق یعنی سمجھ بوجھ والا بنایا' نیز باپ نے ہم کو اوپر (عالم ارواح) سے نیچے (عالم اجسام) میں اتارا اور استاد اور شیخ نے پھر نیچے سے اوپر پہنچایا۔ اگر ان کا کرم نہ ہوتا تو ﴿اسفل السافلین﴾ میں جاتے نیز باپ نے فقط جسم بنایا جو کہ مٹنے والا ہے مگر استاد اور شیخ نے ایمان دیا جو باقی دولت ہے اسی لئے اگر چہ مالی حقوق میں ماں باپ' اُستاد سے بڑھ جائیں لیکن اطاعت اور ادب میں استاد اور شیخ والد سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن رب تعالٰی کی بارگاہ میں یہ سوال ہی نہیں کیونکہ وہاں تقسیم کار نہیں۔ چوتھا فرق باپ اور بیٹے میں جنسیت اور نوعیت میں شرکت ہوتی ہے یعنی بیٹا باپ کا ہم جنس ہوتا ہے انسان کا بچہ انسان' گھوڑے کا بچہ گھوڑا' گدھے کا بچہ گدھا۔ ہمارے پیٹ میں سے جو کیڑے خارج ہوتے ہیں' اسی طرح بالوں اور کپڑوں میں سے جو جُوئیں وغیرہ نکلتی ہیں وہ ہماری اولاد نہیں کیونکہ وہ ہماری ہم جنس نہیں۔۔ لہذا جب مخلوق خالق کی ہم جنس نہیں بلکہ کسی صفت میں شریک نہیں تو اُس رب کو باپ اور مخلوق کو اولاد کہنا حماقت ہی تو ہے۔ پانچواں فرق یہ کہ جس طرح بیٹا باپ کا محتاج ہے ایسے ہی باپ بیٹے کا محتاج ہے بیٹا ہو تو اسے باپ کہا جائے گا مگر رب تعالٰی اپنی کسی صفت میں اپنی مخلوق کا محتاج نہیں۔

ربوبیت عامہ اور خاصہ : حق تعالٰے کی ربوبیت کا دو طرح ظہور ہو رہا ہے اس کی بعض نعمتیں تو وہ ہیں جو سب کو بلا فرق مل رہی ہیں جیسے دھوپ' ہوا' زمین آسمان کا سایہ وغیرہ۔۔ بعض نعمتیں وہ ہیں جو خاص خاص کو بہت فرق کے ساتھ عطا ہو رہی ہیں جیسے رزق' مال' اولاد عزت' حکومت۔ آفتاب وغیرہ تو یہ سب حق تعالٰی کی ربوبیت عامہ کے مظہر ہیں اور مال وغیرہ اس کی ربوبیت خاصہ کے' لیکن پھر بھی آفتاب وغیرہ کے عموم میں کچھ کمی ہے کہ چیزیں بیک وقت سب کو فیض نہیں پہنچاتیں۔ فقط جسم کو فیض دیتی ہیں روح سے ان کو تعلق نہیں ہوتا' حکمت الٰہی کا تقاضا تھا کہ کوئی نعمت اس کی ایسی بھی ہو جو اس کی

ہر طرح کی ربوبیت کو پورے طور پر ظاہر کرے۔ ہر جگہ' ہر وقت' ہر چیز کو یکساں فیض عام بھی پہنچائے اور خاص خاص کو خاص خاص فیض بھی اس نعمت الٰہیہ کا نام اور مظہر اتم کا اسم شریف ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔۔ یہی وہ نعمت عظمےٰ ہے جس کو رب تعالےٰ نے فرمایا ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ ایک جگہ فرمایا ﴿لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا﴾۔ جس قدر رب العالمین کی ربوبیت میں وسعتیں ہیں اسی قدر رحمت عالم کی رحمت میں گنجائشیں بلکہ یوں کہو کہ حق تعالےٰ کی ربوبیت حضور ﷺ کی رحمت کے ذریعے سے سب کو پہنچتی ہے۔حضور ﷺ کی رحمت ایک تو عام ہے۔ کلمہ' کعبہ' قرآن' ایمان سب کو یکساں عطا فرمایا۔۔لیکن ولایت' قطبیت' غوثیت اور شہادت وغیرہ خاص خاص نعمتیں ہیں جو حضور ﷺ کے دربار دُربار سے فرق کے ساتھ بٹتی ہیں۔ العالمین' عالمین جمع عالم کی ہے۔ عالم علم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نشان ۔دُنیا کو عالم اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ہر چیز اپنے خالق کی نشانی ہے۔ اللہ تعالی کے سوا کو عالم کہتے ہیں۔ تفسیر روح البیان نے اس جگہ فرمایا کہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور یہ دنیا یعنی زمین وآسمان وغیرہ جو ہم کو نظر آ رہے ہیں ان میں سے ایک ہے۔ عالم ارواح' عالم اجسام' عالم امکان پھر عالم سفلی' عالم علوی' عالم ملکوت' عالم ناسوت' عالم جنات' عالم انسان' عالم ملائکہ 'عالم برزخ وغیرہ وغیرہ۔۔ یہ دُنیا ان عالموں میں سب سے چھوٹا عالم ہے'ایک جنت ہی اتنی بڑی ہے کہ زمین وآسمان اس میں رکھے جائیں تو ایسے معلوم ہوں جیسے میدان میں چند کوڑیاں' جہنم کی گہرائی کا یہ حال ہے کہ اگر ایک پتھر اس کے کنارے سے پھینکا جائے تو ستر سال میں اس کی تہ تک پہنچے حالانکہ وہی پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو بارہ گھنٹے سے پیشتر زمین پر آ جائے گا پھر یہ عالم جو نظر آ رہا ہے اس میں ہزاروں قسم کی وہ مخلوق ہے جس سے ہم ناواقف ہیں۔۔ جب ہم کو ان عالموں ہی کی خبر نہیں تو اس کی ربوبیت کو کما حقہ کیسے جان سکیں (تفسیر نعیمی)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۙ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ

مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾(البقرۃ/۲۲) اے لوگو:۔عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور انھیں بھی جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔اس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت۔اور آسمان سے پانی اتارا۔اور اس کے ذریعہ کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو۔تو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے شریک (برابر والے) نہ ٹھہراؤ۔

ان آیات میں اسلام کے بنیادی مقاصد یعنی توحید' صداقت قرآن اور حقانیت نبوت وغیرہ پر ایمان لانے کی دعوت دی جارہی ہے۔اسلام کیونکہ کسی خاص قوم' ملک اور وقت کا دین نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا تا قیامت دین ہے اس لیئے عام خطاب سے دعوت دی جارہی ہے۔توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال قائم کیا جارہے۔ نعمت ایجاد اور بقاء کا ذکر فرما کر ثابت کیا کہ وہ وحدہ لاشریک ہے یعنی تم اپنے رب کی عبادت کرو کیونکہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اگر وہ کرم نہ فرماتا تو تم فنا کی دنیا سے وجود کی دنیا میں کیسے آسکتے پھر اس نے مزید کرم یہ فرمایا کہ تمہیں پیدا کر کے تمہارے آرام وآسائش اور حیات وبقا کے سارے سامان خود فراہم کر دیئے اگر وہ تمہیں صرف پیدا کر کے چھوڑ دیتا اور اپنے لطف وعنایت سے تمہارے رزق اور آسائش کا انتظام نہ فرماتا تو تم پیدا ہوتے ہی ہلاک ہوجاتے۔ اب جب کہ تمہارا وجود بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے اور تمہاری زندگی اور بقا بھی اسی کی نظر رحمت کی محتاج ہے اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں' جب ایجاد وربوبیت میں وہ وحدہ لاشریک ہے تو الوہیت میں کون اس کا شریک ہوسکتا ہے۔ جب **لاخالق الاالله** اور **لارب الا الله** کو تسلیم کرنے میں انکار کی گنجائش نہیں تو لامحالہ **لااله الاالله** بھی تسلیم کرنا پڑے اور جب اس پر ایمان محکم ہوگیا تو **لامعبود الاالله** پر بھی یقین راسخ ہو جائے گا۔ تو ثابت ہوا کہ عبادت کے لائق صرف وہی ذات پاک ہے جو ہر لحاظ سے وحدہٗ لاشریک ہے۔ توحید کے نازک اور پیچیدہ مسئلہ پر قرآن کا استدلال آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔کتنا فطری کتنا سادہ ہے اس کے باوجود کتنا مؤثر اور یقین پرور ہے ایک

ان پڑھ عامی' ایک عالم ایک محقق اور اسرار کائنات کے سمندر کا ماہر غواص سب یکساں طور پر اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں فلسفہ وحکمت کے صحائف میں توحید کے دلائل پڑھیئے ۔فنی موشگافیوں پیچیدہ اصطلاحات مقدمات کی ترتیب کا پریشان کن چکر آپ کو مرعوب تو کر دے گا لیکن یقین کی دولت سے آپ کا دامن خالی ہی رہے گا۔ یہی قرآن کا اعجاز ہے جس نے چودہ صدیوں سے دانشوران عالم کو حیرت واستعجاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ﴾ (نحل ۷۱/۱۶) اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق و دولت میں بڑائی دی ہے وہ اپنی دولت اپنے باندی غلاموں پر لوٹانے والے نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں (جب انھیں اپنے سے کمتر لوگوں کے ساتھ برابری گوارا نہیں تو پھر پتھر کے بتوں کو وہ خدا کے برابر کیوں ٹھہراتے ہیں)

کفار اپنے معبودوں کو خدا کا شریک مانا کرتے تھے وہ انھیں الہ بھی کہتے اور انھیں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ ان کے اس عقیدہ فاسدہ کی تردید ان کے اپنے حال سے دلیل قائم کر کے کی جارہی ہے انھیں بتایا کہ یہ حقیقت تو ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ سارے انسان مال ودولت میں یکساں نہیں۔ کئی دولتمند اور مالدار ہیں کئی مفلس اور نادار۔ کیا دولتمند لوگ یہ گوارا کرتے ہیں کہ وہ مال جو انھوں نے کمایا ہے ان سے لیکر ان کے مفلس نوکروں اور نادار غلاموں میں بانٹ دیا جائے اور وہ سب مساوی طور پر اس کے مالک ہو جائیں۔ جب وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تو یہ کتنی نادانی اور بے انصافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار کو اپنے میں تقسیم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کو خدا ماننے کے ساتھ بتوں کو بھی خدا مانتے ہیں۔ اس کی عبادت کے ساتھ وہ بتوں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ ذرا وہ غور کریں کہ جو بات وہ اپنے لیئے پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے لیے آخر کیوں پسند کرتے ہیں؟ اگر انھیں نجات اور فلاح مطلوب ہے تو ان فضول اور لایعنی عقیدوں کو چھوڑیں اللہ تعالیٰ کی توحید

پرایمان لائیں اس کی ذات اوراس کی صفات کمال میں کسی کوشریک نہ بنائیں **قولوا لا اله الا الله تفلحوا۔** یہ کہو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی خدا نہیں ہے نجات پا جاؤ گے۔

یہ قوت وصحت یہ عقل ودانش اور یہ دولت وثروت سب اسکی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں۔ تم اس کی نعمتوں کا انکار نہ کرو بلکہ اس کا شکر یہ ادا کرو' قول سے بھی اور عمل سے بھی' زبان سے بھی اور دل سے بھی' شکر یہ ادا کرو گے تو وہ اپنی مزید نوازشات کے دروازے تم پر کھول دے گا اور اگر ناشکری کرتے رہو گے تو اگلی نعمتوں سے بھی محروم کر دیئے جاؤ گے۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ (نحل ۷۲) اور اللہ تعالی نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے پوتے اور نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا۔

اپنے مزید احسانات کی یاد دہائی کرائی جارہی ہے یعنی ہم نے تمہیں تنہا پیدا نہیں کیا۔ ایسی تنہائی جس میں غم کے لمحے بڑے بھیانک ہوتے ہیں اور خوشی کی ساعتیں بڑی اداس بلکہ ہم نے تمہیں اس زندگی کا راستہ طے کرنے کے لئے ایک ساتھی بھی دیا (رفیقہ حیات)۔ اور مزید کرم یہ فرمایا کہ وہ تمہاری ہی جنس سے ہے تاکہ تمہاری آرزوئیں اور تمنائیں تمہارے جذبات اور خواہشات سب یکساں ہوں تاکہ تم ایک دوسرے کے لئے باعث مسرت اور موجب اطمینان ہو۔ اس پر مزید کرم یہ کہ تمہیں اولاد کی نعمت سے بہرورہ کیا اور تمہیں پوتے اور پوتیاں بخشیں اس طرح تمہارے دلوں کو مسرت اور تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔ مزید براں تمہیں کھانے کے لئے عمدہ سے عمدہ چیزیں مہیا فرمائیں۔ ان گونا گوں بیشار احسانات کے باوجود اگر تم شرک سے باز نہ آؤ تو تم سے بڑھ کر اور کون ناشکرا اور احسان فراموش ہوگا اس آیت میں ﴿حَفَدَةً﴾ کا معنی اولا دوالا یعنی پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ بعض علماء نے اس کا معنی خدام بھی کیا ہے۔ (ضیاء القرآن)

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

(عنکبوت/٦٠) اور کتنی ہی جاندار مخلوق ایسی ہے جو اپنے ساتھ اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتی اللہ تعالیٰ انھیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ خوب سننے والا بہت علم والا ہے۔

جب کفار مکہ نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا' ایمان کے بچانے کے لئے اب اس کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ مکہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ کو اپنا مسکن بنایا جائے جہاں ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو' چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نہ وہاں ہمارا کوئی پڑوسی 'نہ کوئی رشتہ دار ہم جب لٹے پٹے وہاں جائیں گے تو ہمارے کھانے پینے کا انتظام کون کرے گا؟ انھیں اطمینان دلانے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ دیکھو یہ ان گنت قسم کے بے شمار جانور جو تمہیں ہر جگہ دکھائی دے رہے ہیں' کیا انھوں نے اپنی پشت پر اپنی خوراک کے ذخیرے لادے ہوئے ہیں؟ اگر انہیں اللہ تعالیٰ وقت پر خوراک مہیا فرما دیتا ہے تو فکر نہ کرو وہ تمہیں فراموش نہیں کرے گا بلکہ وہ تمہارے کھانے پینے رہائش وغیرہ کے جملہ انتظامات اپنی حکمت سے اس طرح کرے گا کہ تم حیران ہو کر رہ جاؤ گے اس لئے اس چیز کے فکر میں خواہ مخواہ اپنے آپ کو پریشان نہ کرو جس کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے اور جو حکم تمہیں تمہارے آقا محمد ﷺ دیتے ہیں بلا تامل اسے قبول کرو۔

علماء فرماتے ہیں کہ صرف تین حیوان رزق جمع کرتے ہیں: چیونٹی' چوہا' انسان۔۔ یہ کھاتے کم ہیں فکر زیادہ کرتے ہیں۔ ان کے سوا کوئی جانور روزی جمع نہیں کرتا حالانکہ بعض جانور روزانہ بہت کھاتے ہیں جیسے ہاتھی گینڈہ وغیرہ جتنا رزق تمہارے مقدر میں ہے وہ ضرور پہنچے گا خواہ تم کسی جگہ بھی ہو۔ رزاق تم نہیں ہم رازق ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم رب تعالیٰ پر پورا توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق ملے گا کہ وہ صبح خالی پیٹ اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُلَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ﴾

(العنکبوت/٦٢) اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے اپنے بندوں سے

اور تنگ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

کفار مسلمانوں کو عار دلایا کرتے کہ تم کہتے ہو کہ تم خدائے برحق کے پرستار ہو جو ہر چیز کا مالک ہے اگر تمہاری اس بات میں ذرا بھی صداقت ہوتی تو تمہاری خستہ حالی کا یہ عالم ہوتا؟ پاؤں میں جوتا نہیں' بدن پر چیتھڑے ہیں' کھانے کو باسی روٹی کبھی کبھار میسر ہوتی ہے۔ کیا خدا کے ماننے والے ایسے ہوا کرتے ہیں؟ اس کا رد فرمادیا کہ دولت کی کثرت وقلت حق و باطل کی شناخت کا کوئی معیار نہیں' وہ اپنے بندوں کے حالات کو خود بہتر جانتا ہے۔ دولت کی تقسیم اس کی حکمت کے مطابق کی جاتی ہے اور اس حکمت کو تم نہیں جان سکتے وہی خوب جانتا ہے۔

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ﴾ (شوریٰ/۲۷) اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کا رزق برابر کر دیتا تو ضرور وہ زمین میں فساد پھیلاتے (یعنی اجتماعی زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا) لیکن وہ ایک اندازہ سے رزق اتارتا ہے جتنا چاہتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کے احوال سے باخبر ہے اور انھیں وہ دیکھ رہا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بکثرت دولت وثروت دے دے تو وہ سرکشی اور نافرمانی کو اپنا شعار بنالیں' فسق وفجور کا بازار گرم کردیں۔ ساری زمین میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک اٹھیں ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق ہر ایک کو رزق دیتا ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں **خیر العیش مالا یلهیك ولا یطغیك** بہترین زندگی وہ ہے جو تمہیں غافل بھی نہ کرے اور سرکش بھی نہ بنادے (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے خوب باخبر ہے وہ جانتا ہے کہ کس کے لئے دولت کی کثرت تباہی کا باعث بنے گی اور کس کے لئے تنگ دستی وجہ نجات ثابت ہوگی اس کی جود وعطا کا سلسلہ اس کی حکمت کا آئینہ دار ہے۔

﴿اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾

لَوْنَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (واقعہ ۷۰) اچھا بتاؤ تو' تم جو پانی پیتے ہو تو کیا تم نے اُسے بادل سے اتارا ہے یا ہم ہیں اُس کے اتارنے والے۔۔ہم اگر چاہیں تو (سمندر کے پانی کی طرح اُسے بھی کھارا کر دیں۔ پھر تم خدا کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے۔

انسان صرف بھوک ہی محسوس نہیں کرتا اسے پیاس بھی لگتی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے جس طرح ہم نے تمہاری خوراک کا انتظام فرمایا ہے اسی طرح تمہاری پیاس بجھانے کے لئے پانی کی فراہمی بھی ہم نے اپنے ذمہ کرم پر لی ہوئی ہے۔ ذرا غور کرو جو پانی تم کنوؤں' چشموں' دریاؤں سے پیتے ہو' یہ کہاں سے آتا ہے؟ یہی نا کہ بادل گھر کر آتے ہیں' بارش برستی ہے' کچھ پانی دریاؤں میں بہنے لگتا ہے' کچھ مقدار تالابوں میں بھر جاتی ہے اور اس کا اکثر حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور تہہ زمین پانی کے ذخائر جمع ہو جاتے ہیں جن کو مختلف طریقوں سے تم کشید کرتے ہو۔ الغرض ہر قسم کے پانی کا اصلی سرچشمہ بارش ہے۔ بھلا بتاؤ اس میں کسی غیر کی کوئی مداخلت ہے۔ لبالب بھرے ہوئے سمندر کس کے ہیں؟ سورج کی جو کرنیں ان پانیوں کو بخارات میں تبدیل کر دیتی ہیں وہ کس کی ہیں؟ پھر ہوائیں کس کے حکم سے ان بخارات کو اٹھا کر مناسب بلندی پر پہنچا دیتی ہیں؟ وہ برودت جو اُن بخارات کو پانی میں تبدیل کرتی ہے وہ کون مہیا کرتا ہے پھر کس کے حکم سے بادل ایک مقررہ مقدار میں بارش برساتے ہیں؟ جب یہ ساری کاروائی اللہ تعالی کے حکم سے ہو رہی ہے تو پھر اس کا انکار یا کسی کو اس کی خدائی میں شریک کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

اللہ تعالی اپنی ایک حکمت کی طرف اشارہ فرما رہا ہے کہ بارش ان بخارات سے بنتی ہے جو سمندروں کے پانی سے اٹھتے ہیں سمندروں کا پانی کھارا نمکین ہوتا ہے نیز اس میں ایک خاص قسم کی بدبو اور چکناہٹ بھی ہوتی ہے لیکن جب بارش برستی ہے تو اس کے پانی میں نہ سمندر کا کھارا پن پایا جاتا ہے اور نہ اس بدبو کا کہیں نام و نشان ہوتا ہے۔ میٹھا اور شفاف آب زلال ان بادلوں سے ٹپکتا ہے ذرا سوچو سورج کی کرنوں کو کس نے یہ سلیقہ سکھایا کہ جب پانی کشید کرو تو اس کی نمکینی اور بدبو کو مت کشید کرو صرف خالص پانی کے اجزاء کو بخارات میں تبدیل کرنا۔ اگر یہ اہتمام نہ کیا جاتا تو جہاں بارش کا کھارا پانی برستا وہاں

ساری زمین شور اور نا قابل کاشت ہو جاتی۔ میٹھے پانی کے جو ذخیرے پہلے سے موجود تھے وہ بھی استعمال کے قابل نہ رہتے۔ انسانی زندگی تو کجا حیوانی اور نباتاتی زندگی کے آثار بھی مٹ جاتے **فتبارك الله احسن الخالقين**۔

انسان کو کفرانِ نعمت زیب نہیں دیتا۔ آؤ اپنے رب کا شکر ادا کرو تا کہ وہ اپنے احسانات سے تمہیں مزید مالا مال کر دے۔

﴿**وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِى كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ**﴾ (ہود/۶) اور زمین میں کوئی جاندار مخلوق ایسی نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سپرد ہونے (مدفن) کی جگہ اور یہ سب کچھ ایک صاف صاف بیان کرنے والی کتاب میں درج ہے۔

زمین پر چلنے والے کا اس لئے ذکر فرمایا کہ ہم کو انھیں کا مشاہدہ ہوتا ہے ورنہ جنات ملائکہ وغیرہ سب کو رب تعالیٰ روزی دیتا ہے اس کی رزاقیت صرف حیوانوں میں منحصر نہیں۔ پھر جو جس روزی کے لائق ہے اس کو وہی ملتی ہے بچہ کو ماں کے پیٹ میں اور قسم کی روزی ملتی ہے اور پیدائش کے بعد دانت نکلنے سے پہلے اور طرح کی' بڑے ہو کر اور طرح کی۔۔ غرض کہ 'دابہ' میں بھی عموم ہے اور رزق میں بھی' بندہ بہت بے وقوف ہے جو رزق کی فکر میں رہے اپنی مغفرت کی فکر نہ کرے کیونکہ رزق کا رب نے وعدہ فرمایا مغفرت کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا﴿**فيغفر لمن يشاء**﴾ (جسے چاہے معاف فرمائے گا) فکر اپنی نجات کی چاہئے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا یعنی زندگی میں کہاں رہے گا اور بعد موت کہاں دفن ہوگا یا کس باپ کی پشت میں اور کس ماں کے رحم میں کس طرح اور کب تک رہے گا یا عالم ارواح میں کس صف میں تھا اور آئندہ قیامت میں کس صف میں ہوگا۔ خیال رہے کہ میثاق کے دن ارواح کی چار صفیں تھیں' پہلی صف میں انبیاء' دوسری صف میں اولیاء اللہ' تیسری صف میں مومنین' چوتھی میں کفار منافقین کی ارواح تھیں (روح البیان)

خیال رہے کہ ہر چیز کا لوح محفوظ میں لکھا جانا اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا اس لئے لکھ لیا بلکہ اس لئے لکھ لیا کہ لوح محفوظ دیکھنے والے بندے اس پر اطلاع پائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوح محفوظ پر نظر رکھتے ہیں انھیں بھی ہر ایک کے مستقر اور مستودع کی خبر ہے کیونکہ یہ سب لوح محفوظ میں تحریر ہے اور لوح محفوظ ان کے علم میں ہے لوح محفوظ کو مبین اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خاص بندوں پر علوم غیبیہ بیان کر دیتی ہے۔

اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (ال عمران/۲۶)

یوں عرض کرو۔ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ التحیہ والتسلیم کو اور حضور ﷺ کی وساطت سے ساری امت کو ایسے پاکیزہ کلمات کی تعلیم دے رہا ہے جس میں نہایت مؤثر اور دلکش اسلوب میں اس کی توحید اور اس کی عظیم قدرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ حکومت دینے والا بھی وہی ہے اور چھیننے والا بھی وہی' جس کو چاہتا ہے دین و دنیا کی عزتوں سے سرفراز کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے خوار و ذلیل کر دیتا ہے کسی فرد یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حکومت اور عزت کو اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگے اور اس فریب میں مبتلا رہے کہ اس کے اعمال کتنے سیاہ کیوں نہ ہوں' اس کا کردار کتنا پست اور اس کی سیرت کتنی داغدار کیوں نہ ہو' نہ اس سے حکومت چھینی جا سکتی ہے اور نہ اسے عزت سے محروم کیا جا سکتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔۔ بلکہ سب کچھ اس مالک حقیقی کے دست قدرت میں ہے۔ وہ رب قدیر جس کی شان صمدیت وقدوسیت اور جس کی صفت علم وحکمت کے ساتھ رحمت وعدل کی ساری قدریں قائم اور باقی ہیں اس

کی سنت یہ ہے کہ وہ جب کسی فرد یا قوم میں رحمت وعدل کے تقاضے پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتا ہے تو اسے حکومت وعزت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جو فرد یا قوم اپنے عمل سے اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت کر دیتی ہے تو اسے ذلت وخواری کے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اہل کتاب کے عیوب میں سے دو عیب یہ بھی تھے کہ وہ دنیا اور اس کے اسباب پر مغرور تھے کہ مسلمانوں کو ان کی غربت کی وجہ سے حقارت سے دیکھتے تھے نیز اپنے اسرائیلی خاندان پر بڑا فخر کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزماں ہمارے ہی خاندان سے ہوں گے۔ خیال اول کی تردید کے لئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ تم انھیں سنانے کے لئے مجھ سے یوں عرض کرو کہ اے اللہ اے مالک حقیقی سلطنت عزت کسی کی موروثی چیز نہیں جسے تو چاہیے سلطنت بخشے اور جس سے چاہے جب چاہے جس طرح چاہے چھین لے۔

آج مسلمان بے دست و پا ہیں اور کفار طاقت والے لیکن مولی اگر تو چاہے تو اس بے یار و مددگار جماعت کو تخت و تاج کا مالک بنا دے اور کفار جن کے پاس ظاہری ساز وسامان بہت ہے انھیں حقیر کر دے۔ دوسرے گمان کو باطل کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ اے مولی جسے چاہے عزت دے سلطنت اور نبوت کی نعمتوں سے نوازے اور جسے چاہے تو ذلیل کرے کہ اس قوم سے نبوت سلطنت منتقل فرما دے۔ دنیا اور آخرت کی ساری خیر تیرے قبضے میں ہے اس میں کسی کا اجارہ نہیں۔ جو جو چاہے کرے کوئی اعتراض پکڑنے والا نہیں۔ جیسی دعا مانگنی ہو رب کو اسی نام سے پکارنا چاہئے۔ رزق مانگنے کے لئے اسے رزاق کہو۔ شفا مانگنے کے وقت شافی الامراض کہہ کر پکارو۔ بندوں کی حاجتیں بہت ہیں اس لیئے رب کے نام بھی بہت ہیں چونکہ یہاں ملک کی دعا کرائی گئی تھی اس لئے رب کو مالک الملک کہہ کر پکارا۔ دنیا کا بھی طریقہ ہے کہ جب فقیر کسی دروازے پر بھک مانگنے جاتا ہے تو گھر والے کو سخی داتا کہہ کر پکارتا ہے کیونکہ سخاوت چاہنے کے لئے آیا ہے اور جب جنرل کسی فوج کو جنگ کی تربیت دیتا ہے تو کہتا ہے اے میرے بہادرو۔

رب کی حمد وثنا بھی در پردہ دعا ہے دیکھو یہاں ملک مانگنا مقصود تھا مگر صاف نہ کہا گیا بلکہ اس کی یوں تعریف کر دی کہ تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔

خیال رہے قرآن کریم میں دعا کے چار طریقوں کی تعلیم ہے۔ (۱) صراحتاً مانگنا (۲) صرف اپنی حاجات کا ذکر کرنا یعنی اس طرح دعا کرنا جس میں مانگنے کے الفاظ نہ ہوں (۳) رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا (۴) اس کے محبوب پر درود پڑھنا۔ یہ چاروں طریقہ فطرت کے مطابق ہیں۔ غنی کے دروازے پر جب صدا دیتے ہیں تو کبھی صاف صاف لفظوں سے مانگتے ہیں' کبھی اپنا فقر و فاقہ بیان کرتے ہیں' بھوکا ہوں' مسافر ہوں' کبھی مالک کی تعریفیں کرتے ہیں' آپ سخی ہیں' داتا ہیں' کبھی مالک کے بچوں کو دعائیں دیتے ہیں۔ خانہ آباد' دولت زیادہ' بال بچے شاد رہے۔ یہ ہی طریقے رب تعالیٰ سے دعا مانگنے کے ہیں جن کی روایات موجود ہیں۔ یہاں تیسرا طریقہ ارشاد ہوا ہے کہ رب سے ملک عزت خیر سب کچھ مانگا مگر طلب کا صیغہ نہیں آیا صرف رب کی حمد اس طرح کی کہ مانگ خود بخود آ گئی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کو ملک دے' کفار سے چھین لے' ہم کو عزت عطا کر' کفار کو خواری دے' ہمیں خیر کثیر بخش دے۔

حضرات انبیاء و اولیاء بعطاء الٰہی رب کے ملکوں کے مالک ہیں۔ رب کے دیئے ہوئے اختیارات سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔

رب مالک بھی ہے مالک گر بھی۔ رب تعالیٰ اپنی ملک اپنا ملک اپنے بندوں کو دینے پر قادر ہے بلکہ عطا فرماتا ہے جیسا کہ ﴿توتی الملك﴾ سے معلوم ہوا۔ دیکھو ملک زمین ظاہری بادشاہ کو اس نے عطا فرمائے' ایسے ہی ملک غیب انبیاء اولیاء کو عطا فرمایا ہے۔ جو شخص انبیاء و اولیاء کو کسی چیز کا مالک نہ مانے وہ اس آیت کا انکاری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ملک عطا فرمانے سے بھی وہ رب مالک رہتا ہے اس کی ملکیت میں کوئی فرق نہیں آتا جیسے مولیٰ اپنے غلام کو کچھ دے تو مولیٰ مالک رہتا ہے جیسا کہ ﴿تنزع الملك ممن تشاء﴾ سے معلوم ہوا۔ لہٰذا بندوں کی عارضی و عطائی ملک کے' رب تعالیٰ کی حقیقی ملکیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

﴿وَلِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ (آل عمران/۱۰۹)

اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سارے کام لوٹائے جاتے ہیں۔

ہر چھوٹی بڑی اچھی بری چیز کا اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہے جیسا کہ اللہ کے لام سے معلوم ہوا۔ مخلوق کی ملکیتیں عارضی و مجازی ہیں جیسے ہم رب تعالیٰ کے ہونے کے باوجود اپنے مکان وغیرہ کے مالک ہیں ایسے ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ سارے عالم کے مالک ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

﴿ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ (المائدہ/۱۸)

اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت۔ اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

اس فرمان عالی کا منشا یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف ملکیت عبدیت سے نسبت کرے یہ کہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے مملوک ہیں اس کی مخلوق ہیں اسی کے قبضہ میں ہیں اس کے عابد ہیں کہ انسان کی عزت اسی میں ہے۔ کوئی اپنے کو رب کا بیٹا اس کا بھائی بھتیجہ نہ کہے۔ تم سب یہاں اس کی مملوک و مخلوق ہو اور سب کو وہاں اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے عقائد اعمال اقوال کا حساب دینا ہے تو یہاں اپنے اعمال و اقوال کو درست کرو۔ مقصد یہ ہے کہ کسی کی پکڑ سے بچنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ زور سے بچا جائے یا زر سے یا زاری سے۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے قادر مطلق ہے اس کی پکڑ سے بچنے کے لئے زور یا زر کام نہیں آ سکتے وہاں صرف زاری کام آتی ہے۔

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (مائدہ/۱۲۰)

اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

زمین اور آسمان اور ان میں خاکی ناری نوری بے جان اور جاندار بے شعور اور باشعور جو کچھ بھی ہے سب اللہ وحدہٗ لاشریک کی ملکیت ہے اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں'

کوئی خدائی میں شریک نہیں۔کوئی اس کا بیٹا نہیں' سب اس کے بندے اوراس کے حکم کے پابند ہیں۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ اگر کسی کو کوئی چیز نہ دے یا دے کر چھین لے تو کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اوراپنے محبوبوں کوخصوصاً اپنے محبوب ترین بندے سید المرسلین ﷺ کو جو دینا چاہے وہ دے دیتا ہے کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔ اس آیت میں عیسائیوں کی تردید ہے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم رب کی بیوی ہے۔
(معاذ اللہ) فرمایا گیا کہ آسمان وزمین اوران کی ہر چیز ہماری مملوک مقبوض اور ہمارا بندہ ہے حضرت مسیح اوران کی والدہ بھی زمین پر رہنے والی مخلوق ہیں لہٰذا وہ بھی ابن اللہ نہیں بلکہ عبداللہ ہیں۔

ملکیت حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے مجازاً بعطائے الٰہی بندوں کو بھی ملکیت حاصل ہے دیکھو یہاں ﴿سمٰوٰت والارض﴾ کی ملکیت اللہ تعالیٰ کے لئے فرمائی گئی مگر دوسری جگہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے ﴿**واتیناهٔ ملکا عظیما**﴾ اورفرمایا گیا ﴿**وسخرناله الريح تجرى بامره**﴾ اورفرماتا ہے ﴿**تؤتى الملك من تشآء وتنزع الملك ممن تشآء**﴾ بلکہ پورا مالک وہی ہے جو مالک کردینے پر قادر ہو' پورا عالم وہ ہے جو عالم بنادینے پر قادر ہو۔ناقص مالک' ناقص عالم دوسرے کو مالک یا عالم نہیں بنا سکتا۔

﴿قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ﴾ (انعام/۱۲) تم فرماؤ کہ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ ہی فرماؤ کہ اللہ کا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب سوال کا جواب ایک ہی ہو اور جس سے سوال کیا جارہا ہے اس کو بھی اس سے انکار نہ ہوتو سائل خود ہی جواب دے دیا کرتا ہے اس سوال کے جواب میں کفار کو بھی اختلاف نہ تھا اس لئے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جواب دلادیا گیا ''قل'' میں خطاب حضور ﷺ سے ہے' قل' کا روئے سخن کبھی کفار کی طرف ہوتا ہے کبھی مومنوں کی طرف کبھی تمام انسانوں کی طرف کبھی تمام مخلوق کی جانب' اللہ تعالیٰ اکثر توحید کا مضمون توحید کے دلائل اپنے محبوب سے بیان کراتا ہے اور نبوت کا مضمون نبوت کے

دلائل خود بیان فرماتا ہے کیونکہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کا گواہ اور دائمی گواہ۔ قولی گواہی وقتی ہے' تحریری یا دلائل کی یا علامات کی گواہی دائمی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ اور رب تعالیٰ کی یہ گواہیاں دائمی ہیں۔ قیامت تک لوگ یہ گواہیاں دیتے رہیں گے بلکہ قیامت اور جنت میں ہی ہمیشہ گواہیاں دیں گے۔ یہ گواہیاں درحقیقت اللہ رسول ہی کی گواہیاں ہیں کہ سب نے ان سے سیکھ کر گواہیاں دی ہیں' لہذا 'قل' میں دوامی قول مراد ہے 'لمن' کا لام ملکیت یا خلقت کا ہے نفع کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق اور حقیقی مالک ہے مگر ان سے نفع نہیں حاصل فرماتا' نفع تو ہم اٹھاتے ہیں۔ آسمان کی چیزوں سے مراد وہاں کے چاند تارے سورج بروج وغیرہ ہیں اور زمین کی چیزوں سے مراد بیرون زمین کی مخلوق انسان جانور درخت پتھر وغیرہ اور اندرونی چیزیں پانی کے چشمے معدنیاں وغیرہ ہیں یعنی اے محبوب ﷺ آپ ان کفار ومنکرین سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں کس کی مخلوق مملوک ہیں۔ان کا خالق و مالک کون ہے؟ خیال رہے کہ کفار سے یہ سوال ان سے اقرار کرانے کے لئے ہے۔سوال وجواب کے طریقہ سے تبلیغ بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ 'قُلْ لِلّٰہ' اے محبوب ﷺ آپ اُن کو جواب کی تلقین کرواُن سے کہو کہ کہہ دو کہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ومملوک ہیں یا آپ ہی ان سے فرمادو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے یا یہ مطلب ہے کہ تم فرمادو کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے پھر آپ کی تعلیم سے یہ لوگ یہ کہیں تب وہ مومن ہوں گے بغیر آپ کی تعلیم کے وہ یہ سب کچھ مان لیں مومن نہ ہوں گے۔ مومن وہ ہے جو ذات الٰہی اس کے صفات کو نبی کی تعلیم اُن کے بتانے سے مانے ۔غرض کہ اس عبارت کی تین تفسیریں ہیں۔

خیال رہے کہ خطاب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ خطاب فوری جو صرف ایک موقعہ کے لئے ہو جیسے چلو تبوک کے غزوہ کو' خطاب وقتی جو ایک خاص مدت تک کے لئے ہو جیسے نبی ﷺ کے گھر دعوت میں کھانے کے وقت سے پہلے نہ پہنچ جاؤ۔ خطاب دائمی جو ابدالآباد کے لئے ہو جیسے نماز پڑھو۔ یہاں 'قل' میں خطاب ہیشگی کے لئے ہے کہ یہ

عقیدہ ہر شخص کو ہمیشہ رکھنا چاہئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک بار فرمادیا کہ حج کے لئے آؤ' تا قیامت اس کے جواب میں 'لبیك' کہا جائے گا۔ حضور ﷺ نے ایک دفعہ حج وداع کے موقعہ پر پوچھا کہ تم رب سے میرے متعلق کیا کہو گے؟ اب تا قیامت مسلمان کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تبلیغ کردی۔

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۗ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ ﴾ (یونس/۵۵) خبردار ہو کر سنو کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سن لو کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں اکثر لوگ بے خبر ہیں۔

آغاز کلام میں 'اَلَآ' تنبیہ کی غرض سے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مخاطب کے دل ودماغ کو جھنجھوڑا جائے تاکہ وہ پورے غور سے متکلم کی بات کو سنے۔

بتانا یہ ہے کہ جب زمین وآسمان کی ہر چیز اس کی ہے تو اس نے انعامات واحسانات کے جو وعدے اپنے نیک اور فرماں بردار بندوں سے کئے ہیں وہ ان کو پورا کرے گا اور بدکاروں اور ریاکاروں کو عذاب کی جو وعید دی ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی' کوئی ایسا وعدہ نہیں جس کا پورا کرنا اس کے بس میں نہ ہو اور کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے عذاب دینے سے روک دے۔ اس میں شک وشبہ نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں صرف اللہ تعالی کی ہی مخلوق اس کی مملوک اس کی مقبوض ہیں جس طرح چاہے ان میں احکام جاری فرمائے۔ یہ بھی خیال رکھو کہ اللہ تعالی کے سارے وعدے مجرموں کافروں پر عذاب کے' مومنوں کے لئے رحمت کے' قیامت کے آنے سے اور نبی کریم ﷺ کی ساری بشارتیں ڈرانے والی خبریں بالکل برحق ہیں سب پوری ہو کر رہیں گی۔ یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے لیکن بہت سے لوگ اُسے نہیں جانتے' نہیں مانتے' اپنی بے وقوفی کی وجہ سے (تفسیر نعیمی)

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ﴾ (یونس/۶۶) سن لو کہ اللہ تعالی ہی کے ملک ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔

جب زمین وآسمان کی ہر چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو

کسی کو کیا مجال کہ الوہیت میں اس کی ہمسری کا اور ربوبیت میں شریک ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ جب آسمان وزمین کے سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں تو انھیں عزت وذلت دینا بھی اس کے قبضہ میں ہے چونکہ اس مضمون کے کفار منکر تھے اس لئے ﴿اَلَآ﴾ اور ﴿اِنَّ﴾ کی تاکیدوں سے شروع کیا گیا۔ یہاں بھی ملکیت اور قبضہ سے مراد ذاتی اور دائمی ملکیت وقبضہ ہے لہٰذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں کہ ﴿ **خلق لکم مافی الارض** ﴾ یا ﴿**ملکت ایمانکم** ﴾ وغیرہ کہ وہاں عارضی عطائی ملکیت وقبضہ مراد ہے۔

عربی میں عقل وسمجھ والی مخلوق کو مَنْ کہتے ہیں اور بے عقل مخلوق کو مَا۔ یہاں مَنْ سے عاقل مخلوق مراد ہے۔ آسمانوں کی عاقل مخلوق فرشتے' جنت کے حور وغلمان ہیں اور زمین کی عاقل مخلوق انسان اور جنات ہیں چونکہ یہ مخلوق اعلیٰ وافضل' باقی چیزیں ان کے تابع۔۔ جب اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے تو ان کے تابع دوسری چیزوں کا بھی مالک ہے(تفسیر خازن)

﴿**لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۚ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ**﴾ (شوریٰ/۵۰) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت وہ تصرف فرماتا ہے جیسا چاہتا ہے جسے چاہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بیٹے عطا کرتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے بیشک وہ بہت علم والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

یہاں بتایا جارہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکمرانی ہے ہر چیز اسی کے تصرف میں ہے جس کو چاہے جتنا چاہے دے دے اور اگر کسی کو کسی نعمت سے محروم رکھنا چاہے تو زبردستی اسے دینے پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ اولاد کے سلسلہ میں بھی لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔(۱) وہ لوگ جن کو صرف بچیاں ہی دیتا ہے بچے کے لئے وہ ترستے رہتے ہیں اور ان کی حسرت پوری نہیں ہوتی۔(۲) وہ لوگ جن کو صرف بچے دیئے جاتے ہیں (۳) جن کو ملے جلے بچے بچیاں عطا فرماتا ہے۔(۴) وہ لوگ جو بانجھ ہیں جن میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہی مفقود ہے ان کے ہاں نہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہ بچی۔

یہ سب صورتیں انبیاء کرام میں بھی پائی جاتی ہیں چنانچہ لوط وشعیب علیہما السلام کی صرف لڑکیاں تھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف لڑکے تھے ہمارے حضور ﷺ کو لڑکے لڑکیاں

دونوں عطا ہوئے حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی کوئی اولاد نہیں ۔ (خزائن العرفان)

آخر میں فرمایا کہ میں علیم بھی ہوں اور قدیر بھی' میں ہی بہتر جانتا ہوں کہ کس کو کیا دینا ہے اور کس کو کچھ نہیں دینا ہے ۔

حقیقی شہنشاہ وہ ہے وہ جسے چاہے حکومت بخشے جیسے بادشاہوں کو ظاہری اور اولیاء اللہ کو باطنی سلطنت عطا فرمائی ۔ اولاد محض عطاء ربانی ہے بڑے قوی لوگ اولاد سے محروم دیکھے گئے ۔ کمزوروں کا گھر بیٹوں سے بھرا ہوا ۔ جسے چاہے بیٹے بیٹیاں دونوں دے جسے چاہے کچھ نہ دے ۔ خیال رہے کہ بزرگوں کی دعا سے اولاد ملتی بھی رب کی ہی عطا سے ہے جیسے طبیبوں (ڈاکٹرس) کی دوا سے بھی اولاد ہو جاتی ہے یہ سب اسباب ہیں حضور ﷺ کی دعا سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اولاد سے گھر بھر گیا ۔ رب فرماتا ہے **﴿اغنهم الله ورسوله من فضله﴾** اللہ اور رسول اپنے فضل سے غنی کر دیتے ہیں ۔

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الفتح/۱۴) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے زمین اور آسمان کی سلطنت ہے جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے عذاب دے ۔ اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (الزمر/۴۴) اس کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت پھر اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے ۔

اللہ ہی سب کا معبود ہے

کوئی انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ کبھی پردہ عدم میں تھا اب عالم وجود میں آیا ہے۔ قرآن کی زبان میں اسی کا نام تخلیق ہے اور اس سے بھی انکار ناممکن ہے کہ جس نے اسے وجود بخشا ہے وہی اس کی پرورش بھی کر رہا ہے پرورش کرنے والا اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتا لیکن پرورش کا ایک منظم اور مربوط نظام جو کائنات کے ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہے وہ کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے اور وہیں سے اس یقین کو روشنی ملتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی پروردگار ضرور ہے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ پروردگاری تو ہر طرف نظر آ رہی ہو لیکن کوئی پروردگار موجود نہ ہو۔

اسی کے ساتھ یہ ضابطۂ عقل واخلاق بھی نظر میں رکھئے کہ جو کسی چیز کو وجود بخشتا ہے اور اس کی پرورش و پرداخت کرتا ہے حق ملکیت بھی اسی کو حاصل ہوتا ہے اور یہ دعویٰ محتاج ثبوت نہیں ہے کہ جو مالک ہوتا ہے اطاعت کی گردن بھی اسی کے آگے جھکتی ہے کیونکہ یہ بدترین قسم کی اخلاقی رذالت ہے کہ مالک کوئی اور ہو اور حکم کسی اور کا مانا جائے۔ دوسرے لفظوں میں اس مفہوم کو یوں سمجھئے کہ تخلیق کے بعد پرورش کا مرحلہ آتا ہے اور پرورش ہی کے نتیجے میں ملکیت کا حق ثابت ہوتا ہے اور جب کسی کے لئے ملکیت کا حق ثابت ہو گیا تو اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حکم کس کا مانا جائے اور اطاعت کی گردن کس کے آگے جھکائی جائے۔

اسی مفہوم کو قرآن حکیم نے سورۂ **الناس** کے اندر صرف تین لفظوں میں واضح کیا ہے۔ ﴿**رب الناس**﴾ انسانوں کا پروردگار ﴿**ملك الناس**﴾ انسانوں کا بادشاہ اور مالک ﴿**اله الناس**﴾ انسانوں کا معبود ۔۔ یہ نکتہ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان تینوں کلمے کی یہ ترتیب صرف آیت ہی کی ترتیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر عقلی استدلال کی ترتیب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق و پروردگار ہے اس لئے وہی سب کا مالک بھی ہے۔ اور جب وہی سب کا مالک تو وہی سب کا معبود بھی ہے اور چونکہ اس کے

علاوہ اس کائنات میں نہ کوئی دوسرا خالق و پروردگار ہے نہ کوئی دوسرا مالک ہے اس لئے کوئی دوسرا معبود بھی نہیں ہے۔ اکیلا وہی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ یہی وہ دعویٰ مع دلیل ہے جسے پورے قرآن کے اندر مختلف پیرایئے میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق و پروردگار ہے اس لئے وہی سب کا مالک ہے اور جب وہی سب کا مالک ہے تو عبادت و بندگی کا مستحق بھی وہی ہے۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ﴾ (اے حبیب عرض کیجیے میں پناہ لیتا ہوں سب انسانوں کے پروردگار کی سب انسانوں کے بادشاہ کی سب انسانوں کے معبود کی)۔

عام آدمی کی نگاہ فقط ان نعمتوں تک محدود رہتی ہے جو اس کی ظاہری نشو و نما میں ممدو معاون ثابت ہوں اگر اسے کھانا اچھا مل جائے' رہنے کے لیے آرام دہ مکان میسر آجائے' اس کی روزمرہ کی ضروریات آسانی بلکہ فراوانی سے پوری ہوتی رہیں تو وہ مطمئن اور مسرور ہو جاتا ہے۔ معاشی حوائج کی سرحد سے آگے جھانکنے کی اس کو کبھی نہ خواہش ہوتی ہے اور نہ اس میں ایسی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے **﴿رب الناس﴾** (لوگوں کا پروردگار) کے کلمات سے اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا کہ تمہیں ایسی ذات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا جارہا ہے جو تمہاری جملہ ضروریات کا کفیل ہے جس کی مہربانی سے تمہاری زندگی محرومیوں اور مایوسیوں سے پاک ہو جائے گی تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔

لیکن تمام انسانوں کے حوصلے یہاں تک محدود نہیں ہوتے' بعض چاہتے ہیں کہ عدل وانصاف کی بالادستی ہو' کسی پر ظلم نہ کیا جائے' کسی کو اس کے جائز حقوق سے محروم نہ کیا جائے۔ اگر کوئی ظالم بننے کی کوشش کرے یا کسی کا حق غصب کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی تمام وجاہتوں اور شوکتوں کو بالائے طاق رکھ کر انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ یہ کام ایک بااختیار سلطان اور طاقتور حاکم ہی انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو بتایا کہ جس کی پناہ لینے کا تمہیں درس دیا جارہا ہے وہ صرف تمہاری معاشی ضروریات

کا کفیل ہی نہیں بلکہ وہ بادشاہ اور فرمانروا بھی ہے۔ اس کا حکم ہر وقت ہر جگہ ہر چیز پر نافذ ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ وہ عادل اور منصف ہے کسی پر جبر و تشدد اس کا شیوہ ہی نہیں' اس قسم کے لوگوں کو ایسے عظیم سلطان کا تعارف ﴿**ملك الناس**﴾ کے کلمات سے کرایا گیا تا کہ ان کا اضطراب دور ہو جائے۔ تیسرے اور اعلیٰ قسم کے وہ لوگ ہیں جو محض اس لیے اس سے محبت کا دم بھرتے ہیں محض اس لیے اس کے دامن عاطفت کے سایہ کے طلب گار ہیں کہ وہ ان کا معبود ہے وہ بھوک برداشت کر سکتے ہیں وہ محرومیوں پر راضی برضا رہ سکتے ہیں وہ طاغوتی قوتوں کے ہر تیر ستم کے سامنے خوشی سے اپنا سینہ تان سکتے ہیں ان کے ہونٹ صرف شکایت سے بھی آشنا نہیں ہوتے وہ فقط اس لیے اس سے پیار کرتے ہیں کہ وہ معبود برحق ہے وہ ان کا خداوند کریم ہے ایسے لوگوں کے لئے ﴿**اله الناس**﴾ کے مبارک کلمے ذکر کیے گئے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کی ان تینوں صفات کمالیہ سے پہچان لیتا ہے تو وہ اسی کی جناب میں فریاد کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار اے ملکوت السموات والارض کے حقیقی فرمانروا۔ اے مجھ جگر سوختہ اور دل خستہ کے عشق و مستی کے مرکز! مجھے ہر قسم کے شیاطین کی چیرہ دستیوں سے بچا۔ ان کی وسوسہ اندازیوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت عطا فرما اور اس نحیف و نزار مسافر کی دستگیری کر اور اسے اس کی منزل تک پہنچا۔ جب یہ سعادت اسے حاصل ہوتی ہے تو اس کی اولوالعزمی کی شان قابل دید ہوا کرتی ہے۔ حضرت ہاجرہ سے شیطان آکر کہتا ہے جانتی ہے ابراہیم علیہ السلام تیرے لخت جگر کو آج نہلا دھلا کر اسے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہے؟ ہاجرہ نے کہا: پاگل تو نہیں ہو گئے' کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے؟ پھر وہ باپ جس کو پیرانہ سالی میں چاند سے حسین تر بچہ نصیب ہوا ہو' اُس نے کہا اس کے خدا نے اسے حکم دیا ہے کہ اپنے بچے کو ذبح کر دے۔ یہ سُن کر ہاجرہ نے بڑی بے نیازی سے کہا' اگر میرے رب کا حکم ہے تو ایک اسماعیل کیا لاکھوں اسماعیل اس کی رضا کے لیے قربان کیے جا سکتے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی حالت ہوتی ہے جنہیں رب کریم اپنی پناہ میں لے لیا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ (البقرۃ/۱۶۳) اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی بہت رحمت والا مہربان ہے۔

یہ آیت قرآن حکیم کی عظیم ترین آیتوں میں سے ہے اس کے پہلے ٹکڑے میں توحید کا ثبوت دوسرے میں شرک کی نفی اور تیسرے میں دونوں کی دلیل ہے یعنی جب اسی کی وسیع رحمت پر تمہارے وجود تمہاری بقا اور نشو ونما اور تمہارے آرام وراحت کا دارومدار ہے تو اس کے علاوہ اور کون ہے جو الہ یا معبود بننے کا حقدار ہو۔

شان نزول: ایک بار کفار نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کی صفتوں کا ذکر کیجئے تا کہ ہم اس میں اور اپنے معبودوں میں فرق کرسکیں' اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اس کی ذات اور عام صفتوں کا ذکر ہے یہ آیت ذات وصفات کے بیان میں اول درجہ کی ہے بلکہ ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم دو آیتوں میں ہے ایک تو یہی ہے دوسرے ﴿الٓمّٓ ۚ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (خزائن العرفان)

اے لوگو۔ حقیقی مستحق عبادت وہ ایک ہی معبود ہے کہ جس میں کسی لحاظ سے شرکت کا احتمال نہیں' وہ ہر طرح ایک اور اکیلا ہے اس کا کوئی ہمسر وساتھی نہیں' تمہیں یہاں اور وہاں نعمتیں دیتا ہے' واحد تو مخلوق وخالق سب پر بولا جاتا ہے مگر احد مطلق خدا کے سوا کسی پر نہیں بولتے۔ واحد حقیقتاً وہ ہے جس کا کوئی جز نہ ہو اور کٹ بٹ نہ سکے۔ ایک انسان کو بھی اسی لئے ایک کہتے ہیں کہ اس میں سے کٹ کر دو انسان نہیں نکل سکتے۔ ہاں ہاتھ پاؤں وغیرہ اجزاء نکلیں گے مگر وہ انسان ہیں۔ اور جہاں رب کی صفت ہو اس سے مراد ہوتا ہے کہ وہ ذات وصفات وافعال میں اکیلا اور بے مثل کہ نہ اس کے اجزاء اور نہ وہ کسی کا جز ء' نہ اس میں کثرت اور زیاتی اور نہ وہ کثرت میں' نہ وہ کسی کی حقیقت' نہ اس کی کوئی حقیقت' وہ ماہیت وغیرہ سے پاک۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور سچا معبود نہیں' لہذا اسی کو جانو' اسی کو پہچانو' اسی سے ڈرو' امید رکھو اس کے سوا غیر کی عبادت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ایک ہے یعنی اپنے وجود ازلی وابدی میں ایک ہے وہ اس وقت بھی موجود تھا جب کوئی چیز موجود نہ تھی اور اس وقت بھی موجود رہے گا جب کوئی چیز موجود نہ رہے گی اس لئے

وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو واحد کہا جائے ۔ لفظ واحد یہ تمام حیثیتیں توحید کی ملحوظ رہیں ۔

اللہ تعالیٰ کثرت سے پاک مگر صفات سے خالی نہیں ۔ اس کی صفتیں بے شمار ہیں انھیں میں سے ہے **الرحمن الرحیم** ۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت غضب پر غالب ہے ۔ دیکھو رب نے اپنی معرفت **بسم اللہ** **الحمدللہ** میں اور یہاں رحمت سے کرائی نہ کہ غضب وقہر سے' رحمت رب تعالیٰ کی صفات اصلیہ ہے ۔ قہر وغضب ہماری بدکاریوں کی بناء پر' اسی لئے رب تعالیٰ بغیر کسی عمل کے جنت تو عطا فرمادے جیسے مسلمانوں کے فوت شدہ بچے یا دیوانہ مگر بلاقصور کسی کو دوزخ نہ دے گا ۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو تبلیغ کرتے وقت رب کی رحمتوں کا ذکر زیادہ کریں ۔ جب وہ ضد کریں تو اس کے قہر وغضب کا ذکر کریں ۔ دیکھو رب نے اول تبلیغ میں اپنی رحمت کا ذکر فرمایا' نرمی سے امید دلا کر تبلیغ کرنا دل میں اثر کرتا ہے ۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ﴾
(الزخرف/۸۴) وہی اللہ ہے جو آسمان والوں کا معبود ہے اور زمین والوں کا معبود ہے اور وہ حکمت والا ہے علم والا ہے ۔

آسمانوں میں بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے اور زمین میں بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے ۔

﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ (العمران/۶۲) اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ غالب حکمت والا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کو معبود تسلیم کرنے کی ایک وجہ جواز اس کا غلبہ اور حکمت ہے ۔ مقصد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی غالب قوت نہیں رکھتا تو پھر اس کی صفت غلبہ کی بنا پر اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے ۔

﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (النحل/۲۲) تمہارا خدا (بس) خدائے واحد ہے ۔

اللہ وحدہ لاشریک ہی تمہارا معبود ہے جس کی قدرت' جس کی ربوبیت عامہ' جس کی ہمہ دانی اور ہمہ بینی کے متعدد شواہد تم دیکھ چکے ہو۔اس کے علاوہ زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہاری معبود بن سکے۔ اے مسجود ملائک' اے مخدوم مہر و ماہ' تجھے کیا ہوگیا کہ تو اپنے محسن و منعم حقیقی کا بندہ بننے کے بجائے اپنے ادنیٰ خادموں کی چاکری بلکہ بندگی پر ناز کرنے لگا۔ اے خودفراموش ! فطرت کے آئینہ میں اپنے جمال جہاں افروز کو تو دیکھ۔

﴿اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (نساء/۱۷۱) صرف ایک اللہ عبادت کا مستحق ہے۔

اس فرمان میں عیسائیوں کی تمام بکواس کی مکمل تردید ہے یعنی ہستی میں کوئی معبود نہیں سوا اس اللہ کے جو۔۔ذاتاً' صفۃً' قدرۃً ایک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے' نہ بیوی بچے اولاد نہ اُس کی صفات کا کسی میں حلول' غرض کہ واحد سے مُراد ذاتاً' صفۃً استغناء ہر طرح واحد ہے کثرت کی انتہا وحدت پر ہوتی ہے عبودیت میں کثرت ہے الوہیت میں وحدت۔ اگر وہاں بھی کثرت ہو تو وہ کسی اور وحدت پر ختم ہوگی اور پھر الہ۔۔الہ نہ رہے گا' نیز اگر الہ چند ہوں کہ وہ مل کر ایک دوسرے کی مدد سے عالم بنائیں' عالم چلائیں (نعوذ باللہ) جیسے چند کاریگر مل کر مکان بناتے ہیں پھر چند گھر والے مل کر گھر چلاتے ہیں۔ اس صورت میں ان سے کوئی الٰہ نہ رہے گا کہ الٰہ وہ جو غنی ہو' عبد وہ جو محتاج ہو۔۔اور اگر ایک الٰہ ہی خالق ہے تو باقی الٰہ بیکار ہیں ۔۔ نیز اگر ایک الٰہ دوسرے الٰہ کو راضی کرلے' خلق وغیرہ کرے ان کی بغیر رضا نہ کر سکے تو پھر محتاج ہوا' محتاج الٰہ نہیں۔ الوہیت کے لئے وحدانیت ضروری ہے اس ایک کلمہ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ نے مسئلہ حل فرمادیا۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (البقرہ/۲۵۵) اللہ (وہ ہے کہ) جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔وہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔

اللہ ذات باری کا علم (نام) ہے اور یہ لفظ ان تمام صفات کا جامع ہے جو متعدد صفاتی ناموں میں الگ الگ پائی جاتی ہیں فرمایا کہ وہ ذات پاک ہے جس کا نام اللہ ہے صرف

وہی معبود برحق ہے اس کے بغیر اور کوئی نہیں جو عبادت کئے جانے کے لائق ہو۔ اللہ تعالی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ موت اور فنا کے نقص سے بہت پاک اور نہایت بلند ہے۔ کائنات کی ہر چیز کی تخلیق نشو ونما اور بقاء کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

معبود سے مراد لائق عبادت ہے نہ کہ وہ جس کی عبادت ہوتی ہو' کیونکہ رب تعالی معبود ازلی ہے اور مخلوق حادث۔ جب کوئی عابد نہ تھا اس وقت اس کی معبودیت میں کمی نہ تھی۔ رب کی تمام صفات کا یہی حال ہے چنانچہ وہ ہمیشہ سے رزاق' سمیع' بصیر ہے۔ اگرچہ مرزوق' سموع' مبصر' حادث ہیں۔۔ اللہ تعالی رزاق ہے خواہ کوئی اس سے روزی لے یا نہ لے۔ آفتاب چمکانے والا ہے کوئی اس سے چمکے یا نہ چمکے۔

﴿ **الٓمّٓ ۚ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ** ﴾ (آل عمران/۲) اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ زندہ اور قائم ہے۔

یہ سورت آل عمران کی پہلی اور دوسری آیت ہے یعنی اس سورت کا آغاز توحید سے ہوتا ہے وہ اللہ جس نے قرآن پاک نازل کیا' وہی اصل میں معبود صادق ہے' اس لئے صرف اس کی عبادت کی جائے۔ اس آیت میں بھی صفت حی القیوم کی بناء پر یہ دعوت دی گئی ہے کہ کلمہ توحید پر ایمان لاؤ اور صرف ایک خدا کی عبادت کرو۔ ﴿ **لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ** ﴾ دعوی ہے کہ اللہ تعالی کے بغیر کوئی معبود (عبادت کے لائق) نہیں اور **الحی القیوم** اس کی دلیل ہے یعنی معبود تو وہ ہو سکتا ہے جو **الحی** ہمیشہ سے زندہ ہو اور ہمیشہ تک زندہ رہنے والا ہو' جو **القیوم** ہو یعنی ہر چیز اپنے وجود بقاء اور اپنی نشو ونما میں اس کی محتاج ہو اور یہ صفات اللہ تعالی ہی کی ذات میں پائی جاتی ہیں' اسی لئے صرف وہی معبود ہے۔ عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ ان مختصر الفاظ سے ان کی تردید کر دی گی کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں تو ان کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ عیسائیوں کی تردید کے ساتھ تمام مشرک قوموں کے عقیدہ کا بطلان بھی ہو گیا جو کسی مخلوق کو الہ بنائے ہوئے ہیں۔

﴿**شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾ (ال عمران ۱۸) اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس کے گواہ ہیں اور وہ عدل سے انتظام رکھنے والا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے جو عزت والا حکمت والا ہے

دنیا کی سب سے بڑی اور اہم شہادت توحید کی شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اپنی وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے اس کے علاوہ اس کی معصوم مخلوق فرشتے اور اہل علم اس واضح سچائی کے گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اپنی توحید پر شہادت کے متعلق علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **بین وحدانية بنصب الدلائل الدالة عليها وانزال الايات الناطقة بها** ۔یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کتاب کے ہر صفحہ پر اپنی توحید کے ایسے روشن اور اٹل دلائل ثبت فرمادئے ہیں جن سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کر سکتا اور اس کے علاوہ اس نے اپنی کتابوں میں توحید کے مسئلہ کو یوں مدلل بیان فرمایا ہے کہ شک شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ۔قرآن کریم ہر مناسب موقع پر علم کی عظمت اور اہل علم کی شان بیان کر کے اپنے ماننے والوں کو علم حاصل کرنے کی رغبت دلاتا ہے یہاں بھی توحید کے گواہوں میں اہل علم کا شمار کر کے ان کی عزت افزائی فرمادی۔ شام کے علمائے یہود میں سے دو عالم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انھوں نے مدینہ منورہ کو دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ نبی آخر الزماں (ﷺ) کے شہر کی یہی صفت ہے جو اس شہر میں پائی جاتی ہے جب آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے تو انھوں نے حضور ﷺ کی شکل مبارک اور اخلاق کریمہ توریت کے مطابق دیکھ کر حضور ﷺ کو پہچان لیا اور عرض کیا کہ آپ محمد ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ہاں۔۔ پھر فرمایا کیا آپ احمد ہیں؟ فرمایا' ہاں۔۔عرض کرنے لگے ہم ایک سوال پیش کرتے ہیں اگر آپ نے اس کا ٹھیک جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ فرمایئے کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑی گواہی کون سی ہے۔ اس پر آیت کریمہ ﴿**شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾ نازل ہوئی جسے سن کر وہ

دونوں مسلمان ہو گئے (خزائن العرفان روح المعانی) غرض کہ یہ لوگ کہیں سے آئے تھے اور کہیں جا رہے تھے راستہ میں ایمان وعرفان بھی مل گیا اور صحابیت بھی میسر ہو گئی۔

خدا کے دین کا پوچھئے موسیٰ سے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر خود رب تعالیٰ نے گواہی دی کہ آسمانی کتابوں میں اس کا اعلان فرمایا۔ نیز عالم کے ذرہ ذرہ میں اس کے دلائل قائم فرما دیئے۔ تمام چیزیں کتابوں سے پڑھیں جاتی ہیں مگر توحید وہ مضمون ہے جس کے لئے کسی خاص کتاب کی ضرورت نہیں' عالم کا ہر ذرہ اس مضمون کی کتاب ہے۔ امام رازی کے سامنے ایک بڑھیا نے اپنے چرخہ سے رب کی ہستی بھی ثابت کی اور اس کی توحید کے لئے اس کا چرخہ توحید کی کتاب بن گیا۔ سارے فرشتوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دی۔ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں ان کی یہ عبادت توحید کی گواہی ہے۔ اور وہ انبیائے کرام سے عرض بھی کرتے ہیں کہ اللہ ایک ہے نیز عام علماء جو عدل وانصاف کے ساتھ قائم اور متقی و پرہیزگار ہیں وہ بھی توحید الٰہی کے گواہ ہیں کہ خود اسے مانتے اور لوگوں سے منواتے ہیں۔ غرض ہر نیک بندہ یہ ہی پکار رہا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عقل کہتی ہے کہ مطاع بہت سے ہو سکتے ہیں مگر معبود ایک ہی چاہئے کیونکہ ادنیٰ چیزیں لاکھوں ہو سکتی ہیں مگر سب سے اعلیٰ جس پر چیزوں کا مدار ہو ایک ہی چاہیئے۔ درخت میں شاخیں پتے بہت ہیں مگر جڑ ایک' ہمارے جسم میں پانی و دیگر اعضاء بہت مگر دل ایک ہی ہے۔ آسمان پر تارے بہت مگر سورج ایک۔ ملک میں رعایا بہت مگر بادشاہ ایک' تو چاہیئے کہ مطاع بہت ہوں مگر معبود ایک۔۔ وہ ہی سب پر غالب ہے کہ سب اس کے مقابل عاجز اور وہ ہی حکمت والا کہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

فضلیت : ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس کے گواہ ہیں اور وہ عدل سے انتظام رکھنے والا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے جو عزت والا حکمت والا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آیتہ الکرسی .... شھد اللہ ... قل اللّٰھمّ مالک الملک ... پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرماتا ہے اور جنت میں جگہ دیتا ہے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرما دیتا ہے جن میں سے کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے۔ (روح المعانی ویلمی)

آیتہ الکرسی :

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (البقرۃ/۲۵۵)

اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ خود زندہ ہے' سب کو زندہ (قائم) رکھنے والا ہے' نہ اُس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند' اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو سفارش کر سکے اس کے پاس بغیر اُس کی اجازت کے' جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے۔ اور وہ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اُس کے علم سے مگر وہ جتنا چاہے۔ اُس کی کرسی نے زمین و آسمان کو سما رکھا ہے اور نہیں تھکاتی اُسے زمین و آسمان کی حفاظت' اور وہی سب سے بلند عظمت والا ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۚ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۚ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (آل عمران/۲۶)

یوں عرض کرو۔ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت سے معلوم ہوا کہ جو شخص **شَهِدَ اللّٰه** .. کی تلاوت کے بعد یہ کہے کہ جس کی رب نے گواہی دی اس کی میں بھی گواہی دیتا ہوں **انا علیٰ ذلك من الشهدين** تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے فرمائیں کہ میرے بندے نے ایک عہد کیا ہے اور میں عہد پورا کرنے والوں میں سب سے زیادہ ہوں' اس لئے میرے بندے کو جنت میں داخل کردو۔ (طبرانی روح المعانی' ابن کثیر)

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ عرفات میں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو اس کے بعد فرمایا **وانـا علیٰ ذلك مـن الشهدين يـارب** یعنی اے پروردگار میں بھی اس پر گواہ ہوں (ابن کثیر)

جو کوئی سوتے وقت یہ آیت کریمہ پڑھ لیا کرے تو رب تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرماتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (مدارک)

﴿**هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۚ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۚ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾
(الحشر/۲۲-۲۴)

اللہ وہ تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' جاننے والا ہر چھپی ہوئی اور ہر ظاہر چیز کا' وہی بہت مہربان' ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سب کا بادشاہ' نہایت مقدس' سلامت رکھنے والا' ایمان بخشنے والا' نگہبان' عزت والا' ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا' متکبر ہے پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں وہی اللہ سب کا خالق' سب کو پیدا کرنے والا' (سب کی مناسب) صورت بنانے والا' سارے خوبصورت نام اسی کے ہیں۔ اُس کی تسبیح کر رہے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہی عزت والا' حکمت والا ہے۔

ان آیات میں صفات جلیلہ حمیدہ کاملہ کا بیان ہو رہا ہے یعنی جس خداوند کی عبادت

اطاعت اور فرمانبرداری کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے وہ خدا کن کن صفات کمال سے متصف ہے۔ سب سے پہلے اس کی شان توحید بیان کی گئی' وہی خدا ہے وہی معبود ہے اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں جو خدائی کے تخت پر جلوہ فرما سکے۔ کوئی ایسی ہستی ہے ہی نہیں جو عبادت وپرستش کے لائق ہو۔ اگر کسی چیز میں کوئی کمال یا کمالات پائے جاتے ہیں تو اس میں نقائص وعیوب کی بھی کمی نہیں' اگر کوئی اور نقص نہ ہو تو اس نقص سے تو اس کے سوا کوئی بھی منزہ نہیں کہ وہ ممکن ہے یعنی پہلے نہیں تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور پھر نہیں ہوگا۔

صفات توحید بیان کرنے کے بعد اس کی صفت علم کا ذکر فرمایا کہ اس کا علم ادھورا اور ناقص نہیں بلکہ وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو تم سے چھپی ہوئی ہیں اور ان کو بھی جانتا ہے۔ جو ظاہر ہیں ماضی بھی اس کے سامنے ہے مستقبل بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ رحمٰن ورحیم بھی ہے اس کی رحمت بے انداز ہے۔ دنیا وآخرت میں اپنے اور بیگانے سب اس کے خوان نعمت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو ان صفات وکمالات سے متصف ہے جن کو ان احمقوں نے خدا کا شریک بنا رکھا ہے کیا ان میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں یا ان میں سے کوئی ایک خوبی پائی جاتی ہے جب ان کمالات کا ان میں شائبہ تک نہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس لئے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان معبودان باطل سے پاک ہے جنھیں یہ نادان اس کا شریک بناتے ہیں۔ ترمذی میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو صبح کے وقت تین مرتبہ **اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم** اور اس کے بعد تین مرتبہ سورۂ حشر کی یہ تین آخری آیتیں **ھو اللہ الذی لاالہ الاھو** سے آخر سورت تک پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اگر اس دن میں وہ مر گیا تو شہادت کی موت حاصل ہوگی اور جس نے شام کو یہی کلمات تین مرتبہ پڑھ لئے تو یہی درجہ اس کو حاصل ہوگا (تفسیر مظہری)

﴿لَاتَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ (بنی اسرائیل/۲۲) مت ٹھہراو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود۔

یہاں مخاطب عام انسان ہے یا خطاب حضور ﷺ کو ہے اور مراد حضور ﷺ کی امت دعوت ہے یعنی دنیا وعقبیٰ کی سرخروئی اور رستگاری کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل یقین ضروری ہے۔ اگر کسی اور کو اس کی ذات کی طرح قدیم اور واجب مان لیا۔ اگر کسی کے متعلق یہ تسلیم کیا کہ اس کی صفات بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ (علم قدرت) وغیرہ کی طرح ذاتی اور قدیم ہیں تو وہ جان لے کہ اس نے اپنی بربادی کا سامان فراہم کرلیا۔ کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے محروم ہوجاتا ہے اور جو بدنصیب اس کی نگاہ رحمت سے محروم ہوجائے اس کی پھر کون دستگیری کرسکتا ہے اسی لئے اس آیت میں صراحتاً ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ بناؤ ورنہ تم ذلیل ورسوا ہوجاؤ گے۔

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (ال عمران/۶۴) اے محبوب ﷺ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب' ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنالے پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

یہودیوں اور نصرانیوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس کلمہ کی طرف آؤ یعنی اس مقصد کی طرف آؤ جس کے لئے مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے اور یہی دعوت جو تمام انبیاء نے دی ہے۔ اہل کتاب بمقابلہ مشرکین ودیگر کفار کے اسلام سے قریب تھے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اس کی کتابوں وغیرہ کو مانتے تھے نیز مدینہ منورہ واطراف مدینہ میں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کہ یہ لوگ اہل علم بھی تھے اور اولاد

انبیاء بھی۔ ان کے اسلام قبول کر لینے سے دوسروں کے ایمان لے آنے کی قوی امید تھی اس لئے اس آیت میں خصوصی طور پر اہل کتاب ہی کو دعوت اسلام دی گئی کہ یہ ذریعہ اشاعت اسلام ہے لہٰذا ارشاد ہوا کہ اے محبوب ﷺ آپ سارے اہل کتاب سے یوں خطاب کریں کہ اے اہل کتاب' ایسے دین کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے۔ جس میں نومسلم اور پرانے مسلم' امیروزیر' بادشاہ فقیر' چھوٹے بڑے' کالے گورے' آقا غلام ۔۔کا کوئی فرق نہیں اور جو افراط وتفریط سے خالی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم رب کے سواء کسی کو نہ پوجیں' انبیاء اولیاء اللہ سب کو اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھیں' ان میں سے کسی کو معبود نہ بنالیں اور کسی کو خدا کا شریک نہ سمجھیں' نہ بتوں کو نہ چاند سورج کو نہ صلیب کو نہ کسی اور شئی کو نیز کوئی کسی کو خدا کے سواء اپنا رب اور احکام کا مالک نہ بنائے' علماء صلحاء سب کو دین کا پیروکار سمجھیں۔ خیال رہے کہ انسان کے سواء تمام جاندار چیزیں رنگ' شکل' بولی' غذا میں برابر ہیں۔ ہر جگہ کے کوے بکری مینڈک کی غذائیں بولی شکل وصورت میں کوئی فرق نہیں۔ انسان ہی وہ مخلوق ہے جو نہ زبان میں متفق ہے نہ غذا میں' نہ شکل وشباہت میں' نہ لباس میں۔ ان بکھیروں کو ایک کرنے والا اور ان سب کو ایک جگہ جمع کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہ اسلام ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ﴿ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ اگر وہ لوگ اس سے بھی منہ موڑیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے اور صلیب کی پرستش کرنے اور اپنے پادریوں کو احکام کا مالک ماننے پر ضد کریں تو آپ ان سے کہہ دو کہ تم یہاں بھی گواہ بن جاؤ اور آخرت میں بھی گواہی دینا کہ ہم مخلص مسلمان ہیں چونکہ اہل کتاب میں یہ تینوں حرکات تھیں کہ وہ صلیب کی پرستش بھی کرتے تھے' عیسیٰ علیہ السلام وحضرت مریم کو خدا کا شریک بھی ٹہراتے تھے کہ انھیں رب کا بیٹا' بیوی مانتے تھے اور اپنے پادریوں کو مالک احکام بھی سمجھتے تھے۔ اس لئے یہاں تبلیغ میں ان تینوں چیزوں کا ذکر ہوا۔ قیامت وفرشتوں وغیرہ کا ذکر نہ ہوا کہ یہ چیزیں تو وہ مانتے ہی تھے۔ کسی کافر کو مسلمان کرتے وقت اس کے کفریات سے توبہ کرانا ضروری ہے۔ دہریے سے یہ کہلوایا جائے گا کہ خالق ہے' مشرک سے کہلوایا جائے گا کہ خالق ایک ہے' مرزائی سے

کہلوایا جائے گا کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ عیسائی سے کہلوایا جائے گا کہ حضرت عیسٰی ومریم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اہل کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آپس میں کیوں جھگڑتے ہو کہ یہودی کہتے ہیں وہ یہودی تھے اور عیسائی کہتے ہیں وہ عیسائی تھے۔ ذرا تو سوچو کہ یہودیت توریت آنے کے بعد بنی اور نصرانیت نزول انجیل کے بعد ظہور میں آئی اور ابراہیم علیہ السلام ان دونوں سے بہت پہلے گذرے کہ آپ کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار سال اور عیسٰی علیہ السلام سے تین ہزار سال پہلے ہے (روح المعانی) پھر وہ یہودی یا عیسائی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کتاب آنے سے پہلے اس کی پیروی کرسکتا ہے؟ تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنی موٹی بات سمجھ سکو' نہ وہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ حنیف ومسلم تھے۔ اسلام ان کی ملت کے موافق ہے اگر تم ان کی پیروی چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ اس آیت میں وہ پیغام ہے جو حضور ﷺ سلاطین روم وشام وفارس وغیرہ کو بھیجتے اور اس کے ذریعہ انھیں دعوت اسلام دیتے تھے چنانچہ آپ نے قیصر شاہ روم کو جو فرمان نامہ بھیجا اس کا مضمون یہ تھا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے شاہ روم حرقل کی طرف ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت قبول کرے۔ اے شاہ روم میں تجھے دعوت اسلام دیتا ہوں اسلام لے آ سلامت رہے گا۔ اسلام لے آ تجھے اللہ تعالیٰ دگنا اجر دے گا اور اگر منہ پھیرلے گا تو تجھ پر پیشواؤں کا گناہ ہوگا پھر **یـاهل الكتب** سے **مسلمون** تک آیت متحریر فرمائی۔ جب یہ فرمان شاہ روم حرقل کے پاس پہنچا تو اس نے حضور ﷺ کے حالات دریافت کئے اور بولا کہ اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان کے پیر دھوتا' بعض روایت میں ہے کہ ان کے قدم چومتا مگر سلطنت کے خوف سے ایمان نہ لایا۔ اسی عظمت کی برکت سے اس کی سلطنت باقی رہی مگر کسریٰ شاہ فارس نے فرمان نامہ چاک کردیا اس کا انجام یہ ہوا کہ اسی رات وہ قتل کیا گیا اور آتش پرستوں کی سلطنت کا قیامت تک کے لئے خاتمہ ہو گیا اور ان کی جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (النساء ۸۷) اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں جمع

کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا معبود ہونا بالکل حق اور سچ ہے کیوں کہ اس کے دعوے کی حقیقت قیامت کے روز معلوم ہوگی جس دن انصاف سے جزا یا سزا دی جائے گی مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سب سے بڑھ کر حق اور سچ ہے اس لئے اس کا کلمہ بھی برحق ہے۔

الـــــــہ وہ جو لائق عبادت ہو' وہ وہی ہے جو غنی و بے نیاز ہو' دوسرے اس کے حاجتمند ہوں' وہ سب سے بے نیاز **اللـــہ الصمد** ۔لہذا اگر چہ بندے کو بھی اللہ تعالیٰ کے نام اور کام عطا ہوتے ہیں مگر بندہ محتاج ہے لہذا بندہ ہے۔ رب بے نیاز ہے لہذا **الـــہ** ہے۔ بندہ سمیع بصیر علیم ورحیم رؤف وغیرہ ہے۔ بعض بندے علم وقدرت والے ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرتے' بیماروں کو شفا بخشتے ہیں' بارش پر ان کا قبضہ ہے' دور ونزدیک سے سنتے ہیں جیسا کہ قرآنی آیات اس پر شاہد ہیں ...... مگر ہیں بندے۔۔ کیونکہ وہ ان صفات میں رب کے قبضہ میں ہیں لہذا وہ بندے ہیں الــہ نہیں' اللہ تعالیٰ اپنی ان تمام صفات میں مستقل ہے' بے نیاز ہے لہذا وہ **الــہ** ہے۔ مدار الوہیت بے نیازی ہے جو کسی بندے کو بے نیاز مانے وہ مشرک ہے اور جو رب تعالیٰ کو نیازمند مانے وہ مشرک ہے جیسے کفار عرب۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (یونس/۳)

یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب' پس اس کی بندگی کرو' تو کیا تم غور نہیں کرتے۔

کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور پھر اُسے اللہ تعالیٰ ہی چلا رہا ہے اور یہ ہے اصل معبود کی نشانی کہ جس نے اسے تخلیق کیا وہی اس کا کارساز ہے اور جو حقیقی کارساز ہو تو صرف اسے حق حاصل ہے کہ اسے معبود تسلیم کر کے اس کی عبادت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ساری قدرتوں اور حکمتوں کا مالک' ہر چھوٹے اور بڑے کام کو اپنے اختیار اور مرضی سے سرانجام دینے والا' جس کے حضور میں بلا اجازت کوئی لب کشائی کی جرات بھی نہیں کرسکتا' وہ ہے تمہارا پروردگار اور تمہارا معبود۔ جب ایسا کوئی نہیں تو اسے چھوڑ کر کسی کی عبادت کیوں کی جائے۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (طٰہٰ/۸)

اللہ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسی کے ہیں سب اچھے نام۔

اس آیت سے پہلے یہ بیان ہوا ہے کہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو زمین کے اندر ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور جو باتیں انسانوں کے دلوں میں ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس دلیل کی بناء پر یہ کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب اچھے نام اسی کے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔ بے شک وہی الہ ومعبود ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے وہ پاکیزہ اور پیارے نام جو اس کی صفات کمال پر دلالت کررہے ہیں اسی کو زیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام بہت ہیں کیونکہ اس کے صفات بہت۔ نام صفات کے مظہر ہیں۔ نیز بندوں کی حاجات بہت ہیں لہذا اس کے نام بھی بہت تا کہ ہر حاجتمند اپنی حاجت کے مطابق نام سے پکارے۔

﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ/۱۴) بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طویٰ کی مقدس وادی میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے موسیٰ یہاں جوتے اتار کر آؤ کیوں کہ میں نے تمہیں پسند کرلیا ہے یعنی اپنا رسول بنادیا ہے اور اس حقیقت پر خوب یقین کرلو کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس میری عبادت کرو اور مجھے یاد کرنے کے لئے نماز قائم کرو۔

اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ نماز ادا کرو تا کہ میری یاد کی لذت سے تم لطف اندوز ہوسکو اور دوسرا معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم میری حمد وتمجید کرو اور مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا اس توجیہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ تم نماز ادا کرو تا کہ میں تمہیں یاد کروں" جس طرح دوسری آیت میں ہے ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ پس تم مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا۔

مسئلہ: اگر انسان بھول جائے اور نماز ادا نہ کر سکے یا سوگیا اور جب آنکھ کھلی تو نماز کا وقت

گزر چکا تھا تو جب اسے یاد آئے اور جس وقت وہ بیدار ہوا اسی وقت وہ نماز ادا کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے یا نماز کے وقت سو گیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس وقت اسے یاد آئے اسی وقت نماز ادا کرے (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانبیاء/۸۷) اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیروں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے' پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا (کنز الایمان)

اور یاد کرو ذوالنون (مچھلی والے نبی۔ یونس علیہ السلام) کو جب وہ چل دیا غضبناک ہو کر (اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالی سے ناراض ہو کر چل دیئے بلکہ اللہ تعالی کے لئے وہ اپنی قوم سے ناراض ہوئے کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور اتباع حق سے کیوں دور بھاگتے ہیں) اور یہ خیال کیا کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے (اس معاملہ میں ہم اس پر سختی نہیں کریں گے یعنی عتاب نہ فرمائیں گے) پھر اس نے پکارا اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاک ہے تو بیشک میں ہی قصورواروں سے ہوں (ضیاء القرآن)

(اگر یہ لفظ 'ظالم' نبی کے لئے کوئی دوسرا کہے تو کافر ہوگا۔ اُن کا اپنے متعلق یہ عرض کرنا کمال ہے۔ یہاں ظلم کے معنی خلاف اولیٰ کام کا سرزد ہو جانا ہے کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے کسی حکم الٰہی کی خلاف ورزی نہ کی تھی' آپ سے یہ خطاء اجتہادی ہوئی کہ آپ نے رب کے حکم کا انتظار نہ فرمایا اور نینوا بستی سے روانہ ہو گئے بحر روم میں پہنچے)

حضرت یونس علیہ السلام اہل نینوا کی طرف ہی بنا کر بھیجے گئے تھے آپ نے انھیں بہت سمجھایا لیکن ان کی ہٹ دھرمی بڑھتی ہی گئی عرصہ دراز تک جب تبلیغ و ارشاد کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا تو آپ اُن سے مایوس ہو گئے۔ اس لیے کہ یہ خداوند عالم کو نہیں مانتے اور اس کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ آپ کا دل غصہ سے بھر گیا آپ اذن الٰہی کے بغیر وہاں سے

ہجرت کر گئے ۔ راستہ میں دریا تھا کشتی میں سوار ہوئے' جب کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی تو ہچکولے کھانے لگی ملاحوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا کہ کشتی میں ضرور کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنے مالک سے بھاگ آیا ہے اور اسی کی نحوست کی وجہ سے کشتی ڈوبنے لگی ہے جب آپ نے یہ سنا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اعتراف کیا کہ وہ میں ہوں چنانچہ آپ کو دریا میں پھینک دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ کشتی میں سواریاں زیادہ تھیں جب کشتی ڈوبنے لگی تو باقی سواریوں کے بچانے کے لیے ایک آدمی کو دریا میں پھینکنا ناگزیر معلوم ہوا' تین بار قرعہ اندازی کی گئی ہر بار آپ کا ہی نام نکلا' آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی حکم الٰہی سے وہاں ایک بڑی مچھلی منہ کھولے کھڑی تھی ۔ اس نے فوراً آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے مچھلی یہ تمہاری خوراک نہیں بلکہ ہم نے تیرے شکم کو ان کے لیے قید خانہ بنایا ہے خبردار اسے کوئی گزند نہ پہنچے' جب آپ کو مچھلی نے نگل لیا تو اس وقت آپ نے اپنے مولیٰ کریم کو ان پیارے الفاظ سے پکارا ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ کوئی معبود نہیں سوا تیرے' پاک ہے تو' بیشک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اس کی وحدانیت اور سبوحیت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے کی التجا کو قبول فرمایا۔ چالیس دن کے بعد مچھلی نے کنارے پر آ کر آپ کو اگل دیا۔ یہ دعائیہ کلمات بارگاہ الٰہی میں اتنے مقبول ہوئے کہ فرمایا کہ ہم اہل ایمان کو غم واندوہ کے اندھیروں سے یونہی نجات دیتے ہیں۔

امام احمد وترمذی اور دیگر محدثین سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

دعوة ذی النون اذا دعا ربه وهوفی بطن الحوت لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ لم یدع بها رجل مسلم فی شیئی الا استجاب له یعنی حضرت ذی النون کی وہ دعا جو مچھلی کے شکم میں انھوں نے کی تھی جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا اللہ تعالےٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

حاکم نے ایک اور ارشاد نبوی اس طرح نقل کیا ہے: **الا اخبرکم بشئی اذ انزل باحد منکم کرب اوبلاء فدعابه الا فرج الله عنه قیل بلیٰ یارسول الله.** حضور ﷺ نے اپنے

صحابہ سے پوچھا کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں کہ جب تمہیں کوئی غم اور مصیبت لاحق ہو اور تم اس سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرو تو اللہ تعالےٰ تمہاری مشکل آسان فرمادے۔ صحابہ نے عرض کی' اے اللہ کے رسول ضرور ارشاد فرمایئے' حضور ﷺ نے یہی دعا ارشاد فرمائی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہا) سے قضائے حاجات کے لیے نفل پڑھنا بیان فرمایا ہے۔ قارئین کے فائدہ کے لیے ان کی ترتیب بھی لکھی جاتی ہے۔

مجھ کو میرے والد مرشد نے اجازت فرمائی ہے کہ انسان حاجات مشکلہ کے برآنے کے واسطے چار رکعتیں پڑھے' پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿**لَآ اِلٰـــــهَ اِلَّآ اَنْـــتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ**﴾ کو سو بار پڑھے' دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد **رَبِّ اِنِّـیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ** سو بار پڑھے' تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد **وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ** سو بار' چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ کے **قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ** پھر سلام پھیر کر سو بار یہ کہے **رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ**۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ چاروں آیتیں اسم اعظم ہیں کہ انکے وسیلے سے جو سوال کیا جائے اور جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ** اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوئی۔ اسی دعا کی برکت سے آئی آفتیں ٹل جاتی ہیں مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فرمایا ﴿**فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ**﴾ یعنی اس دعا کی برکت سے ہم نے انھیں بھی غم سے نجات دی اور قیامت تک مسلمانوں کو بھی اس کی برکت سے نجات دیا کریں گے (مرقات)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زبان سے نکلی ہوئی دُعا بہت تاثیر والی ہوتی ہے۔

الله. اللھم .لاالہ الاانت .لاالہ الاھو اسم اعظم ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالی کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں۔ مگر بعض نام اعظم یعنی بڑے ثواب و تاثیر والے ہیں۔ بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام خلوص دل اور عشق ومحبت سے لیا جائے وہی اسم اعظم ہے یہی امام جعفر صادق کا قول ہے۔

وظیفہ آیت کریمہ : ﴿لَآاِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

کوئی معبود نہیں سوا تیرے' پاک ہے تو' بیشک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔

رب تعالی کا اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الہیہ (اللہ تعالی کے ناموں) کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا۔

آیت کریمہ کی محافل ومجالس کا انعقاد باعث خیروبرکت اور دائمی نجات کا ذریعہ ہے انشاءاللہ اس محفل کی برکت سے آفتیں مصیبتیں اور پریشانیاں ٹل جائینگی۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ﴾ (المؤمنون/١١٦)

تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے

وہ لوگ جو زندگی کو بے مقصد خیال کرتے ہیں اللہ تعالی نے ان لوگوں کی اس سوچ کا جواب دیا ہے کہ زندگی بے مقصد نہیں ہے بلکہ زندگی کا مقصد کلمہ کو تسلیم کرکے اس پر عمل پیرا ہونا ہے تو اللہ تعالی نے اس طرح کے لوگوں کو تنبیہ کی کہ زندگی کو بے مقصد خیال نہ کرو اور جو زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کرے گا وہ آخرت میں اللہ تعالی ہی کی طرف لوٹ کر جائے گا جہاں اسے کلمہ تسلیم نہ کرنے کی سزا دی جائے گی۔ تم اپنے محدود فہم کے باوجود کوئی عبث اور فضول کام نہیں کرتے۔ تم نے آخر یہ کیسے خیال کرلیا کہ اللہ تعالی نے تمہیں بے مقصد اور عبث پیدا کردیا ہو' وہ عبث کام کرنے سے بھی پاک ہے اور وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس کا کوئی بیٹا بیٹی ہو جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے۔

﴿وَهُوَاللّٰهُ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (القصص/۷۰) اور وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں' دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دنیا اور آخرت میں اللہ تعالی ہی کا نام ہے اور اسی کا حکم دنیا میں چل رہا ہے اور پھر مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس لئے وہی بندگی کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ مقصد یہ ہوا کہ موت کے بعد جب ہر طرح سے خدا ہی کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر اس دنیا میں بھی اسی کا کلمہ پڑھو اور اسی کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو۔

اس ایک آیت میں اللہ تعالی کی توحید ذاتی اور صفاتی کو بیان کر کے ان کے تمام شکوک اور اعتراضات کا جواب دے دیا۔

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۚ﴾ (القصص/۸۸) اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا نہ پکارو اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز اس کی ذات کے سوا فانی ہے۔

ہر انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو خدا بنا کر مت پکارو' اسی وحدہ لاشریک کی عبادت اور یاد میں زندگی گذار دو' کیوں کہ دنیا میں اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے صرف ایک اللہ تعالی کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لئے اسی کی رضا کے مطابق زندگی گذرانی چاہئے۔

یہ ساری دنیا اپنی جملہ نعمتوں وسعتوں اور کثرتوں کے باوجود فانی ہے عرش وفرش مہر وماہ سب فنا ہو جائیں گے ایک اللہ تعالی کی ذات پاک باقی رہے گی **اِلَّا وَجْهَهٗ** کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے مگر وہ اعمال جو اللہ تعالی کو راضی کرنے کے لئے کئے گئے ہیں انھیں ہی بقاء دوام حاصل ہوگا۔

اللہ تعالی کا ہی حکم ہے جو ہر جگہ نافذ ہے چھوٹی بڑی ہر چیز اس کے فرمان کے سامنے سرافگندہ ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ اور تمھیں یہاں چند روزہ زندگی گزارنے کے

بعد آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں اس طرح وقت گزارو کہ قیامت کے دن جب تم بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوتو تمہاری جبین پر اس کی بندگی کا روشن نشان چمک رہا ہو۔ تمہارا دل اس کی محبت کا بادۂ لالہ فام سے سرشار ہو تمہارا سینہ اس کے نور معرفت سے منور ہو۔ اور جب تم قبروں سے نکلو تو رحمت کے فرشتے تمہارے استقبال کے لئے پرے باندھے کھڑے ہوں اور تمہیں مرحبا اور خوش آمدید کہہ رہے ہوں۔ وجہ عربی میں چہرے کو کہتے ہیں لیکن بطور مجاز اس کا اطلاق ساری ذات پر ہوتا ہے اس لئے یہاں **وجهه** سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات ہے **ای ذاته عز وجل** (روح المعانی)

﴿هَلْ مَنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ (فاطر/۳) کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی زمین و آسمان کا خالق ہے جو تمہیں رزق عطا کرے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں لوٹ کر جا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے یعنی پیدائش سے آخری دم تک اس کے لیئے ہر چیز مہیا کی ہے ان نعمتوں کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری عبادت کرو اور میرا ہی کلمہ پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں' تمہیں بھی اس نے پیدا فرمایا اور تمہارے رزق کے سارے سامان بھی اسی نے پیدا فرمائے۔ تخلیق میں جب اس کا کوئی شریک نہیں تو رزق رسانی میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب خالق بھی وہی ہے اور رازق بھی وہی تو پھر خود انصاف کرو' اور کون ہے جو عبادت کرنے کے لائق ہو؟ ہرگز نہیں۔ سب کہو **لآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ**۔۔ تم کتنے نادان ہو کہ اپنے خالق' رازق اور اپنے معبود حقیقی سے منہ موڑ کر شیطان کی پیروی میں دیوانہ وار دوڑے جا رہے ہو۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (الصفت/۳۵) کفار کا یہ حال ہے کہ بے شک جب انھیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کی عادت بیان کی ہے کہ جب انھیں کہا جاتا ہے کہ شرک چھوڑ کر کلمہ پڑھ لو تو وہ اس دعوت کو تسلیم کرنے کے بجائے اکڑنے لگتے ہیں یہ عادت بہت بُری ہے مقصد یہ ہوا کہ ایک تو کلمہ کی دعوت کو قبول نہ کرنا جرم ہوا اور پھر اس غلطی پر تکبر کرنا مزید بڑا جرم ہے لہٰذا کلمہ حق نہ تسلیم کرنے والوں کے لئے یہ بات نقصان دہ ہے۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان مشرکین کا اپنے بتوں کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ قرآن نے صاف بتا دیا کہ وہ انھیں الہ اور معبود یقین کرتے تھے۔ اگر آج بھی کوئی کسی کو الہ اور معبود سمجھے خواہ وہ بت ہو' درخت ہو' دریا ہو' انسان ہو یا اجرام سماوی میں سے کوئی چیز وہ مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔ آج ہر اس مسلمان کو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی محبت ہو اور اولیاء کرام سے عقیدت ہو اس کو مشرک کہنا ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے۔ ان آیات میں غور کرنے سے ہمیں کفار کے عقائد پر پوری طرح واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ قیامت کے منکر تھے وہ اپنے بتوں کو الہ اور معبود یقین کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے وہ نبی کریم ﷺ کی جناب پاک میں گستاخی کرتے تھے اور حضور ﷺ کو شاعر اور مجنوں کہتے تھے۔ جو لوگ خواہ مخواہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگاتے ہیں اور ان کے متعلق یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے بھی وہی عقاید ہیں جو مشرکین مکہ اور کفار عرب کے تھے وہ ان آیات میں بار بار غور کریں۔ خدا کرے انھیں اپنی اس زیادتی کا احساس ہو جائے اور مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لئے جو وقت' سرمایہ اور علمی قابلیت ضائع کر رہے ہیں اسے وہ مشرکوں' ملحدوں اور دہریوں کو مشرف با اسلام کرنے میں خرچ کریں۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ (الزمر/۶) یہ ہے اللہ تمہارا رب' اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں' پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ انسان کا پروردگار ہے بڑی شان والا ہے عظیم قدرتوں والا ہے بلندی و پستی' بحر و بر' کوہ و دامن' گویا کہ زمین و آسمان ہر جگہ پر اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی

خدانہیں اور نہ ہی کوئی اور عبادت کے لائق ہے۔ اے لوگو ! پھر اللہ تعالی سے منہ موڑ کر کہا ں جاؤ گے۔ اگر کفر وشرک کی راہ نہیں چھوڑو گے تو پھر عبرتناک انجام ہوگا۔ اللہ تعالی کا تم کیا بگاڑ سکتے ہو تم ہر بات میں اس کے محتاج ہو اسے تمہاری قطعا کوئی ضرورت نہیں۔

ہر جگہ ہر حال میں حقیقی بادشاہت اللہ تعالی کی ہے لہذا آیت پر اعتراض نہیں کہ بادشاہت تو بہت انسانوں کو ملی ہے۔ خیال رہے کہ سلطنت' اطاعت' حکم' مدد -- مجازی طور پر بندوں کی بھی ہوسکتی ہے لیکن معبودیت رب کے سوا کسی کی صفت نہیں۔ اس میں مجاز بنتا ہی نہیں۔ بعض لوگ بادشاہ تو ہیں مگر الہ کوئی نہیں۔

﴿حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (المومن ۱/۳) یہ کتاب اُتارنا ہے اللہ تعالی کی طرف سے' جو عزت والا' علم والا' گناہ بخشنے والا' اور توبہ قبول کرنے والا' سخت عذاب کرنے والا' بڑے انعام والا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' اسی کی طرف پھرنا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی کی عظیم صفات کا ذکر کر کے انسان کو اللہ تعالی کی الوہیت کی دعوت دی گئی ہے کہ قرآن مجید' اللہ تعالی کی کتاب ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اللہ تعالی غالب علم والا ہے' گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے' سخت عذاب دینے والا ہے' بڑے فضل وکرم والا ہے۔ ان صفات کی بناء پر اللہ تعالی ہی کو معبود مانا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔

اس قرآن میں عزت بھی ہے' علم بھی ہے۔ قرآن جاننے والا بہترین علم والا ہے' قرآن کی خدمت کرنے والا دنیا وآخرت میں عزت والا ہے۔

جو ذات ان صفات جلیلہ کاملہ کی مالک ہے وہی عبادت کے لائق بھی ہے اس کے سوا نہ کوئی ان صفات جلیلہ سے متصف ہے اور نہ کوئی معبود بننے کی اہلیت رکھتا ہے۔

سب کو اللہ تعالی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس میں اطاعت گذاروں کے لئے خوشخبری اور

عاصی نافرمانوں کے لئے سرزنش ہے علمائے تفسیر نے یہاں بڑا روح افزا اور بصیرت افروز واقعہ بیان کیا ہے ۔اس کا یہاں لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ شام کا ایک آدمی امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا۔ اُس کی پارسائی تقویٰ اور دین کے لیے اس کی حمیت کے باعث آپ اُس کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ شام سے ایک آدمی آیا' آپ نے اُس سے اپنے دوست کی خیریت دریافت کی' اس نے بتایا کہ وہ تو تباہ ہوگیا ہے' شراب پیتا ہے' گانا سنتا ہے اور وہ فسق و فجور کی زندگی بسر کررہا ہے۔ یہ سن کر آپ کو ازحد رنج ہوا' فرمایا جب واپس جانے لگو تو مجھے ملتے جانا' روانگی کے وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا لکھو۔

من عمر بن الخطاب الی فلان سلام علیکم فانی احمد الیك الله الذی لاالہ الا ھو غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ ؕ اِلَيْـهِ الْمَصِيْرُ۔ یہ خط عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ) سے فلاں شخص کی طرف تم پر سلام ہو میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ گناہ معاف کرنے والا' توبہ قبول کرنے والا' سخت عذاب والا۔ بڑی قدرت والا' اس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں' اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

پھر خود بھی اس کی ہدایت کے لیے دعا مانگی اور حاضرین مجلس سے بھی اس کے لئے دعا منگوائی' اور یہ خط اس شخص کو دیا اور فرمایا کہ یہ میرے دوست کو پہنچا دینا۔ جب اس دوست نے خط پڑھا تو اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا' روتا تھا اور خط کو بار بار پڑھتا تھا' یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی' فسق و فجور کی زندگی ترک کرکے اطاعت و انقیاد کی زندگی بسر کرنے لگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی توبہ کی اطلاع ملی تو آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے۔ **ھکذا فاصنعوا اذا رأیتم اخًا لکم زلّ ذلّۃ فسدّدوہ ووفقوہ وادعوا اللہ لہ ان یتوب علیہ ولاتکونوا اعوانًا للشیاطین علیہ** ۔یعنی تم بھی جب اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ راہِ راست سے اس کا قدم پھسل گیا ہے تو اس کے خلاف

شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ یعنی اگر تم اسے برا بھلا کہنا شروع کردو گے اس پر طعن تشنیع کے تیر برسانے لگو گے تو وہ اپنی ضد پر پکا ہو جائے گا اور اسے اپنی عزت نفس کا سوال بنا کر گمراہی میں دور نکل جائے گا۔

سبحان اللہ! دعوت وارشاد اور تبلیغ واصلاح کا کیا حکیمانہ انداز ہے۔(تفسیر ضیاء القرآن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شروع دن میں **آیتہ الکرسی** اور سورۂ مومن کی پہلی تین آیتیں ﴿**حٰمٓ ۚ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۙ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ**﴾ پڑھ لیں وہ اس دن ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا(ابن کثیر)

حضور ﷺ (کسی جہاد کے موقع پر رات میں حفاظت کے لئے) فرمار ہے تھے کہ اگر رات میں تم پر چھاپہ مارا جائے تو تم **حٰم لاینصرون** پڑھ لینا جس کا حاصل حٰم کے ساتھ یہ دعا کرنا ہے کہ ہمارا دشمن کامیاب نہ ہو اور بعض روایات میں حٰم لا ینصر و بغیر نون کے آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم حٰــــم کہو گے تو دشمن کامیاب نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حٰم دشمن سے حفاظت کا قلعہ ہے(ابن کثیر)

حضرت ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ کوفہ کے علاقہ میں تھا میں ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں۔ میں نے ﴿**حٰمٓ ۚ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۙ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ**﴾ پڑھیں۔ اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار کھڑا ہے جس کے بدن پر یمنی کپڑے ہیں اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم **غـــافـرالـذنـب** کہو تو اس کے ساتھ یہ دعا کرو **یـاغـافـرالـذنب اغفرلی** یعنی اے گناہوں کے معاف کرنے والے مجھے معاف کردے اور جب تم پڑھو **قابل التوب** تو یہ دعا کرو **یاقابل التوب اقبل توبتی** یعنی اے توبہ کے قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما۔ پھر جب پڑھو **شدید العقاب** تو یہ دعا کرو

یاشدید العقاب لاتغافنی اے سخت عقاب کرنے والے مجھے عذاب نہ دیجئے اور جب **ذی الطول** پڑھوتو یہ دعا کرو **یاذا الطول طل محلی فجیر** اے انعام واحسان کرنے والے مجھ پر انعام فرما۔

ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو ادھر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا' میں اس کی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا۔لوگوں سے پوچھا کہ ایک ایسا شخص یمنی لباس میں یہاں سے گذرا ہے سب نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے (ابن کثیر)

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ (المومن/۶۲)
وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

اللہ تعالٰی بڑی شان اور قدرت والا ہے اس کی وحدانیت کی شہادت کائنات کا ذرہ ذرہ دے رہا ہے' کیوں کہ ہر چیز کو بنانے والا وہی ہے اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے اس لئے اللہ تعالٰی کو چھوڑ کر اے انسان کدھر جارہا ہے یعنی انسان کو تاکید کی گئی ہے کہ ایمان پر قائم رہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹی بڑی' بُری بھلی چیز کا اللہ تعالٰی خالق ہے۔ جو کسی چیز کا خالق غیر اللہ کو مانے وہ اس آیت کا مخالف ہے جیسے معتزلہ کہ وہ اعمال کا خالق خود بندے کو مانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بُری چیزوں کا پیدا فرمانا برا نہیں۔ شیطان بُرا ہے مگر شیطان کا پیدا کرنا بُرا نہیں' اس میں ہزارہا حکمتیں ہیں۔

﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾
(المومن/۶۵) وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اخلاص کے ساتھ اس کے دین پر کاربند ہو جاؤ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالٰی کی شان کا اظہار کر کے اس بات کی تاکید کی گئی ہے اس کی

بندگی میں رہو اور اسی کا کلمہ پڑھو کیوں کہ ہمیشہ قائم رہنے والا' سب خوبیوں والا اور دنیا کو پالنے والا وہی ہے۔ جب اس کی یہ شان ہے تو اور کون ہے جسے اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس لئے اپنے عقیدہ کی ہر قسم کے جلی و خفی شرک کی آمیزش سے پاک کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو(روح المعانی)

حقیقی زندہ' ہمیشہ سے زندہ' ہمیشہ تک زندہ' صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی مجازی عارضی زندہ ہیں۔ ایسے ہی حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے مجازی کارساز اس کے محبوب بندے ہیں۔

﴿لَآاِلٰـهَ اِلَّا هُـوَ يُـحْـيِ وَيُمِيْتُ ۚ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ (الدخان/۸) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرے اور وہی مارے تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے۔

زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ موجودہ لوگوں کا مالک اور خالق وہی ہے اور اس سے پہلے لوگوں یعنی تمہارے آباواجداد کا بھی وہی پروردگار ہے ایسی باکمال اور ذوالجلال والاکرام ذات پر ایمان نہ لانا نادانی ہے لہٰذا اس کی عبادت کرنی چاہئے۔

یہ حقیقت جب روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ بلندیوں اور پستیوں میں جو کچھ ہے اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اس کا ہر فیصلہ اس کی رحمت کا مظہر ہے اب اس حقیقت سے انکار بھی پرلے درجے کی حماقت ہے کہ۔

لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ بے شک صرف وہی معبود ہے وہی اس کا سزاوار ہے کہ اس کی بندگی اور عبادت کی جائے۔ زندہ کرنا اور مارنا اسی کی شان ہے۔ کان کھول کر سن لو' تمہارا خالق و مالک بھی وہی ہے اور تمہارے آباواجداد کا جن کا نام لے کر تم جیتے ہو' جن کی طرف اپنی نسبت پر تم اتراتے ہو اور جن کی جائیدادوں کے مالک اور وارث ہو' اُن کا خالق اور مالک بھی وہی ہے۔ ایسی باکمال اور ذوالجلال والاکرام ہستی پر ایمان نہ لانا بڑی نادانی ہے۔

﴿وَمَـآ اُمِـرُوْٓا اِلَّا لِيَـعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (التوبہ/۳۱) اور انھیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کلمہ کو بگاڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنادیا' اس کے علاوہ انھوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو بھی خدا کا شریک ٹھہرادیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں تاکید کی کہ تمھیں ایسا کرنے کو تو نہیں کہا گیا تھا بلکہ تمہارے لئے تو یہ حکم تھا کہ ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہ بناؤ۔ مقصد یہ ہوا کہ کلمہ نے جس امر کا تم سے تقاضا کیا تھا اس پر قائم رہتے ہوئے ایک خدا کی عبادت کرو۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (التغابن/۱۳) اللہ تعالیٰ جو معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو مومنوں کو چاہیئے کہ خدا ہی پر بھروسہ رکھیں

مومن کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہے اور توکل کے ساتھ اسے معبود حقیقی ماننا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کئے بغیر نجات نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور اس پر توکل بندۂ مومن کا طرۂ امتیاز ہے اس طرح کہ اگرچہ اسباب پر عمل کریں مگر اعتماد اور بھروسہ صرف رب تعالیٰ پر کریں لہذا بیماری میں علاج کرنا مصیبت میں حکام ظاہری یا حکام باطنی اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا توکل کے خلاف نہیں۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ (المزمل ۹) (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کا مالک ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہے ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس لئے ہر کام میں اس کو اپنا کارساز بنالینا ہی اصل توحید ہے اپنے سارے احوال اپنی ساری ضرورتیں اسی کے سپرد کردو اور یقین رکھو کہ وہ کارسازی فرمائے گا اور دین ودنیا میں سچی کامیابی تمھیں نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کے یہ معنی نہیں کہ کسب معاش اور دفع بلا کے جو اسباب وآلات قدرت حق نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ان کو معطل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو بلکہ حقیقت توکل کی یہ ہے کہ اپنے مقاصد کے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت وتوانائی

اور جو اسباب میسر ہیں ان سب کو پورا استعمال کرو' اعمال اختیار یہ کو کر لینے کے بعد نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جاو (تفسیر مظہری)

توکل کا یہ مفہوم خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے امام بغوی نے شرح السنۃ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روح القدس جبرئیل امین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اپنے مقدر میں لکھا ہوا اللہ تعالیٰ کا رزق پورا پورا حاصل نہیں کرلے گا۔ اس لئے تم خدا سے ڈرو اور اپنے مقاصد کی طلب میں اختصار سے کام لو۔ زیادہ منہمک نہ ہو کہ قلب کی توجہ ساری انہیں مادی اسباب وآلات میں محصور ہو کر رہ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو (تفسیر مظہری) ترمذی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ترک دنیا اس کا نام نہیں کہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرلو یا جو مال تمہارے پاس ہو اُسے خواہ مخواہ اڑا دو بلکہ ترک دنیا اس کا نام ہے کہ تمہارا اعتماد اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو چیز ہے اس پر زیادہ ہو بہ نسبت اس کے جو تمہارے ہاتھ میں ہے (مظہری)

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ﴾ (محمد/۱۹) پس جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو روز 'الست' ہی میں توحید کی معرفت عطا فرما دی تھی اور یہاں ظاہری تاکید فرمائی ہے کہ دنیا والوں کو بتانے کے لئے جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے اور اسی کا پرچار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کے لئے مغفرت مانگنے کا حکم اپنے محبوب کو دیا۔ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی یہ عزت افزائی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ امت کے گناہوں

کے لئے مغفرت طلب کریں اور حضور ﷺ کی ذات پاک وہ شفیع ہے جس کی شفاعت اور دعا مقبول ہے۔ یہ آیت حضور ﷺ کی شفاعت کبریٰ کی دلیل ہے۔

امت مسلمہ کی عزت افزائی ہے کہ وہ ان کی شفاعت فرمانے کا رب تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے تو حضور ﷺ سے کہلوا کر دیتا ہے۔ اُمت کو بخشتا تو خود ہے مگر محبوب سے فرماتا ہے کہ تم شفاعت کرو تا کہ ہم بخشیں۔ کوئی مسلمان حضور ﷺ سے مستغنی نہیں ۔۔ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں ﷺ ۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ (التوبہ/۱۲۹) پھر اگر وہ پھر جائیں تو آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ میرے حبیب ﷺ اگر یہ آپ کی دعوت سے منہ پھیر لیں تو آپ انھیں کہہ دیں کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے جس کے علاوہ کوئی اور بندگی کے لائق نہیں، میں اسی پر بھروسہ کیا اور بڑے عرش کا مالک ہے۔

وظیفہ: ﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ اس پر میں نے بھروسہ کرلیا اور وہ عرش اعظم کا مالک ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جو شخص صبح و شام سات مرتبہ ﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے ہر غم کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (روح المعانی)

اس آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہموم کے لئے کیوں کافی ہو جاتا ہے؟ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ وہ رب ہے عرش عظیم کا۔ اور عرش عظیم مرکز نظام کائنات ہے جہاں سے دونوں جہاں کے فیصلے صادر ہوتے ہیں پس

جب بندہ نے اپنا رابطہ رب عرش عظیم سے قائم کرلیا تو مرکز نظام کائنات کے رب کی پناہ میں آ گیا پھر غموم وہموم کہاں باقی رہ سکتے ہیں ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ جو شخص صبح کو سات مرتبہ ﴿ **حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ** ﴾ پڑھ لےگا' نہیں پہنچے گی اس کو اس دن اور اس رات میں کوئی بے چینی اور نہ کوئی مصیبت اور نہ وہ ڈوبے گا۔ (روح المعانی)

حضرت محمد ابن کعب سے روایت ہے کہ ایک سریہ روم کی طرف روانہ ہوا ان میں سے ایک شخص گر گیا اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی' پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بات پر قادر نہ ہو سکے کہ اس کو اٹھا کر لے جائیں انھوں نے اس کا گھوڑا پاس باندھ دیا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور سامان بھی پاس رکھ دیا اور آگے بڑھ گئے۔ایک مرد غیبی آیا اور پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔کہا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اور میرے ساتھیوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے اس مرد غیبی نے کہا کہ اپنا ہاتھ وہاں رکھو جہاں تکلیف محسوس کر رہے ہو اور پڑھو ﴿**فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ**﴾ پس انھوں نے اپنا ہاتھ وہاں رکھا اور یہ آیت پڑھی اور صحت یاب ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں میں جا پہنچے۔ (روح المعانی)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ﴿ **حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ** ﴾ اس فقیر کے معمولات سے ہے۔ برسوں سے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس آیت کی برکت سے ہم کو خیر کی توفیق بخش اور حق تعالیٰ شانہ خیر الموفقین ہیں۔

فائدہ: اس ورد کے بعد دعا بھی کرے کہ اے اللہ تعالیٰ بہ برکت بشارت حضور ﷺ اس آیت کریمہ کے ورد کے وسیلہ سے ہماری دنیا و آخرت کی تمام فکروں کے لئے آپ کافی ہو جایئے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا اوربھی خدا ہوتے تو نظام عالم تباہ ہوتاتھا

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ (الانبیاء/۲۲) اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو زمین وآسمان میں ہرطرف فساد پھیل جاتا۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ جوعرش کا رب ہے ان تمام نازیبا باتوں سے جو وہ کرتے ہیں۔

فساد اس لئے پھیلتا کہ ہر خدا اپنی اپنی چلاتا' اس کے نتیجے میں نہ گردش لیل ونہار کا یہ نظم باقی رہتا' نہ سورج کے طلوع وغروب اور موسموں کی تبدیلیوں میں یکسانیت برقرار رہتی' اور نہ توالد وتناسل کے نظام میں کوئی ہم آہنگی نظر آتی' اس طرح اس کائنات کا سارا نظام تکوین ہی درہم برہم ہوکر رہ جاتا۔ قرآن مجید کی اس دلیل کا مدعا یہ ہے کہ آج جو کائنات کے ہر گوشے میں تمہیں معنوی نظم وضبط' علم وقدرت کی مضبوط گرفت تکوینی نظام میں ہمہ گیر ہم آہنگی اور ہر وقت اور ہر جگہ نتائج عمل کے ظہور میں یکسانیت نظر آتی ہے وہ صرف اس لیئے ہے کہ ساری کائنات میں صرف ایک ہی علیم وخبیر حکیم وقدیر قادر وجبار اور ایک ہی خالق پروردگار کی حکمرانی ہے اور یہ اسی خدا کا فرمان ہے کہ ﴿ **لن تجد لسنة الله تبديلا** ﴾ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام میں کوئی تبدیلی تم ہرگز نہ پاؤگے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کی یہ ناقابل تردید دلیل ہے انسان اس میں جتنا غور وفکر کرے اتنا ہی اللہ تعالےٰ کی توحید پر اس کا یقین محکم اور ایمان پختہ ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کے باوجود اتنی سہل اور عام فہم ہے کہ ایک سادہ لوح دیہاتی بھی اس کو سمجھ سکتا ہے اور اپنے دل کو نور یقین سے منور کرسکتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایک ملک کے دو فرمانروا ہوں جن کے اختیارات مساوی ہوں تو اس ملک میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑکیں گے اور اس کی ساری رونقیں خاک سیاہ بن کر رہ جائیں گی۔ اگر ایک ہی لشکر کے دو جنرل ہوں تو وہ فوج

کسی میدان میں تم کرنہیں لڑ سکے گی ۔ یہ ایسی بات ہے جسے ہر لکھا پڑھا بھی جانتا ہے
اور ایک ان پڑھ دیہاتی بھی جس کی عمر سیاسی ہنگاموں سے دور جنگلوں میں گزری ہو'
اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی ملک میں کسی قوم نے اپنے دو ایسے حکمران مقرر کیے
ہوں جو قوت وطاقت اور اختیار میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں لیکن اگر آپ اس آیت
میں مزید غور کریں تو آپ کو اس دلیل کی گہرائی اور گیرائی کا مزید اندازہ ہوگا۔ پہلے آپ یہ
سمجھے کہ الہ (خدا) کون ہوسکتا ہے۔ الــہ وہ ہوسکتا ہے جو واجب الوجود ہو' اپنے موجود
ہونے میں کسی خالق کا محتاج نہ ہو نیز جو تمام صفات کمال سے متصف ہو اور جملہ نقائص
وعیوب سے پاک ہو۔ جو خدا اپنے موجود ہونے میں کسی غیر کا دست نگر ہو اس کو الہ کہنا مذاق
نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ خدا جس میں کئی خوبیاں اور کمالات مفقود ہوں اور جس میں طرح
طرح کے عیب پائے جاتے ہوں ایسی ہستی کو بھی خدا کہنا عقل ودانش کی سب سے بڑی
توہین ہے۔ اب جب ہم نے عقل سلیم کی روشنی میں یہ فیصلہ کرلیا کہ خدا وہ ہے جو واجب
الوجود ہو اور تمام کمالات سے متصف اور تمام عیوب سے پاک تو اب ذرا سوچیے کہ
اگر ایک سے زائد خدا مان لئے جائیں تو ان کی باہمی حیثیت کیا ہے۔ اگر سارے ناقص ہیں
اور کائنات کے پیدا کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت کے محتاج ہیں تو ان میں سے ایک
بھی اس قابل نہ ہوا کہ اسے خدا کہا جائے کیونکہ جو خود محتاج ہو وہ کسی کی حاجت روائی
کیا کرے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک کامل قدرت کا مالک ہے اور دوسرے اس کی امداد
کے محتاج ہیں تو جو کامل ہے اسے کیا پڑی ہے کہ اس بدیع اور حیران کن نظام عالم کی تخلیق
میں دوسروں کو شریک کرتا پھرے جو وہ بلا شرکت غیرے انجام دے سکتا ہے اور اگر سب
یکساں قوت اختیار اور ارادہ کے مالک ہیں تو ان میں باہمی اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے
اور جب ایک خدا دوسرے خدا سے ٹکرائے گا تو کائنات کی دھجیاں اڑ جائیں گی اور اگر یہ
فرض کرلیا جائے کہ سب نے آپس میں مصالحت کرلی ہے اور باہمی اتفاق سے سارا نظام چل
رہا ہے تو کیا حوادث عالم کے رونپذیر ہونے میں سب کی قوت صرف ہورہی ہے یا ایک کی۔
اگر ایک کی صرف ہورہی ہے تو دوسرے بیکار ہونگے۔ اور یہ بھی اچھے خدا ہوئے کہ طاقت

تو ہے لیکن بخیل کی دولت کی طرح بیکار و بے مصرف اور اگر سب کی قوت وارادہ سے ہر کام انجام پا رہا ہے تو پھر دریافت طلب امر یہ ہوگا کہ سب علحدہ اس کام کو کر سکتے ہیں یا نہیں' اگر نہیں کر سکتے تو عاجز و ناتوان ہوئے' جو شان خداوندی کے خلاف ہے اور اگر ہر ایک کر سکتا ہے اور پھر سب مل کر کرتے ہیں تو یہ بھی قوت وارادہ کی بے جا نمائش اور ضیاع ہے جو حماقت کی دلیل ہے غرضیکہ اگر الہ کا مفہوم ذہن نشین ہو اور پھر اس آیت طیبہ میں غور کیا جائے تو عقل وفہم کی دنیا میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ۔ علامہ اسمعیل حقی نے کیا خوب لکھا ہے کہ اگر ایک بدن میں دو روح اور ایک نظام شمسی میں دوسرا آفتاب نہیں سما سکتا تو اس جہاں بالا و پست میں بھی اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے علاوہ اور کوئی دوسرا خدا نہیں سما سکتا (روح البیان) (تفسیر ضیاء القرآن)

سورۃ الاخلاص (سورۃ توحید)

اس سورۂ مبارکہ کے بہت سے نام ہیں جو اس کی عظمت شان اور مقام رفیع پر دلالت کرتے ہیں۔

سورۂ توحید: کیونکہ اس میں عقیدۂ توحید کو بڑی جامعیت اور دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ نجات: اس کے ذریعہ انسان کو کفر وشرک کی آلودگیوں سے نجات حاصل ہوتی ہے نیز عذاب جہنم سے بھی رستگاری کا ذریعہ ہے۔

سورۂ مقشقشہ: تقشقہ کہتے ہیں بیماری سے شفایاب ہو جانا۔ اس سورت کے ذریعے کیونکہ کفر وشرک کے مرض سے شفا نصیب ہوتی ہے اسی لیے اس مقشقشہ کہا گیا۔

سورۂ الاساس: کیونکہ ایمان وعمل کا قصر رفیع توحید کی بنیادوں پر تعمیر ہوتا ہے اس کے بغیر اعلیٰ سے اعلیٰ عمل بھی بے معنی اور بے سود ہے۔

سورۂ المانعہ: یہ اپنے قاری کو عذاب دوزخ سے بچالیتی ہے۔

سورۃ النور: اس کی ضیاء پاشیوں سے مومن کے دونوں جہاں روشن ہوجاتے ہیں۔ اس کے ذہن اور اس کے دل دونوں میں اُجالا ہوجاتا ہے۔

سورۃ الامان : اس سورت پر ایمان رکھنے والے کو خداوندذوالجلال کے قہروغضب سے امان مل جاتی ہے۔

سورۃ الاخلاص : اس سورت کے متعدد ناموں میں سے یہ اس کا مشہور ترین نام ہے کیونکہ توحید خالص کا مضمون پوری فصاحت سے اس میں مذکور ہے گویا یہ نام اس سورت کے لیے بطور علامت مستعمل نہیں ہوا بلکہ اس کے مضامین و مطالب کا ایک جامع عنوان ہے۔

سامنے پیش کرتے ہیں جن سے اس کے مکی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

مضامین: اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ کے بارے میں جس قسم کی غلط فہمیاں نوع انسانی کے کسی حلقہ میں پائی جاتی تھیں ان تمام کا ازالہ یہ سورت نازل کرکے کردیا۔ بعض کہتے تھے کہ یہ عالم قدیم ہے۔اس کا کوئی خالق اور مبداء نہیں' اپنی محیرالعقول بوقلمونیوں اور بے عدیل باہمی نظم وضبط کے ساتھ یہ خودبخود معرض وجود میں آگیا ہے۔ یہ کہنے والے یونان کے قدیم فلسفی ہوں یا عصر حاضر کے ملحد دانشور ہوں' مصر اور بابل کے ترقی یافتہ تمدنوں کے بانی ہوں یا وحشی قبائل سب غلط کہتے ہیں۔ بتادیا اس کائنات کا خالق ہے۔ اور ہے بھی وہ **وحده' لاشريك -- قل هوالله احد۔**

بعض قومیں ذات خداوندی کو تسلیم کرتی تھیں لیکن اس کی صفات کاملہ کا عرفان انہیں نصیب نہیں ہوا تھا' اس لئے شکوک وشبہات کی وادیوں میں صدیوں سے بھٹک رہی تھیں باقی آیات سے ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کردیا اور انہیں کفروشرک کے اندھیروں سے نکال کر معرفت الٰہی کی روشنی میں پہنچادیا۔

یہی مسئلہ توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ تمام انبیاء ورسول یہی سبق لوگوں کو ذہن نشین کرانے کے لیے تشریف فرما ہوئے ہیں۔خاتم النبین رحمۃ اللعالمین ﷺ کی بعثت کا مقصد وحید بھی یہی تھا۔

فضیلت و اہمیت : اس سورۂ پاک کی فضیلت و اہمیت اس کے مضمون سے عیاں ہے لیکن بطور تبرک زبان رسالتماب ﷺ سے بھی اس کی عظمت شان کا تذکرہ سنیئے:

(۱) عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها ان النبی ﷺ بعث رجلا علی سریته فکان یقرأ لاصحابه فی صلوته ویختم بقل هوالله احد . لمارجعوا ذکروا ذلك للنبی ﷺ فقال سلوه' لای شیئی یصنع ذلك فسألوه فقال لانها صفة الرحمن وانا احب ان اقرأبها وقال النبی ﷺ اخبروه' ان الله تعالیٰ یحبّه

(بخاری ۔مسلم) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر کسی مہم پر روانہ کیا ۔ ان کا یہ معمول تھا کہ جب وہ جماعت کراتے' ہر رکعت کی قراء ت کے اختتام پر سورۂ اخلاص تلاوت کرتے ۔ واپسی پر لشکریوں نے اس بات کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا ۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کیا کرتا ہے ۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا' اس سورت میں خداوند رحمٰن کی صفت ہے اس لیے میں اس کی تلاوت کو محبوب رکھتا ہوں ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اُسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو محبوب رکھتا ہے ۔

(۲) عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال کان رجل من الانصاریؤمهم فی مسجد قباء فکان کلما افتتح سُورة یقرأبها لهم فی الصلوٰة ممن یقرأ به افتتح بقل هوالله احد حتی یفرغ منها ثم کان یقرأ سورة اخری معها. .وقال رسول الله ﷺ یافلان مایمنعك ان تفعل مایامرك به اصحابك وما حملك علی لزوم هذه السورة فی کل رکعة قال انی احبها قال حبّك ایّاها ادخلك الجنة (بخاری) حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک انصاری مسجد قبا میں انصار کی امامت کیا کرتے تھے ان کا یہ دستور تھا کہ وہ سورت پڑھنے سے پہلے سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتے' اُن کے مقتدیوں نے انہیں کہا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں یا سورہ اخلاص پڑھا کیجئے یا کوئی دوسری سورت' انہوں نے کہا میں تو ایسا ہی کروں گا اب آپ کی مرضی ہو تو جماعت کراتا ہوں اور اگر

آپ کی مرضی نہ ہوتو کسی دوسرے کو اپنا امام مقرر کر لیجئے۔ اُن کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے لوگ کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا پسند نہ کرتے تھے چنانچہ اس کا تذکرہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے مقتدی جس طرح کہتے ہیں تم ایسا کیوں نہیں کرتے اس نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ مجھے اس سورت سے بڑا پیار ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اسکی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے۔

اگر چہ یہ سورت صرف چار آیات پر مشتمل ہے لیکن اپنی عظمت شان کے باعث اس کو ایک بار پڑھنے سے دس پاروں کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

(۱) عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ احشدوا فانی ساقرأ عليكم ثلث القرآن فحشدمن حشد ثم خرج فقرأ قل هوالله احد .... ثم دخل ۰۰۰ فقال انی قلت ساقرأ عليكه ثلث القرآن الاوانها تعدل ثلث القرآن۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک روز صحابہ کو حکم دیا کہ اکٹھے ہو جاؤ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا' چنانچہ لوگ جمع ہو گئے۔ حضور تشریف لائے سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائی اور حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ کہنے لگے حضور ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا اور آپ صرف ایک سورت سنا کر تشریف لے گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے واپس آ کر فرمایا کہ میں نے تمہیں یہی کہا تھا کہ میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا۔ کان کھول کر سن لو یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(۲) عن ابی سعيد قال رسول الله ﷺ لاصحابه ايعجز احدكم ان يقرأ ثلث القرآن فی ليلة فشق ذٰلك عليهم قالو اينا يطيق ذٰلك يارسول الله ﷺ فقال الله الواحد الصمد ثلث القران۔ ایک روز حضور ﷺ نے صحابہ کو فرمایا کیا تم ایک تہائی قرآن ہر رات تلاوت نہیں کر سکتے' انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا **قل هوالله احد** الخ قرآن کی ایک تہائی ہے اس سورت کو قرآن کریم کی ایک تہائی کہنے کی کئی وجوہات علمانے ذکر کی ہیں۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ قرآن میں تین چیزوں پر پوری توجہ صرف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت

پر ایمان، رسالت پر ایمان اور روز قیامت پر ایمان ۔۔ اس سورت میں توحید کا ذکر کیا گیا ہے جو ان تین چیزوں میں سے ایک ہے اس لئے اُسے قرآن کی ایک تہائی فرمایا گیا۔

اس بابرکت سورت کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جب دامن طلب پھیلایا جاتا ہے وہ کریم اسے خالی واپس نہیں کرتا۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه انه دخل مع رسول الله ﷺ المسجد فاذا رجل یصلی یدعو یقول اللهم انی اسألك بانی اشهد ان لااله الاانت الاحد الصمد الذی لم یلدولم یولد ولم یکن له کفوا احد قال والذی نفسی بیده لقد سأله باسمه الاعظم الذی اذا سُئل به اعطیٰ واذا دُعی به اجاب۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں حضور کریم ﷺ کی معیت میں مسجد میں داخل ہوا، وہاں ایک شخص نماز پڑھ کر دعا مانگ رہا تھا اور عرض کر رہا تھا **اللهم انی اسألك بانی اشهد ان لااله الاانت الاحد الصمد الذی لم یلدولم یولد ولم یکن له کفوا احد** یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس شخص نے اپنے رب سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے جب بھی اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا ہے وہ عطا فرماتا ہے اور جب بھی دعا کی جاتی ہے وہ قبول کرتا ہے۔

روی انه دخل المسجد فسمع رجلایدعو ویقول أسألك یاالله یااحد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد فقال غفر لك غفر لك غفر لك ثلاث مرات (تفسیر کبیر)

ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک شخص کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا وہ عرض کر رہا تھا **أسألك یاالله یااحد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد** یہ سن کر حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: اے شخص تجھے بخش دیا گیا، اے شخص تجھے بخش دیا گیا، اے شخص تجھے بخش دیا گیا۔

روی انه کان جبرئیل علیه السلام مع الرسول علیه الصلوٰة والسلام اذا اقبل ابوذرالغفاری ۔ قال جبرئیل هذا ابوذر قد اقبل وقال علیه الصلوٰة

والسلام او تعرفرنه قال هواشهرعندنا منه عندكم . قال عليه الصلوٰة والسلام بماذا قال هذه الفضيلة قال لصغره فی نفسہ وکثرة قراء ته قل هو الله احد (تفسیر کبیر) ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگئے ۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یہ ابوذر ہیں جو آرہے ہیں ۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیاتم ملائکہ ابوذر کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے زیادہ ہمارے ہاں مشہور ہیں ۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کس وجہ سے انہیں یہ فضیلت ملی ہے ۔ انہوں نے عرض کی' ایک تو یہ اپنے آپ کو اپنے دل میں چھوٹا سمجھتے ہیں' دوسرا **قل هوالله احد** کی کثرت سے قرأت کرتے ہیں ۔

علامہ ابوعبداللہ الانصاری القرطبی اپنی تفسیر میں اس مقام پر ایک روایت نقل کرتے ہیں ۔ **عن سهل بن سعد الساعدی قال شکا رجل الی رسول الله ﷺ الفقر وضيق المعيشة فقال له رسول الله ﷺ اذا دخلت البيت فسلّم ان کان فيه احد وان لم يكن فيه احد فسلم علے واقراء قل هوالله احد مرة واحدة ففعل الرجل فادرّالله عليه الرزق حتیٰ افاض علے جيرانه .** (القرطبی)

سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں اپنے فقر اور تنگدستی کی شکایت کی ۔ حضور ﷺ نے اُسے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہواگر وہاں کوئی موجود ہوتو اس کو سلام کہواور اگر کوئی موجود نہ ہوتو مجھ پر سلام بھیجواور پھر ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو ۔ اُس شخص نے حسب ہدایت عمل کیا' اللہ تعالیٰ نے اُسے اتنا وافر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو بھی مستفید کرنے لگا ۔

قاضی عیاض شفا شریف میں ان مقامات کا ذکر کرتے ہوئے جہاں رحمت عالم ﷺ پر صلوٰۃ والسلام بھیجنا مستحب ہے رقمطراز ہیں: **وقال عمرو بن دينار فی قوله فاذا دخلته بيوتا فسلّموا علے انفسكم قال ان لم يكن فی البيت احد فقل السلام علے النبی ورحمة الله وبركاته** عمرو بن دینار (جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے اُن سے احادیث روایت کی ہیں) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ضمن میں

فاذا دخلتم (الایۃ) لکھتے ہیں جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوتو اپنے آپ پر سلام بھیجو۔ ابن دینار کہتے ہیں اگر گھر میں کوئی نہ ہوتو کہو السلام علے النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علامہ علی قاری شرح شفا میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: **ای لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام** ۔ یعنی حضور ﷺ کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے اس لیے حضور ﷺ پر سلام عرض کرنا چاہیے۔ (شرح شفا۔ قاضی عیاض جلد۲) (تفسیر ضیاء القرآن)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو پوری سورہ اخلاص دس بار پڑھے گا اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تب تو ہم بہت سے محلات حاصل کریں گے۔ (ترغیب ترھیب ج ۲ ص۴۷۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان غلام اور باندی کسی دن یا رات تین تین سو بار **قل ھواللہ احد** پڑھے تو اللہ تعالی اس کے پچاس سال کے گناہ یقینا بخش دے گا۔ (کنزالعمال)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص عرفہ (نویں ذی الحجہ) کی شام کو ایک ہزار بار سورہ **قل ھواللہ احد** پڑھے گا وہ جو مانگے گا اسے اللہ تعالی مرحمت فرمائے گا یعنی اس کے بعد اسکی ہر جائز مراد پوری کی جائے گی اور ہر دعا قبول ہوگی (ایضا)

اور فرمایا جو پچاس بار سورہ **قل ھواللہ احد** پڑھے گا اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (کنزالعمال)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو روزانہ دوسومرتبہ **قل ھواللہ احد** پڑھے گا اس کے لئے اللہ تبارک وتعالی پندرہ سونیکیاں لکھے گا اور اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیگا لیکن اگر اس کے اوپر قرض ہوتو (وہ معاف نہ ہوگا) جبتک کہ اس کوادا نہ کرے۔ (ترمذی)

فرمایا نبی ﷺ نے کہ جو اپنے گھر داخل ہوتے وقت **قل ھواللہ احد** پڑھتا ہے تو اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں کی غربت کو یہ سورت دور کردیتی ہے۔ (کنزالعمال)

فرمایاﷺ نے جو ہرفرض نماز کے بعد آیت الکری اور **قل هوالله احد** پڑھے گا وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہوگا۔ (درمنثور)

فرمایا ﷺ نے جوکوئی دن رات یادن میں تین بار **قل هوالله احد** پڑھے گا پورے قرآن کے برابر ہوگا۔ (درمنثور)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جوشخص **قل هوالله احد** دوسومرتبہ پڑھے گا اس کو پانچ سوسال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (درمنثور)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو بعد نماز فجر کسی سے بات کرنے سے پہلے دس بار **قل هوالله احد** پڑھے گا۔اس دن کوئی گناہ لاحق نہ ہوگا اور وہ شیطان سے بچا رہے گا۔

بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ **قل هوالله احد** اسم اعظم ہے۔اس کے ساتھ جو دعا کی جائے گی مقبول ہوگی۔ (ابن ماجہ۔ابن اب شیبہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کا ثواب قرآن کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔(بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ آرام فرمانے کیلئے لیٹتے تو دونوں ہاتھ ملاکر سورۂ اخلاص' سورہ فلق' سورۂ ناس پڑھ کر دم کرتے اور بدن کے جس حصہ تک ہاتھ پہنچتے وہاں ہاتھ پھیر لیتے لیکن ہاتھ پھیرنے کی ابتداء سر سے اور چہرے سے ہوتی اور جسم کے اگلے حصہ سے اور اسی طرح تین مرتبہ یہ عمل کرتے تھے(بخاری)

عقبہ بن عامر کہتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر کررہے تھے کہ تیز آندھی نے ہم کو گھیرلیا' حضور ﷺ نے سورۂ فلق وسورۂ ناس پڑھکر دعا مانگنا شروع کی اور مجھ سے فرمایا عقبہ ان دونوں سورتوں کے ذریعہ پناہ مانگ' اس معاملہ میں یہ دونوں سورتیں سب سے بہتر ہیں (ابوداؤد)

حضورﷺ نے ایک روز صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج کی رات ایسی عجیب آیات نازل کی گئی ہیں کہ اس کے مانند آج تک نہ دیکھی گئیں اور وہ آیات **قل اعوذبرب الفلق** اور

قل اعوذبرب الناس ہیں(مسلم)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو بعد نماز جمعہ سات مرتبہ سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق وناس پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک برائی سے بچائے گا۔(درمنشور)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بارش کی رات ہم حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے' جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا صبح شام تین تین مرتبہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھا کرو'یہ ہر بلا کو دفع کرنے کیلئے کافی ہوں گی۔

دونوں کف دست پھیلا کر تینوں قل ایک ایک بار پڑھ کر ان پر دم کر کے سر اور چہرے اور سینے اور آگے پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیر لے سارے بلا وآفت سے محفوظ رہے۔

(اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

اس عمل کے کرنے سے اعضائے جسمانی سست نہیں ہوتے جس دن یہ عمل کیا جائے اعضاء چلنے ٹوٹنے کمزور ہونے سے بچیں' ہاں جس بندے کا امتحان منظور ہو تو صبر کرے کہ امتحان میں کامیابی بلندی درجات کا سبب ہے۔

بچوں کی حفاظت کیلئے یہ عمل خود کریں اور بچوں کے جسم پر ہاتھ پھیر دیں تاکہ بچے ہر بلائے ارضی وسماوی سے بچے رہیں۔ چیچک کے دنوں میں اس کا ضرور خیال رکھیں کہ بچے بدشکل ہونے سے محفوظ رہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے قبرستان سے گذرے اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبر کو بخشے تو اس کو سورۂ اخلاص پڑھنے کا اتنا ثواب ملے گا جتنے کہ اس قبرستان میں مردوں کی تعداد ہے۔(فوائد الکبریٰ)

تلاش معاش کیلئے سورۂ اخلاص مع ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ایک ہزار بار اول وآخر درود شریف سو سو بار پڑھنا عروج ماہ میں مفید ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ' اَللّٰهُ الصَّمَدُ ' لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ' وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

(اے حبیب) فرما دیجیے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اگر آپ اقوام عالم کے مذہبی عقائد کا مطالعہ کریں تو آپ ششدر ہو کر رہ جائیں گے خالق کائنات کے بارے میں بھانت بھانت کی بولیاں سن کر آپ کا دماغ چکرانے لگے گا اور دل ڈوبنے لگے گا۔ بعض نے تو کسی خدا کو ماننے ہی سے انکار کر دیا ہے اُن کے نزدیک یہ جہان رنگ و بو اتفاقاً محض بطور حادثہ پیدا ہو گیا ہے۔ کسی کی حکمت' کسی کے علم' کسی کی قدرت' کا اس میں ذرا دخل نہیں۔ یہ چرخ نیلوفری' یہ کرۂ زمین' اس میں فلک بوس پہاڑ' ان میں ابلتے ہوئے چشمے' رواں دواں ندیاں' ان کے دامن میں رنگین مہکتے پھول اور چبھتے ہوئے کانٹے' شبنم کے قطرے اور سمندروں کی بیکرانیاں خود بخود ظہور پذیر ہو گئیں۔ نیلگوں فضائیں ان گنت ستاروں کے چراغ خود ہی روشن ہو گئے۔ آفتاب و ماہتاب کی تابانیاں کسی خالق کی ندرت تخلیق کا کرشمہ نہیں۔

بعض اقوام ایک خدا کی قائل تھیں مگر ایسا خالق جو علم وحکمت اور قوت تدبیر سے یکسر عاری ہے بعض نے دو اور بعض نے انگنت خدا بنا ڈالے' ان خداؤں کے معاشقوں کی داستانیں بڑی اخلاق سوز ہیں۔ ان میں رقابت کی آگ بھی بھڑکی' انہوں نے ایک دوسرے کی بیویوں کو اغوا تک کیا' ان سے بدمعاشی سے بھی باز نہ آئے' ان کے درمیان خونریز جنگیں بھی ہوئیں' ان کی اولاد بھی پیدا ہوئی غرضیکہ اس سلسلے میں بدتمیزی کا وہ طوفان برپا ہے کہ الامان والحفیظ۔

لطف یہ ہے کہ ان خرافات کو ماننے والے ان پر ایمان رکھنے والے بڑے جوش وخروش سے ان کا پرچار کرنے والے معمولی قسم کے آدمی نہ تھے ان میں فلاسفر بھی تھے' منطقی بھی' ان میں چوٹی کے سائنس دان بھی تھے اور ریاضی دان بھی' کشور فصاحت کے تاجدار بھی تھے اور شاعر بھی' دانش وروں' عقل وفہم کے مجسموں' مذہبی رہنماؤں اور سیاسی قائدوں اور بے نظیر فاتحوں کا ایک جم غفیر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہند' چین' روم' یونان اور مصر جہاں تہذیب وتمدن کے چراغ روشن تھے یہ کیفیت وہاں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب توحید کے علمبردار دعوت حق کے مبلغ اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جس ملک میں تشریف لائے وہاں تو سونے' تانبے' فولاد' پتھر اور لکڑی کے بے شمار خداؤں کی خدائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔

جب اس ہادی برحق نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہوکر **قولوا لا اله الا الله** کا اعلان کیا تو لوگوں کے ذہنوں میں کھلبلی مچ گئی' سوالات واستفسارات کا ایک سیلاب امنڈ آیا' فرمائشوں پر فرمائشیں ہونے لگیں' کوئی کہتا **انسب لنا ربك** ۔ ذرا اپنے رب کا نسب نامہ تو بیان فرمایئے' کوئی کہنے لگا آپ کا رب کس چیز کا بنا ہوا ہے؟ لوہے کا' مٹی کا' پتھر کا' تانبے کا' سونے کا؟ دنیا کی ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مادہ ہے' آخر آپ کے رب کا کیا مادہ ہے؟ کوئی بے تابی سے پوچھ رہا تھا کہ آپ کے رب کی خوراک کیا ہے جس نے تنہا اپنے کاندھوں پر کائنات کی تخلیق اور تدبیر کا بارگراں اٹھایا ہوا ہے وہ کھاتا کیا ہے؟ ان کے ذہنوں کی تنگ دامانی اور ان کے افکار کی کجی عجیب وغریب سوالات کے پیکر میں ظاہر ہو رہی تھی ۔ اُس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ پر یہ سورۂ مبارکہ نازل کی اور اس کی چند آیتوں میں گمراہی کی انگنت صورتوں کا قلع قمع کر دیا۔ ارشاد ہے **قل** اے عبد کامل سب سے بڑی سچائی کا اعلان تو اپنی زبان سے فرما تا کہ کسی کو مجال انکار نہ رہے۔

بسا اوقات کمال بھی حجاب بن جایا کرتا ہے۔ کمالات بھی بے شمار ہیں اور ان سے پیدا ہونے والے حجابات بھی انگنت ہیں۔ کہیں حسن' کہیں قوت' کہیں علم' کہیں دولت' کہیں اقتدار وحکومت اور کہیں جنگی فتوحات کے نقاب حق کے روئے زیبا کو مستور کر دیتے ہیں۔ ان حجابات کو وہی اٹھا سکتا ہے ان نقابوں کو وہی الٹ سکتا ہے جو خود جملہ کمالات سے یوں متصف ہو کہ اس کی نظیر پیش نہ کی جا سکے۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو تمام کمالات کا پیکر رعنا بھیجا ہے اُٹھئے اور اپنی صدائے دلنواز سے نخوت وپندار کے ان بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیجئے ۔ فرعون نے ملک مصر کی حکمرانی سے اپنا دماغی توازن کھو دیا تھا اور خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ تجھے تو میں نے وہ سلطانی عطا فرمائی ہے کہ تیری انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اس بے مثال سلطانی کے باوجود اگر تو یہ کہے گا کہ **لا الہ الا الله** تو کسی حکمران کی یہ مجال نہیں ہوگی کہ وہ اپنی خدائی کا اعلان کر سکے۔ جب تو یہ کہے گا **لا الہ الا اللــــہ** کہ میں باایں ہمہ کمال خدا نہیں بلکہ بندہ ہوں تو کسی کو یہ حق نہ پہنچے گا کہ وہ کسی نبی یا رسول کو خدا یقین کرے' تیرے علم کا بحر بے پیدا کنار' **کان ومایکون** کو محیط ہے۔

تیری نگاہ رسا' اسرارومعارف کی گہرائیوں تک پہنچی ہوئی ہے' اس علم بے پایاں کے باوجود اگر تو یہ کہے گا کہ میں خدانہیں بلکہ اس کا بندہ ہوں' جب تیری زبان سے **لا اله الا الله** کا اعلان ہوگا تو کسی علامہ دہراور فاضل اجل کو جرأت نہ ہوگی کہ اپنی خدائی کا دم بھر سکے۔

آپ کے جدامجد' میرے خلیل نے لوہے کی گرز سے اپنی قوم کے صنم کدے میں سجے ہوئے بتوں کوتوڑ پھوڑ کرر کھ دیا تھا۔اے فرزندِ خلیل ! اُٹھیےاور **قل هو الله احد** کی کہسار شکن ضرب سے افکار ونظریات کے بتکدوں کو پاش پاش کردیجئے تا کہ اس کے بعد کوئی سلیم الفطرت انسان یہ کہنے کی جرات نہ کرسکے کہ تیرے خدا کے بغیر بھی کوئی اور خدا ہے تیرے رب کے بغیر بھی اس جہاں کا کوئی رب ہے تیرے عزتوں والے شانوں والے قوتوں والے حکمت والے ہمہ بین اور ہمہ دان پروردگار کے سوا کوئی اور بھی خدا ہے تیرے لبوں سے حق کی صدا نکلے گی تو زمین کی وسعتیں' فضا کی پنہائیاں' آسمان کی رفعتیں' عرش کی بلندیاں' اس صدائے حق سے گونجنے لگیں گی۔

اللہ تعالی نے جو چاہا وہ پورا ہوکر رہا۔ بطحاء کی سنسان وادی سے اٹھنے والی یہ میٹھی آواز سارے جہاں کی غوغا آرائیوں پر غالب آگئی۔ دین اسلام کا آفتاب کیا طلوع ہوا کہ مذہب باطلہ کے چراغ بےنور ہوگئے۔ اللہ تعالی کی مخلوق آدم کی اولاد کو اپنے خالق ومالک کا صحیح عرفان نصیب ہوگیا۔ حکم ہوا **قل هوالله احد** یعنی آپ ان پوچھنے والوں کو بتادیجئے کہ جس معبود کی طرف میں تمہیں بلارہا ہوں جس کی حریم نازتک میں تمہیں لے جانا چاہتا ہوں وہ تمہارے اندھے بہرے بتوں کی طرح پتھر تانبے لکڑی کا بنا ہوا نہیں ہے وہ اللہ ہے جو احد ہے جو یکتا ہے احد اس ایک کو کہتے ہیں جس کا دوسرا نہ ہو' نہ ذات میں نہ صفات میں' نہ کمالات میں' اس اعلان کے ہوتے ہی سونے' چاندی' لوہے' تانبے' پتھر' لکڑی کے بنے ہوئے جو معبود صدیوں سے خدائی کی مسند پر بڑے کروفر سے براجمان تھے' منہ کے بل زمین پر اوندھے گر پڑے۔

الصمد کی تشریح علماء نے اپنے اپنے ذوق اور انداز فکر کے مطابق کی ہے اس لیے کتب تفسیر میں انگنت اقوال مرقوم ہیں تعبیریں اگرچہ مختلف ہیں لیکن مفہوم سب کا ایک ہے علامہ پانی پتی

ان سب اقوال کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ **وعندی معناه الحقیقی المقصود قال فی القاموس' الصمد : القصد ....لان المقصود علی الاطلاق من یحتاج کل ماعداه الیه ولا یحتاج هو الیٰ غیره فی شیئی من الاشیاء** (مظہری) یعنی میرے نزدیک الصمد کا حقیقی معنی المقصود ہے قاموس میں ہے صمد۔ قصد کرنا اور جو مقصود علی الاطلاق ہوا کرتا ہے ہر چیز اس کی محتاج ہوا کرتی ہے اور کسی بات میں وہ کسی کا محتاج نہیں ہوا کرتا' اسی لیے صوفیائے کرام نے **لا الہ الا اللہ** کا معنی **لا مقصود الا اللہ** بتایا ہے۔ سعد بن جبیر فرماتے ہیں **الصمد : السید هو المقصود الیه فی الرغائب' المستغاث به عندالمصائب** صمد' سب کا آقا' سب کا سردار' انعامات حاصل کرنے کے لیے جس کے دربار کا قصد کیا جائے اور طوفان مصائب میں جس کی جناب میں فریاد کی جائے۔

صرف جاہل اور غیر متمدن اقوام ہی اللہ تعالیٰ کی اولاد تسلیم نہیں کرتی تھیں بلکہ اس گمراہی میں وہ قومیں بھی بری طرح مبتلا تھیں جو انبیاء ورسل پر ایمان لے آئی تھیں اور جن کے پاس آسمانی کتب موجود تھیں۔ اگر عرب کے جاہل مشرک' فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تو یہودی موسیٰ علیہ السلام کی امت اور تورات کے حامل حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے اور عیسائی یسوع مسیح پسر مریم کو بڑے طمطراق سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے۔ اس آیت نے ان سے ان باطل تصورات کو مٹا کر رکھ دیا۔ فرمایا نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے یہ تو فانی اور حادث اشیاء کی خصوصیتیں ہیں' میرا پروردگار لم یزل' لایزال ہے' فناوحدوث سے منزہ اور پاک ہے' انسانوں کی طرح وہ بیٹوں کا محتاج نہیں' ساری مخلوق چھوٹی اور بڑی عزیز اور حقیر جس کے سامنے بندگی کا پٹہ گلے میں ڈالے سر جھکائے کھڑی ہو اس کو کیا ضرورت ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

کفو کہتے ہیں ہمسر کو' جو قدرت' علم' حکمت' اور دیگر صفات میں ہم پلہ اور ہم پایہ ہو۔ اس جہان میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو کسی پہلو' کسی جہت اور کسی انداز سے اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ سب اس کے بندے ہیں اس کی مخلوق ہیں اس کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ اس کے ہر حکم کے سامنے طوعاً یا کرہاً سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں: علماء لکھتے ہیں کہ شرک کبھی عدد میں ہوتا ہے احد کہہ کر اس کی نفی فرمادی' کبھی مرتبہ ومنصب میں ہوتا ہے صمد کہہ کر اس کا بطلان کر دیا' کبھی نسب میں ہوتا ہے **لم یلد ولم یولد** سے اس کا ابطال کر دیا' اور کبھی کوئی کام کرنے اور اثر اندازی میں ہوتا ہے اس کی تردید **لم یکن لہ کفوا احد** سے کر دی۔ توحید کے اسی جامع مضمون کے باعث اس سورت کو سورت اخلاص کہا جاتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

بشریت وعبدیت مصطفیٰ ﷺ

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (کہف/۱۱۰) (اے پیکر رعنائی وزیبائی) آپ فرمایئے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح' وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود تو صرف ایک معبود ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے ہمتا کا ادراک انسان کے بس کا روگ نہیں' نہ اس کے ظاہری حواس میں یہ تاب ہے اور نہ اس کے باطنی حواس میں یہ قوت ہے کہ اس کی حقیقت کو پہچان سکیں۔ عقل انسانی اپنی ترکتازیوں اور بلند و پروازیوں کے باوجود اس کی عظمتوں کے سامنے سرنگوں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں کہ ان آیات بینات میں غور و فکر کیا جائے جہاں اس کی قدرت' عظمت' حکمت و کبریائی کے جلوے چمک رہے ہیں۔ ان آیات میں جہاں پانی کا قطرہ ریت کا ذرہ درخت کا پتہ زمین کی رنگین وسعتیں آسمانوں کی ہوشربا رفعتیں' مہر و ماہ کی خیرہ کن ضیاپاشیاں ہیں وہاں نبی کی ذات بھی ایک ایسا آئینہ ہوتی ہے جہاں دیدۂ بینا کو قدرت الٰہی کے ایسے جلوے نظر آتے ہیں جو اور کہیں دکھائی نہیں دیتے خصوصاً وہ ذات اقدس واطہر جو تجلیات احسانیہ اور انوار رحمانیہ کی ایسی تجلی گاہ ہے کہ عرش عظیم کو بھی اس سے کوئی نسبت نہیں۔ جس کسی کے نیاز آگیں دل اور

محبت بھری آنکھوں نے حسن مصطفوی کو جتنا جانا، جس قدر پہچانا اور جس قدر چاہا اتنا ہی اُسے عرفان خداوندی نصیب ہوا۔

لیکن ہر انسان کا مزاج یکساں نہیں ہوتا، بعض لوگ اتنے اُکھڑ اور بد دماغ ہوتے ہیں کہ وہ حسن و جمال کے ان پیکروں کے لیے اپنے دل میں قطعاً کوئی کشش محسوس نہیں کرتے بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور انھیں حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان کے برعکس بعض طبیعتیں اتنی غلط اندیش اور اُن کی عقلیں اتنی اوندھی ہوتی ہیں کہ جہاں کہیں کمال کی ذرا سی جھلک دیکھی، اُسے اپنا معبود اور خدا بنالیا اور اس کے سامنے سربسجود ہوگئے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو فقط اس لیے خدا کا بیٹا کہنا شروع کردیا کہ انھیں توراۃ نوک برزبان تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چند معجزات دکھائے تو لوگوں نے انھیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اس غلط فہمی کا سد باب کرنے کے لیے ہر نبی نے جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور اس کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اپنے خداداد کمال کا اظہار فرمایا وہاں کھلے اور واضح انداز میں یہ تصریح بھی کردی کہ وہ بایں ہمہ کمال وخوبی خدا نہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں۔ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ معبود نہیں بلکہ عابد ہیں۔ جب جزوی کمالات سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوں جن کی گرفت میں آج بھی بے شمار لوگ پھڑک رہے ہیں تو وہ ذات اقدس جو جمال وکمال کا مظہر اتم بنائی گئی اُس کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس غلط فہمی کے سارے امکانات ختم کردیے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو تمام کمالات سے **علی وجہ الاتم** متصف کرنے کے باوجود اس آیت میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ﴿**قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ**﴾

علمائے سلف نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اظہار تواضع کے لیے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس فتنے کو روز اول سے ہی ختم کردیا جائے۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: **قال ابن عباس علم الله تعالیٰ عزوجل رسوله ﷺ التواضع لئلا**

یزھی علیٰ خلقہٖ .... قلت فیه سدّ لباب الفتنة افتتن بها النصاریٰ حین رأوا عیسیٰ یبرئ الاکمه والابرص ویُحیی الموتیٰ وقد اعطی الله تعالیٰ لنبینا ﷺ من المعجزات اضعاف مااعطی عیسیٰ علیه السلام فامرهٗ باقرار العبودیة وتوحید الباری لاشریك لهٗ ۔

صاحب کمال کا اظہار تواضع بھی اس کا کمال ہوتا ہے لیکن بعض کج فہم اور حقیقت ناشناس لوگ اس آیت کو کمالات نبوت کے انکار کی دلیل بناتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نبی مکرم رسول معظم ﷺ کی شان رفیع کے متعلق کچھ بتایا جائے۔

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ **متی وجبت لك النبوة** حضور آپ کو خلعتِ نبوۃ سے کب سرفراز فرمایا گیا؟ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا **وآدم بین الروح والجسد** مجھے اس وقت شرف نبوۃ سے مشرف کیا گیا جب کہ آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح بنی تھی اور نہ جسم (رواہ الترمذی وصحہ وقال انہٗ حسن غریب) نبوت صفت ہے اور موصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔اب خود ہی فیصلہ فرمائیے جو موصوف اپنی صفت نبوت سے متصف ہوکر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت کیا تھی۔ ابن تیمیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ **کنت نبیا وآدم بین الماء والطین** اور **کنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طینٌ لااصل لهما** کہ ان دو حدیثوں کا کوئی اصل نہیں ہے۔ علامہ خفاجیؒ ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان حدیثوں کو موضوع یا بے اصل کہنا درست نہیں کیونکہ امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔اور یہ دونوں روایتیں اس کی ہم معنیٰ ہیں۔اس لئے ان کو موضوع کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے جبکہ روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک جائز ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں تخلیق آدم سے پہلے علم الٰہی میں نبی تھا۔کیونکہ اس میں پھر حضور ﷺ کی کوئی خصوصیت نہ ہوگی بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعتِ نبوۃ سے سرفراز کیا اور ملأ اعلیٰ کو اس حقیقت پر آگاہ کردیا **بل ان الله خلق روحه قبل سائر الارواح وخلع علیها خلعة التشریف بالنبوة ٗ لانما للملأ الاعلیٰ به** چنانچہ ایک دوسری

روایت میں ہے **یسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبیحه** کہ نور محمدی ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور سارے فرشتے حضور ﷺ کی تسبیح سن کر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے۔

ابن قطان نے اپنی کتاب 'الاحکام' میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے **قال كنت نوراً بين يدى ربى قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام** یعنی میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واطیب التحیات سے پوچھا یارسول اللہ **بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شیئی خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك** - (رواہ عبدالرزاق بسندہ) یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی چیز پیدا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جابر' اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات عالم امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم وابراہیم علیہما السلام بلکہ عرش وکرسی سے بھی بہت پہلے ہے۔ حضور ﷺ کی دیگر صفات کی طرح نبوت وبشریت حضور ﷺ کی صفتیں ہیں۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں اسی نور کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے اور حقیقت محمدیہ **حقیقة الحقائق** ہے۔ **وبهذا الاعتبار سمّی المصطفیٰ بنور الانوار وباب الارواح** (زرقانی) یعنی اسی وجہ سے حضور ﷺ کو نور الانوار اور تمام ارواح کا باپ کہا جاتا ہے۔

یہ مسئلہ بڑا نازک ہے۔ مجھ جیسے کم علم کو یہ زیبا نہیں کہ میں اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں۔ بہتر یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تحقیقات ہدیہ قارئین کرنے پر اکتفا کروں جن کا علم وتقویٰ اہل شریعت واہل طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے۔ اس لئے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا ایک اقتباس نقل کررہا ہوں

شاید جلوۂ حسنِ محمدی کی جھلک دیکھ کر کوئی چشمِ اشکبار مسکرا دے کسی کے دلِ بے قرار کو قرار آجائے۔ آپ لکھتے ہیں:

'جاننا چاہئے کہ پیدائشِ محمدی ﷺ تمام افرادِ انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افرادِ عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی' کیونکہ حضور ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے **خُلقتُ من نور الله** کشفِ صریح سے معلوم ہوا ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی ہے جو صفاتِ اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکناتِ عالم میں ثابت ہے۔ ممکناتِ عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن حضور ﷺ کا وجود مشہود نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی خلقت و امکان کا منشاء عالمِ ممکنات میں ہے ہی نہیں' کیونکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا' نیز عالمِ شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں ان سے لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہوسکتا ہے (دفتر سوم ترجمہ مکتوب)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ صفتِ بشریت سے متصف ہیں اور حضور ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط' سرتا پا غلط ہے' لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں۔ جملہ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ پُر نور کی تعظیم و تکریم فرضِ عین ہے اور ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے ﴿وتعزروہ وتوقروہ﴾ اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص' ادب و احترام ہے یا سوءِ ادبی۔ پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہوگا اور دوسری میں ناجائز۔ مہرِ سپہرِ علم و عرفان حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ' نے اس عقدہ کا جو حل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً متضمن بکمال ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ ارشادِ باری ہے:

﴿**مامنعك ان لا تسجد لما خلقت بيدى**﴾ (اے ابلیس جس کو میں نے اپنے دونوں

ہاتھوں سے پیدا کیا اُس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا) کیونکہ اس پیکرِ خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی۔ اس لئے اُسے بشر کہا گیا ہے۔ اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہوسکتی ہے' نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و نا کس سوائے اہلِ تحقیق و اہلِ عرفان رسائی نہیں رکھتا لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علحدہ ہے۔ خواص کے لئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے۔ (فتاویٰ مہریہ)

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے۔ مراتب و درجات وہبی ہوں یا کسبی' کمالات علمی ہوں یا عملی' عادات و خصائل رُوحِ پُرنور بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا ادنیٰ مناسبت بھی نہیں۔ پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کونسی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے۔ یقیناً صرف ایک بات میں مماثلت ہے وہ یہ ہے کہ ﴿**انہ' لاالہ الا ھــــو**﴾ وہ بھی ایک خدائے وحدہ' لاشریک کا بندہ ہے جس کے تم بندے ہو' اس کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔

عمل کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ جہاں ریا آگئی وہ عمل ضائع ہوگیا۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے **فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول من صلی یراء ی فقد اشرك ومن صام یراء ی فقد اشرك ومن تصدق یراء ی فقد اشرك** یعنی جس نے ریاکاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا' جس نے ریاکاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا' جس نے ریاکاری سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں انہیں شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت شداد رونے لگے۔ رونے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے حضور سرورِ عالم ﷺ سے ایک بات سنی تھی جس نے مجھے رُلا دیا۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ

فرماتے سُنا **اتخوف علیٰ امتی الشرك والشهوة الخفية** کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری امت شرک اور شہوت خفیہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ **اتشرك امتك من بعدك** کیا حضور ﷺ کی اُمت حضور ﷺ کے بعد شرک کرنے لگے گی؟ **قال نعم اما انهم لايعبدون شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا ولكن يراء ون باعمالهم** حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ لیکن وہ سورج چاند کی پوجا نہیں کریں گے اور نہ کسی پتھر اور بُت کی عبادت کریں گے' بلکہ وہ لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کریں گے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ کوئی کام خواہ کتنا نیک اور عمدہ ہو اگر اس میں ریا اور نمود آ جائے گی تو بارگاہ رب العالمین میں وہ قطعاً منظور نہیں ہوگا۔ وہاں تو وہی عمل مقبول ہوتا ہے جس سے فقط اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہو۔ ریا سے بچنا بڑی مشکل بات ہے۔ نفس کی انگیخت اور شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ رہنا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ ہر کس و ناکس میں یہ ہمت و عزم کہاں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم نے ہماری کمزوریوں پر رحم فرماتے ہوئے ہمیں ایسا طریقہ بھی تعلیم کر دیا جس کے ذریعے ہم شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے شرک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **هو فيكم اخفى من دبيب النمل وسادلّك على شئ اذا فعلته اذهب عنك صغار الشرك وكباره تقول اللهم انى اعوذبك ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم تقولها ثلاث مرات** (قرطبی) یعنی شرک چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ تم میں مخفی ہوتا ہے۔ میں تمہیں ایک دُعا سکھاتا ہوں۔ اگر تم یہ مانگو گے تو اس کی برکت سے چھوٹا اور بڑا ہر قسم کا شرک تم سے دُور ہو جائے گا۔ الفاظ یہ ہیں انھیں تین بار کہے: **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ** اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ دانستہ شرک کروں اور میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اس شرک سے جو نادانستہ مجھ سے سرزد ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تمام انبیاء کی دعوت ہے

اللہ تعالیٰ نے اعلان توحید کی ترویج اور اشاعت کے لئے اپنے نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا اور ہر نبی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿**وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ**﴾ (الانبیاء/۲۵) اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

توحید کی یہ دعوت کوئی انوکھی دعوت نہیں ہے بلکہ نبوت ورسالت کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے اور جو حضرات اس منصب پر فائز ہوئے ہیں سب نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کو یہی دعوت دی ہے۔

ہر نبی پر وحی آتی تھی نبوت کے لئے وحی لازم وضروری ہے یہاں رسول سے مراد نبی ہیں کبھی نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے اور کبھی ایک دوسرے کے معنی میں آتے ہیں۔

سارے انبیاء عقائد میں متفق ہیں اعمال میں فرق ہے۔ کسی نبی کے دین میں شرک جائز نہیں ہوا۔ عقیدۂ توحید میں سرمو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی۔ قرآن مجید میں ان کی دعوتِ حق کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿**لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ**﴾ (الاعراف/۵۹) بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح انسان کی حیات ظاہری کی بقاء اور اس کی توانائیوں کی نشوونما کے لئے ہر ضرورت کے وقت بارش نازل فرماتا ہے اور اس سے ہر چیز اپنی استعداد

کے مطابق استفادہ کرتی ہے اسی طرح انسان کی روحانی زندگی کے لئے بھی رسالت کا ابر رحمت بار با آمڈ کر آیا۔ اس سے ہدایت ربانی کی بارشیں برسیں اور نیک فطرت لوگ اس سے مستفید ہوئے اور بد فطرت لوگ انبیاء کی مخالفت اور عداوت پر اتر آئے اور طرح طرح کی حجت بازیوں کے باعث اس نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اے میری قوم کے محبت بھرے کلمات سے خطاب فرما رہے ہیں تا کہ ان میں یہ احساس بیدار کیا جائے کہ میں کوئی بیگانہ اور اجنبی نہیں ہوں بلکہ ہم سب ایک ہی قوم کے فرد ہیں اور جب ہمارا نفع ونقصان عزت وذلت ایک ہے تو کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ میں صحیح راہ سے تمہیں ہٹا کر غلط راستے پر ڈال دوں گا۔ آپ نے سب سے پہلے انھیں شرک کی پستیوں سے نکل کر توحید کی رفعتوں کی طرف آنے کی دعوت دی اور انھیں بتایا کہ اس ذات پاک کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ نوری وناری آبی وخاکی سب اس کی مخلوق ہیں اور اس کے حکم کے سامنے سرافگندہ ہیں جب اس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں تو اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت کی جائے تو آخر کیوں؟

حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف بھیجا اور انھوں نے بھی اپنی قوم سے کہا کہ ایک خدا کو مانو اور اسی کی عبادت کرو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ **﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ۭ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾** (ہود/۵۰) اور عاد کی طرف (ہم نے) اُن کے مشفق ہم قبیلہ ہود کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا اے میرے (مخاطب مشرک) لوگو اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ نہیں ہو تم مگر (اللہ پر شریک کا) بہتان باندھنے والے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا نام عاد تھا۔ قوم طرح طرح کی برائیوں کے علاوہ شرک کی گمراہی میں بھی مبتلا تھی۔ انھوں نے مختلف کاموں کے لئے الگ الگ دیوتا مقرر کر رکھے تھے اور ان ہی کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔ اپنے خالق سے ان کا رشتہ منقطع ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انھیں خیال بھی نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا نبی آتا ہے انھیں دعوت حق بھی دیتا ہے۔

اپنی صداقت کی ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتا ہے اور اس گمراہی کے اثرات بد سے بچنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا سبق دیتے ہیں اور جھوٹے خداؤں سے قطع تعلق کی تلقین فرماتے ہیں فرمایا ﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُه ﴾ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ یہ مٹی پتھر کے بت بھی کبھی خدا بن سکتے ہیں' یہ تمہاری من گھڑت باتیں ہیں جو ہرگز توجہ کے لائق نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو کلمہ حق کی دعوت دی اور قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیوں کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُه ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ هٰذِه نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (الاعراف/۷۳) اور قوم ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح علیہ السلام کو بھیجا' کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' بے شک تمہارے پاس رب کی طرف سے روشن دلیل آئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی تو اُسے چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھانے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی طرف' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُه ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴾ (ہود/۸۴) اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا (آپ نے) کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کوحسن خطابت کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔
حضرت شعیب علیہ السلام نے خطبہ میں دو باتیں ارشادفرمائی' پہلی یہ کہ اپنے خدا کی عبادت کرواور من گھڑت خداؤں کی پوجا سے باز آجاؤ' اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں' دوسری بات آپ نے ارشادفرمائی کہ کاروبار میں بددیانتی چھوڑ دو۔ ہرقوم اپنے مخصوص حالات اور ماحول کی وجہ سے مخصوص اخلاقی کمزوریوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ اہل مدین کیونکہ ایک بین الاقوامی منڈی میں آباد تھے اور کاروبار میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس لئے ان میں وہی کمزوریاں پوری شدت سے رونما ہوئیں جو عام طور پر اس ماحول کی پیداوار ہوتی ہیں۔ ناپ اورتول میں خیانت لیتے وقت زیادہ ناپنااور زیادہ تولنا' اوردیتے وقت کم ناپنااور تولنا آپ نے اسی حرکت سے انھیں باز رہنے کی تلقین فرمائی کہ کاروبار میں بددیانتی چھوڑ دو' پورا تولو' پورا ناپو' اسی میں تمہارا بھلا ہے ورنہ فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھے گی اورتم پر قہر خداوندی نازل ہوگا۔

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کوان الفاظ میں اللہ تعالی کی عبادت کی دعوت دی ہے۔

﴿وَاِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (العنکبوت/١٦۔١٧) اورابراہیم کو یاد کرو جب آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالی کی عبادت کرواوراس سے ڈرواس میں تمہارا بھلا ہے اگرتم حقیقت جانتے ہو' تم اللہ تعالی کے سوا بتوں کو پوجتے ہواور نرا جھوٹ گڑھتے ہو۔ بیشک وہ جنھیں تم اللہ تعالی کے سوا پوجتے ہو' تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں' تو اللہ تعالی کے پاس رزق ڈھونڈو اوراس کی بندگی کرواوراس کا احسان مانو' تمھیں اس کی طرف پھرنا ہے۔

اللہ تعالی کی عبادت کرواور مقام عبدیت کی رفعتوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش

کرو۔ اسی میں انسانی عظمت کا راز مضمر ہے یہی کمال انسانیت ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اسے حاصل ہو جائے۔ اے خود فراموشو کہاں مارے مارے پھر رہے ہو۔ اس نے بن مانگے جن گراں بہا نعمتوں' زندگی' صحت وغیرہ سے تمہیں سرفراز فرمایا ہے ان کا شکریہ ادا کرو۔ وہ ان نعمتوں سے بھی اعلیٰ نعمتوں کے خزانے تمہارے لئے کھول دے گا۔

اگر عمر بھر اپنے معبود برحق سے منہ موڑے رہے اور دنیا کی فانی لذتوں کے حصول میں ہی مگن رہے تو یاد رکھو تمہیں ایک دن اس کے حضور میں پیش کیا جائے گا اس دن تمہیں معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو فرمایا کرتے تھے وہی سچ تھا۔

﴿قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الاعراف/۱۴۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

قوم موسیٰ کو جب فرعون سے نجات ملی اور وہ صحرائے سینا میں آئی تو وہاں انھوں نے ایک بت پرست قوم کو دیکھا جو بت بنا کر پوجتی تھی تو اس پر انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دو' تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی سچا معبود نہیں' اور میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سربلند کرنے کے لئے آیا ہوں' اس لئے اس توحید پر قائم رہو جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اپنے مسلک کی بڑی زوردار دلیل پیش فرمائی کہ میں اپنے خالق حقیقی کے سوا کسی غیر کی عبادت نہیں کرتا۔ فرمایا کہ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر کسی اور شئے کو اپنا معبود بنا لے جو مرتبہ میں اس سے کہیں حقیر اور کم تر ہے۔

((دنیا کی ساری قومیں' خاندان اور اُن کے افراد' اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے میں اور آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے میں سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برتری

اور بزرگی کا دارومدار وہ عمدہ صفات اور خوبیاں ہیں جن سے قوم یا فرد متصف ہوتا ہے۔ صرف کسی خاندان کا فرد ہونا یا کسی نسل سے ہونا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ ہدایت' علم وحکمت اور حکومت یہ تین ایسی چیزیں تھیں جو مجموعی طور پر اس وقت بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس لئے ان کی بزرگی اور فضیلت مسلم تھی لیکن جب ضد اور تعصب کی وجہ سے انھوں نے پیغام ہدایت کو ٹھکرا دیا اور اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے علم وحکمت کے آسمانی صحیفوں میں تحریف اور بگاڑ شروع کر دیا' انبیاء کرام کی توہین اور بے ادبی کو اپنا پیشہ بنالیا اور بعض کو قتل بھی کر دیا۔ ان کرتوتوں کی وجہ سے ان پر ذلت ومسکنت کی لعنت مسلط کر دی گئی۔ گویا انھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی فضیلت کا گلا گھونٹ دیا اور اپنی بزرگی کا جنازہ نکال دیا۔ اب چونکہ ان فضائل اوصاف کی وارث امت مسلمہ تھی اس لئے فضیلت وکرامت کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا گیا اور اسے ﴿ کنتم خیر امۃ ﴾ کا مژدہ سُنا دیا گیا۔ اس لئے امت مسلمہ پر بنی اسرائیل کی فضیلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا))

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں کو ایک خدا کی عبادت کی تلقین فرمائی۔ قرآن پاک میں آپ کی اس دعوت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآاَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۝ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۝ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۝ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ ﴾ (یوسف/۳۹-۴۰) اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو' کیا جدا جدا رب اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب۔ تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر نرے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لئے ہیں' اللہ نے اُن کی کوئی سند نہ اُتاری' حکم نہیں مگر اللہ کا' اُس نے فرمایا کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے ساتھیوں کو صاف صاف بتا دیا کہ یہ مختلف قسم کے دیوی دیوتا جو تم نے بنا رکھے ہیں اور ان کو مختلف قسم کے اختیارات تفویض کر رکھے ہیں۔

یہ سب تمہاری خودساختہ باتیں ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کائنات کی ہر چیز اللہ وحدہ لاشریک کے زیرنگین ہے۔ بلندیوں اور پستیوں میں اسی کا حکم نافذ ہے اسی واحد قہار کا یہ حکم ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کو معبود برحق اور مالک حقیقی تسلیم کیا جائے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو ایک خدا کو معبود بنانے کی دعوت دی۔ ان کی دعوت حق کے متعلق اللہ تعالی نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِيٓ اِسْرَآئِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (المائدہ ۷۲)

اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ تعالی کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے بیشک جو اللہ تعالی کا شریک ٹھہرائے تو اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو عیسائی اِلٰہ مانتے تھے۔ اللہ تعالی کا بیٹا کہتے تھے۔ عیسائیوں کی بکواس خود حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے (عیسائیوں میں یعقوبیہ اور ملکائیہ فرقہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا کہتا تھا یہ لوگ حلول الوہیت کے قائل تھے کہ عیسٰی علیہ السلام میں الوہیت ایسی سرایت کی ہوئی ہے جیسے پھول میں رنگ وبو۔ اسی طرح شیعوں میں نصیریہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خدا کہتا ہے ان کا مطلب بھی یہی ہے) عیسائیوں کے دعویٰ کا بطلان حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبان سے کرایا جا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں صرف اللہ تعالی کی عبادت کرو۔ کون اللہ؟ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ رب کا معنی ہے آہستہ آہستہ کسی چیز کو اس کی استعداد کے مطابق نقص سے کمال کی طرف، کمزوری سے قوت کی طرف پہنچانے والا۔ تو جب وہ مجھے مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تو پھر میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں۔ خدا تو وہ ہے جو ہر نقص اور کمی سے پاک اور منزہ ہو۔ وہ کسی کے پاک کرنے اور منزہ کرنے کا محتاج نہیں ہوتا۔

اگر تم مجھے خدا سمجھو گے تو شرک کا ارتکاب کرو گے اور جو شرک کرتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اور اس روز ظالم کی امداد نہیں کی جائے گی اور میں بھی تم سے دست بردار ہو جاؤں گا۔

حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے :

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا﴾ (کہف/۱۱۰) (اے پیکر رعنائی وزیبائی) آپ فرمایئے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح' وحی کیجاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود تو صرف ایک معبود ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (پچھلے صفحات میں اس آیت کریمہ کے تحت تفصیلاً تحریر کیا گیا ہے مزید تفصیل کے لئے خزائن العرفان' اور نور العرفان' دیکھیں)

﴿قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ (الانعام/۱۹)

تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

معبود تو وہ ہو سکتا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور ہر چیز اس کی محتاج ہو' تمہارے یہ بنائے ہوئے معبود اور خدا تو سراپا احتیاج ہی احتیاج ہیں۔ ہاں میرا معبود جو زمین وآسمان کا خالق وہی وہ معبود برحق ہے جو ہر محتاج کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ ہر چیز کو رزق پہنچاتا ہے اور خود کسی چیز کا محتاج نہیں۔ نہ کھانے کا نہ پینے کا نہ کسی اور چیز کا' اب تم انصاف کرو معبود حقیقی کون ہے؟

ان تمام آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ تک سب نبیوں اور رسولوں نے اہل دنیا کو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کی دعوت دی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ (الرعد/۳۰)

آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میری رجوع ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اسی طرح رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کی طرف اپنے رسول بھیجے تھے تو نبی مبعوث ہونے پر آپ نے قوم کو اللہ تعالیٰ کے کلام کی دعوت دی مگر کافروں نے اس سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تاکید کی کہ آپ انہیں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں' اس لئے اس پر بھروسہ کر کے اسی کی طرف رجوع رکھو۔

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ (الاعراف/۱۵۸)

آپ فرمائیے اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی رسالت تمام مخلوق کے لئے ہے' رحمۃ للعالمین ہیں' سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ اے محبوب لوگوں میں اعلان کر دیں تم سب کے لئے زمین وآسمان کے مالک اور خالق کی طرف سے کلمے کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ مانو' اس لئے اللہ تعالیٰ کو معبود مانتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے ایک مقررہ وقت تک مرشد ورہبر بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین وآخرین' جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان رہبری' نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت وسروری عالم گیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے ہر خاص وعام' ہر فقیر وامیر' ہر عربی وعجمی' ہر رومی وحبشی کے لیئے وہ مرشد بن کر آئے۔ اسی لئے اس بات کا اعلان بھی اس کی زبانی حقیقت ترجمان سے کرایا کہ اے اولاد آدم میں تم سب کے لئے اپنے زمین وآسمان کے خالق ومالک کی طرف سے رشد وہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اب تمہارے لیئے ہدایت اور فلاح کا راستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمہارے

پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پا کو اپنے لئے خضرِ راہ بناؤ' میری سنت سے انحراف نہ کرو۔

فائدے ۔ حضور ﷺ تا قیامت سارے جن و انس بلکہ ساری مخلوق کے نبی رسول ہیں۔ سب پر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ یہ رسالت عامہ حضور ﷺ کی وہ خصوصی صفت ہے جو حضور ﷺ کے سواء کسی کو نہ ملی۔ حضور ﷺ کی نبوت زمین و زمان کی قیود سے آزاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے موجود' معدوم' دور نزدیک' تمام سے خطاب فرما سکتے ہیں ۔۔ سب کو پکار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا کلام سب کو سنا دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے موجودہ آئندہ تمام انسانوں بلکہ جن و انس کو پکارا' جن میں سے بہت لوگ حضور ﷺ سے دور تھے' بہت ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے' قیامت تک پیدا ہونے والے تھے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنا کر سارے انسانوں کو حج کی دعوت دی سب کو اللہ تعالیٰ نے سنا دی تا قیامت اس دعوت پر لبیک کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔

ساری مخلوق کا اصل انسان ہے باقی سب چیزیں انسان کے تابع ہیں جو اس کے لئے بنائی گئیں۔ حضور ﷺ اگر چہ جہاں بھر کے رسول ہیں مگر خطاب فرمایا گیا صرف انسانوں سے کہ جب حضور ﷺ انسانوں کے رسول تو ساری مخلوق کے بھی رسول ہوئے۔ کوئی جن و انس کسی درجہ پر پہنچ جائے حضور ﷺ کی نبوت سے کسی حالت میں نکل نہیں سکتا۔ سارے اولیاء علماء حتیٰ کہ چار زندہ نبی حضرت عیسیٰ' حضرت ادریس' حضرت الیاس' حضرت خضر علیہم السلام اسی طرح اصحاب کہف سب کے سب حضور ﷺ کے امتی ہیں حضور ﷺ ان سب کے رسول ہیں۔

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و رسل اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے اس کے یہ رسول زمین و آسمان کے نبی و رسول ہیں جہاں خدا کی خدائی وہاں حضور انور ﷺ کی بادشاہی ہے۔

کیا خدا موجود ہے؟

یہ وہ سوال ہے جو ہر دور اور ہر زمانے میں پوچھا گیا اور ہمیشہ طرح طرح سے اس کا جواب بھی دیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَفِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّزَرۡعٌ وَّنَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّغَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ﴾ (رعد/۴)

﴿وَفِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾ یعنی ایک ہی زمین کے چند ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ﴿وَّجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّزَرۡعٌ وَّنَخِیۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّغَیۡرُ صِنۡوَانٍ﴾ زمین کے ایک ہی ٹکڑے میں انگوروں کے بھی باغ ہیں اور قسم قسم کی کھیتیاں بھی ہیں اور طرح طرح کی کھجوروں کے درخت بھی ہیں کچھ درختوں کی جڑیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں کچھ درختوں کی جڑیں الگ الگ ہیں ﴿یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ﴾ ان سب درختوں کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے ﴿وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ﴾ لیکن اس کے باوجود کہ یہ سب درخت ایک ہی باغ میں ہیں اور ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں پھر بھی ایک کا مزہ دوسرے سے مختلف ہے پھر ایک ہی مزے والے درختوں کے پھل مزے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ﴾ اے انسان ان درختوں اور ان کے پھلوں کے عجیب وغریب نظام قدرت میں عقل رکھنے والی قوموں کے لئے یقیناً بہت بڑی بڑی اور بے شمار نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے کیوں نہ ہو۔ کہ درختوں کی کلیوں، پھلوں بلکہ پتے پتے میں خالق کائنات کے وجود اس کی ہستی اس کی قدرت اس کی حکمت کی لاتعداد نشانیاں موجود ہیں جو جھنجوڑ، جھنجوڑ کر انسان کو ہوشیار خبردار کر رہی ہیں کہ اے غافل انسان دیکھ خدا موجود ہے یقیناً موجود ہے بلا شک موجود ہے بلا شبہ موجود ہے۔

سمندری سیلاب بڑے بڑے صحراؤں کو غرق کر سکتا ہے۔ بڑے بڑے شہروں کی اینٹ

سے اینٹ بجا سکتا ہے ۔سیکڑوں گاؤں ہزاروں بستیاں لاکھوں انسان اور جانوروں کو تباہ وبرباد کرسکتا ہے لیکن سمندر کی مجبوری اور بے بسی یہ ہے کہ ایک سکنڈ کے لئے ٹھہرنے کی فرصت نہیں' آرام نہیں لے سکتا۔ ایک زبردست وعظیم طاقت ہے جس کی غالب وقاہر حکومت نے سمندر کو مجبور ولاچار محکوم بنا رکھا ہے جو ایک سکنڈ کے لئے ٹھہرنے اور آرام کرنے نہیں دیتا۔اسی عظیم طاقت وقوت اور اسی قاہر وغالب قدرت والے کا نام اللہ ہے اور وہ بے شک موجود ہے یقیناً موجود ہے بلاشبہ موجود ہے۔ پہاڑ کتنا طاقتور' کتنا بڑا اور کس قدر سربلند ہے۔ پہاڑ کے دامن میں قسم قسم کے ہزاروں تناور درخت اور طرح طرح کے بے شار گل بوٹے ہیں۔ سینکڑوں ندیاں پہاڑ کے چشموں سے جاری ہیں اور لاتعداد عجائب قدرت کے خزانے پہاڑ کی جیبوں میں ہیں۔ پہاڑ کی سربلندی کو آسمان بھی جھک کر سلام کرتا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسان دنیا بھر سے دیدار کے لئے آتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجبوری اور لاچاری کا حال یہ ہے کہ ہزاروں برس سے ایک ہی جگہ پر بیٹھا ہے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا کروٹ نہیں لے سکتا' وہی زبردست اور عظیم طاقت اور وہی لامحدود بے انتہا قوت جو طاقتور پہاڑ کو ہلنے اور ٹہلنے نہیں دیتی اسی لامحدود طاقت اور لازوال قدرت والے کا نام اللہ ہے اور وہ یقیناً موجود ہے بلاشک موجود ہے بلاشبہ موجود ہے۔

پودے اور گھاس اتنے نرم ونازک اور کمزور ہوتے ہیں کہ مسل دینے سے پاش پاش ہوکر فنا ہوجاتے ہیں لیکن یہ اپنی کمزوری اور نزاکت کے باوجود پتھریلی اور سخت زمین کو پھاڑ کر نکل آتے ہیں وہ سخت زمین جس کو لوہے کے پھاوڑے بھی بمشکل کھود سکتے ہیں لیکن اسی پتھریلی اور سخت زمین کا کلیجا پھاڑ کر سروں سے باہر نکلتے ہیں' زمین سے غذا حاصل کرکے بڑھتے اور پھولتے پھلتے ہیں۔ اسی طاقت والے وجود اور اسی قدرت والی ہستی نے نازک وکمزور پودوں کو اتنی طاقت اور توانائی بخشی ہے جس کا نام اللہ ہے جو یقیناً موجود ہے بلاشبہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی موجود ہے وہ گھاس اور پودوں کو دیکھ کر بہ آواز بلند پکار اٹھتے ہیں کہ جو گھاس زمین سے اُگتی ہے وہ خدا کی ہستی کا اعلان کرتی ہے اور **وحده لاشريك له** کا نعرۂ حق بلند کرتی ہے۔

انسان اگر بصیرت کی نگاہوں سے درختوں کے ہرے ہرے پتے پر نظر ڈالے تو معلوم ہوگا کہ یہ پتے نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ہر ہر پتہ خدا کی معرفت اور اس کی حکمت وقدرت کا پتہ بتانے والی ایک کھلی ہوئی کتاب اور مفصل دفتر ہے۔

زمین سے لے کر آسمان تک جو چیز جہاں ہے اور جس حال میں ہے وہ ایک بنچے تلے قانون کے ساتھ بندھی ہوئی ہے آبادیوں میں بنی نوع انسان' ماؤں کے ارحام میں جنین' جنگلوں میں وحوش وطیور' سمندر کی گہرائیوں میں تیرنے والی مچھلیاں' زمین کے اندر رہنے والے حشرات الارض' صحراؤں میں خونخوار درندے' اور فضاؤں میں اڑنے والے پرند' سب کے سب ایک علیم وبصیر ایک صانع حکیم ایک قدیر وجبار اور ایک رحمٰن ورحیم پروردگار کی نگہبانی میں ہیں۔ اپنی اپنی سرشت کے مطابق جسے زندہ رہنے کے لئے جس طرح کا پیراہن وجود چاہئے' جو غذا چاہئے' جو ماحول چاہئے' جیسا مسکن چاہئے' وہ یکساں طور پر بغیر کسی طلب کے سب کو مہیا ہو رہا ہے۔

مہر و ماہ کواکب ونجوم' ابر وباد' اور عالم بالا کے مدبرات امر سب کے سب ایک صانع حکیم اور ایک رب کریم کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہر وقت اپنی ڈیوٹی پر ہیں۔ علم وقدرت کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ کہیں سے بھی انحراف ونافرمانی اور بغاوت وسرکشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

گیہوں کے ایک دانے سے لے کر پھولوں کے نرم ونازک پودوں تک جب بھی کوئی امانت زمین کو سپرد ہوئی اور فوراً نشوونما کا عمل شروع ہوگیا۔ ہوا سے لیکر پانی اور شبنم تک سورج کی گرم دھوپ سے لے کر چاند کی ٹھنڈی چاندنی تک سب اپنے اپنے مقررہ فرائض کی انجام دہی میں لگ گئے اور اس وقت تک لگے رہے جب تک گیہوں اپنے خرمن میں اور پھول کسی گلدستے تک نہیں پہنچ گیا۔

قرآن کہتا ہے کہ یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس کے پیچھے آسمان سے اترا ہوا ایک مکمل منصوبہ بند نظام ہے جس کی تکمیل میں موجودات کا ہر حصہ مصروف ہے اسی مفہوم کو قرآن اپنی زبان میں ﴿**تقدير العزيز العليم**﴾ کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔

مخلوق دلیلِ خالق

زمین وآسمان کی جن جن چیزوں سے بھی آپ یہ سوال کریں گے کہ کیا خدا موجود ہے ؟ تو یقیناً ہر ہر چیز اپنی زبان حال سے یہی اعلان کرے گی کہ بیشک خدا موجود ہے کیونکہ مخلوق کا وجود ہی خالق کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لئے انسان کائنات عالم کے ذرے ذرے کو دیکھ کر خلاق عالم کو پہنچان سکتا ہے کیونکہ ہر چیز میں اس کے وجود' اس کی قدرت' اس کی حکمت کی بے شمار دلیلیں اور لاتعداد نشانیاں موجود ہیں۔

جن خوش نصیب انسانوں نے زمین وآسمان کی مخلوقات کو بصیرت کی نگاہوں سے دیکھا تو روز روشن کی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے اس حقیقت کی تجلی ہوگئی کہ یقیناً صانع عالم وخالق کائنات موجود ہے اور وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ ﴿**اللہ خالق کل شیء وھو الواحد القھار**﴾ یعنی یقیناً ان تمام مخلوقات کا ایک خالق ہے جس کا نام اللہ ہے جو واحد حقیقی اور بے پناہ قدرت وغلبہ والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی کی ذات اس قدر بے پردہ وبے نقاب ہے کہ اس کو جاننے اور پہچاننے کے لئے ہر ذرے میں اس کے جلوؤں کی تجلیاں چمک رہی ہیں کہ تم جس ذرے میں چاہو اُس کے وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہو لیکن اس بے حجابی کے باوجود اس کمال ظہور پر کمال بطون کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ عام انسانوں کے لیئے اس کا دیدار ونظارہ غیب بلکہ غیب الغیب بنا ہوا ہے یہاں تک کہ عوام تو عوام بڑے بڑے خواص اور بحر معرفت کے خواص کی عمریں فنا ہوگئیں اور وہ بحر معرفت میں غرق ہوگئے مگر معرفت الٰہی کا گوہر مراد حاصل نہ ہوسکا۔

عرب کا ایک دانشمند اعرابی ایک مرتبہ اپنے اونٹ پر سوار ہوکر صحرائے عرب سے سینکڑوں میل دور چلا گیا' ایک جگہ اونٹ سے اتر کر وہ اپنے دل ہی دل میں فخر کرنے لگا کہ میں صحرائے عرب میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ آج تک دنیا کا کوئی انسان اس سنسان بیابان میں نہیں پہنچا ہوگا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اس کارنامے کو سوچ سوچ کر

خوش ہو رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہے کہ ریت پر اونٹ کی چند مینگنیاں ہیں اور کسی انسان کے قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ وہ فوراً چونکا اور بول اٹھا کہ افسوس میرا خیال غلط تھا اس مقام پر تو مجھ سے پہلے بھی کوئی اونٹ سوار آ چکا ہے وہ زور زور سے کہنے لگا کہ میں نے یہاں آنے والے اونٹ اور انسان کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن اونٹ کی یہ مینگنیاں پتہ دے رہی ہیں اور پیروں کے یہ نشان اعلان کر رہے ہیں کہ اس مقام پر مجھ سے پہلے کوئی اونٹ اور کوئی انسان ضرور آ چکا ہے پھر اس اعرابی کے قلب میں اچانک خدا کی معرفت کا نور چمک اٹھا اور وہ چلا چلا کر یہ اعلان کرنے لگا کہ **البعرة تدل علی البعیر واثر القدم علیٰ المسیرہ فالسمآء ذات ابراج ' والارض ذات فجاج ' والبحار ذات امواج ' کیف لاتدل علی العلیم الخبیر** ۔یعنی جب اونٹ کی مینگنیاں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ اس راستے سے اونٹ گیا ہے اور قدم کا نشان دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان یہاں سے گزرا ہے۔ تو پھر یہ برجوں والا آسمان اور یہ راستوں والی زمین اور یہ موجیں مارنے والے سمندر کیونکر ایک علیم وخبیر ذات کے موجود ہونے پر دلالت نہ کریں گے۔ جب ہم نے مینگنی کو دیکھ کر اونٹ کو جان لیا' نشان قدم دیکھ کر انسان کو جان لیا تو ہم آسمانوں' زمینوں اور سمندروں کو دیکھ کر یقیناً پہچان سکتے ہیں کہ ضرور ان مخلوقات کا کوئی خالق ہے یقیناً ان مصنوعات کا کوئی صانع ہے جو طاقت وقدرت والا علم وحکمت والا سبوح وقدوس اور حیی وقیوم ہے اور اسی کا نام 'اللہ' ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ**﴾ (آل عمران/۱۹۰) یعنی زمین وآسمان کے پیدا کرنے میں اور دن رات کے ادل بدل ہونے میں عقل والوں اور نگاہ بصیرت رکھنے والوں کے لئے معرفت الٰہی کی بڑی بڑی نشانیاں اور عظیم الشان دلائل موجود ہیں۔

سمندر میں اگر ایک پتھر ڈال دیا جائے تو وہ فوراً غرق ہو جاتا ہے مگر لاکھوں ٹن کے لوہے اور تانبے کا بنا ہوا جہاز جس پر ہزاروں لاکھوں ٹن کا بوجھ لدا ہوا ہے وہ سمندر کی سطح پر ایک ہلکے پھلکے تنکے کی طرح تیرتا ہوا چلا جاتا ہے اور اتنا وزنی ہونے کے باوجود غرق نہیں ہوتا۔

کیا یہ خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کا بے مثال نمونہ اور روشن جلوہ نہیں ہے؟ یہی وہ منظر ہے جس کی تصویر کشی قرآن مجید نے ان پر کشش جملوں میں فرمائی کہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ﴾ (لقمان/۳۱) یعنی اے آنکھ والے کیا تو نہیں دیکھتا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے چل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلا ئے۔۔۔ یقیناً ان کشتیوں میں صبر وشکر ادا کرنے والے بندوں کے لئے بہت زیادہ اور بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر وہ خدا کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ اونچے اونچے پہاڑ' یہ آسمان' یہ زمین' یہ سمندر غرض تمام چیزیں خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں اور کائنات عالم کی ہر ہر چیز میں خدا کے وجود ہستی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور اہل زبان و بے زبان سب اک زبان ہو کر اعلان کر رہے ہیں کہ خلاق عالم' صانع' خلائق' جو واحد حقیقی ومعبود تحقیقی ہے یقیناً موجود ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مناظرہ

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ منکرین خدا نے مطالبہ کیا کہ آپ کسی عقلی دلیل سے خدا کے وجود کو ثابت کیجئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھا پہلے تم میری ایک بات سنو' پھر جو تمہارا جی چاہے کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج دریا میں ایک ایسی کشتی دیکھی ہے جو مال وسامان سے لدی ہوئی تھی اور طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جا رہی تھی اس پر کوئی ملاح نہیں تھا وہ کشتی خود بخود ہر گھاٹ پر ٹھہرتی تھی اور مالکوں کا سامان اتار دیتی تھی اور پھر طوفان کی موجوں سے بچتی ہوئی آگے چلی جاتی تھی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ منکرین خدا کی جماعت شور مچانے لگی کہ غلط غلط بالکل غلط یہ سراسر جھوٹ ہے اور بالکل عقل کے خلاف ہے۔ امام اعظم نے فرمایا! کیوں کیا بات ہے' میری بات کیوں عقل کے خلاف ہے۔ منکرین کہنے لگے کہ اے امام ہماری عقل کبھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ کوئی کشتی

بغیر ملاح کے اس طرح طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جائے۔ امام نے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ جب ایک کشتی عقل کے نزدیک بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی تو یہ زمین وآسمان کا سارا نظام بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ کیا یہ بات تمہاری عقل میں آسکتی ہے؟ حضرت امام اعظم کی اس تقریر سے منکرین کے دلوں میں معرفتِ الٰہی کا آفتاب و ماہتاب طلوع ہوگیا۔ سب کے سب رو پڑے اور بولے کہ اے امام افسوس' ہم آج تک غافل و جاہل رہے۔ آپ کے یہ چند کلمات طیبات ہمارے لئے معرفتِ الٰہی کا دفتر بن گئے۔ سب کے سب بے اختیار پکار اٹھے کہ **اللہ خالق کل شی وھو الواحد القھار** اور **لآاله الاالله محمدرسول الله** کے کلمہ حق سے فضائے آسمان گونجنے لگی اور تمام منکرین مشرف بہ اسلام ہوکر نعمت کونین سے سرفراز اور دولت دارین سے مالا مال ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء اولیاء اور علماء کے وسیلے سے ایمان نصیب ہوتا ہے ان کی بارگاہ میں حاضری سے دولت دارین سے مالا مال ہوتے ہیں۔

لطیفہ : ایک منکر خدا نے کسی اللہ والے فقیر سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ ہم کو نظر کیوں نہیں آتا؟ ہم تو اس وقت تک خدا کو موجود نہیں مانیں گے جب تک ہم خدا کو آنکھ سے دیکھ نہ لیں۔ فقیر نے ایک پتھر اٹھا کر اس کے سر پر مارا' خدا کا منکر درد سے چیخ پڑا اور فقیر کو قاضی کی عدالت میں لے گیا۔ قاضی نے پوچھا کہ تم نے پتھر کیوں مارا؟ فقیر نے کہا کہ میرے پتھر مارنے سے انھیں کیا ہوگیا۔ منکر خدا چلا کر بولا کہ میں درد سے بے چین ہوگیا۔ فقیر نے جواب دیا میں کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ تمہارے سر میں درد ہے۔ اگر واقعی درد موجود ہے تو مجھے دکھادو۔ میں جب تک آنکھ سے درد نہ دیکھ لوں گا ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ درد موجود ہے۔ پھر فقیر نے قاضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ اس منکر خدا نے مجھ سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ میں تو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لوں کبھی نہیں مان سکتا کہ خدا موجود ہے۔ اسی مسئلے کو سمجھانے کے لیئے میں نے اس کے سر پر پتھر مارا۔ اگر اس کے سر میں درد موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ میں تو

جب تک درد کو آنکھ سے نہ دیکھ لوں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کے سر میں درد ہے۔ مجھے یہ اپنا درد دکھا دے تو میں بھی اس کو اپنے خدا کا دیدار کرا دوں گا۔ فقیر کا جواب سن کر منکر خدا حیران رہ گیا۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا استدلال

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلیفہ بغداد ہارون رشید نے سوال کیا کہ آپ کوئی ایسی مختصر اور سیدھی سادی دلیل بیان کیجئے جس سے آسانی کے ساتھ ہر شخص کی سمجھ میں آ جائے کہ خدا موجود ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے بادشاہ ہر انسان کی پیدائش نطفے سے ہوئی' ہر انسان کے چہرے میں آنکھ ناک کان پیشانی رخسار اور ٹھوڑی ہے اور یہی سب سامان ہر انسان کے چہرے میں ہیں اور ہر انسان کا چہرہ بھی ایک ہی طرح کا ہے لیکن اس کے باوجود مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ہر انسان کا چہرہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ ناچیز نطفے سے پیکر جمیل انسان کا پیدا ہونا پھر سب کے چہروں کی بناوٹ یکساں اور سب کے چہروں میں ایک ہی سامان ہونے کے باوجود ہر انسان کا چہرہ ایک دوسرے سے ممتاز و مختلف ہے۔ تو کیا یہ بلا کسی علم و حکمت والے صانع و خالق کی صنعت کے بغیر ہو سکتا ہے؟ کیا بھلا یہ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ بلا کسی بنانے والے کے خود بخود بن جائے؟ نہیں' ہرگز نہیں ۔۔ تو بس سمجھ لو وہی حکمت والا' اور وہی طاقت و قدرت والا خالق و صانع خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جس کو رب العالمین جل جلالہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرما کر بندوں کو اپنی معرفت کی دعوت دی کہ ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ اللہ وہی ہے جو ماؤں کی بچہ دانیوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا دیتا ہے۔

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک باغ میں تشریف فرما تھے کہ ستر منکرین نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ کیا خدا موجود ہے؟ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شہتوت کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کہ اے لوگو یہی شہتوت کا پتہ اگر تا تار کا ہرن کھالے تو یہ مشک بن جاتا ہے' اور اگر بکری اس پتے کو کھالے تو یہ پتہ مینگنی بن جائے گا' اور اگر ریشم کا کیڑا اس پتے کو کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے' اور اگر شہد کی مکھی اس کا رس چوس لے تو وہ شہد اگلتی ہے۔ **فمن ذا الذی جعل ھذہ الاشیاء مع ان الطبع واحدۃ** ۔یعنی تم بتاؤ کہ وہ کون ہے جو ان تمام چیزوں کو بناتا ہے باوجود یہ کہ شہتوت کے پتے کی طبیعت ایک ہی ہے پھر بھی اسی ایک پتے سے اتنی مختلف الطبائع چیزیں بنانے والا کون ہے؟ بس سمجھ لو کہ وہی قدرت وحکمت والا ہے جس نے ایک ہی پتے کو کہیں مشک بنادیا' کہیں مینگنی بنادیا' کہیں اس کو ریشم کا روپ بخشا' کہیں اس کو شہد کی صورت عطا فرمادی' پھر مشک وشہد کی بھی مختلف قسمیں بنادیں ۔۔ وہی علیم وقدیر ذات خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ نورانی تقریر سن کر منکرین کے سخت دل موم سے زیادہ نرم ہوگئے اور سب کے سب **لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ** پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

بہرحال زمین وآسمان کی تمام کائنات نباتات وجمادات وحیوانات غرض ہر ہر چیز خداوند قدوس کے وجود وہستی کی کھلی ہوئی نشانی اور روشن دلیل ہے۔ ہاں مگر شرط یہ ہے کہ انسان عقل کی روشنی میں فہم وتدبر کے ساتھ کائنات عالم پر نظر ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ رب العالمین نے کہیں **لقوم یعقلون** فرمایا اور کہیں **لاولی الالباب** فرمایا یعنی زمین وآسمان میں خدا کے وجود کی نشانیوں کو دیکھ لینا یہ صرف عقل وسمجھ والوں ہی کا حصہ ہے اور اس دولت لازوال سے صرف وہی لوگ مالا مال ہوسکتے ہیں جو اپنی عقلوں کو غور وفکر اور فہم وتدبر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پروردگار عالم جل جلالہ نے قرآن مجید

میں ارشاد فرمایا کہ ﴿ **وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ** ﴾ (یوسف/۱۰۵) یعنی زمین وآسمان میں خدا کے وجود کی بے شمار ایسی نشانیاں ہیں کہ لوگ ان نشانیوں کے پاس سے گزرتے ہیں لیکن ان نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے چلے جاتے ہیں اور عقل کی روشنی میں نور بصیرت سے ان آیات بینات کو نہیں دیکھتے۔

خداوند عالم نے ایک دوسری آیت میں کتنے کریمانہ انداز تخاطب کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ ﴿ **سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ** ﴾ (حم/۵۳) یعنی آسمان وزمین کے کناروں میں اور خود ان کی ذاتوں میں ہم اپنی نشانیاں لوگوں کو دکھائیں گے یہاں تک کہ حق ظاہر ہو جائے۔

عالم اکبر، عالم اصغر

ہر انسان کی ذات میں خدا کے وجود اور اس کے عجائبات قدرت کی ان گنت نشانیاں موجود ہیں۔ انسان اس قدر غافل اور اپنی نفسانی خواہشات میں اتنا منہمک ہے کہ خداوند قدوس کی ان آیات بینات اور روشن دلیلوں سے منہ موڑے ہوئے ہے اور آفتاب وماہتاب سے زیادہ تابناک دلائل توحید سے آنکھ بند کئے ہوئے ہے۔

انسان کیا ہے؟ حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے حقیقت انسانی کی نقاب کشائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **اتحسب انك جرم صيغر ' وفيك انطوى العالم الاكبر** یعنی اے انسان کیا تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے۔ اے غافل ونادان! تیرے اندر تو ایک بہت بڑا عالم سمٹا ہوا ہے۔

یہ آسمان وزمین کا عالم، یہ نباتات وجمادات وحیوانات کی دنیا، یہ تو عالم اکبر یعنی ایک بڑی دنیا ہے اور انسان عالم اصغر یعنی چھوٹی دنیا ہے اسی لئے خالق کائنات کا فرمان ہے کہ ﴿ **سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ** ﴾ (حم/۵۳) یعنی وجود باری تعالی کی نشانیاں عالم اکبر میں بھی ہیں جو زمین وآسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک بکھری

اور پھیلی ہوئی ہیں اور خداوند قدوس کے شواہد قدرت و دلائل وجود عالم اصغر میں بھی ہیں یعنی انسان کے جسم میں سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ایک ایک بوٹی ایک ایک ذرے ایک ایک رونگٹے اور بال بال میں خداوند عالم یزل ولا یزال کے بے مثل و بے مثال شواہد و دلائل موجود ہیں۔ پھر اے انسان تمہیں کیا ہو گیا ہے تم نہ عالم اکبر کی نشانیوں کو دیکھتے ہو نہ عالم اصغر کی روشن دلیلوں پر نظر ڈالتے ہو اگر تم زمین و آسمان کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے تو کم از کم اپنے وجود و ہستی اپنے جسم و جان ہی کی نشانیوں میں غور و فکر کے ساتھ نظر ڈالو اور خدا کے وجود و توحید اور اس کی قدرت و حکمت پر ایمان لاؤ۔ قرآن مجید کی مقدس آیتوں نے بار بار عقل انسانی کو جھنجھوڑ کر متنبہ کیا اور بتایا کہ اے نادان انسان ﴿**كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ**﴾ (البقرۃ/۲۸) یعنی اے انسان بھلا کس طرح تم اللہ تعالیٰ کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ اس نے تم کو ایک بے جان نطفے سے جان دار انسان بنایا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر موت کے بعد وہ دوبارہ تمہیں زندگی بخشے گا پھر تم اس کے دربار میں دوبارہ حاضر کئے جاؤ گے۔

انسان کی ذات ایک عالم اصغر ہے اور انسان اگر اپنے وجود و ہستی کو غور و فکر کی نظر سے دیکھ لے تو اس کو اپنی ذات میں اس قدر عجائبات قدرت و شواہد وحدانیت نظر آئیں گے کہ یقیناً اس پر معرفت الٰہی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اسی لئے حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **من عرف نفسه فقد عرف ربه** یعنی جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا درحقیقت اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ کیونکہ انسان کی ذات میں خداوند قدوس کی معرفت کی ایسی ایسی نشانیاں اور روشن دلیلیں ہیں کہ جس طرح انسان چمکتی ہوئی تیز دھوپ کو دیکھ کر سورج کے وجود کا اقرار کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان اپنی ذات میں لاتعداد آیات بینات اور بے شمار شواہد قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد خالق کائنات کے وجود کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔

انسان کے جسم میں زمین و آسمان کی تمام کائنات کے نمونے موجود ہیں مثلاً انسان کے بال یہ عالم نباتات یعنی درختوں اور گھاسوں کا نمونہ ہیں۔ انسان کے سر کی بناوٹ

پہاڑوں اور پہاڑوں کی کھاڑیوں کا منظر ہیں۔ آنکھیں چشموں کی روانی اور آنکھوں کی چمک میں ستاروں کی جگمگاہٹ کی عکاسی ہے۔ یوں ہی انسان کا چکنا بدن زمین کے ہموار صحراؤں اور ریگستانوں کا خاکہ پیش کر رہا ہے۔ المختصر انسان کے جسم کی بناوٹ میں عالم اکبر یعنی زمین و آسمان کی مخلوقات کے تمام نمونے موجود ہیں۔۔ لہذا اگر انسان اپنے انھیں اعضاء، اپنی کھال، رگوں، پٹھوں، گوشت، ہڈیوں کی ساخت اور ہر عضو میں چھپی ہوئی طاقتوں، قوتوں اور ان کے عجیب و غریب نظام عمل، ان کے اعتدال، ان کی یکسانی، ان کے کمال، ان کے حسن و جمال پر ایک لمحہ کے لے بھی عبرت کی نگاہ ڈالے اور فہم و تدبر سے کام لے تو نہ صرف انسان کی زبان بلکہ اس کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال پکار اٹھے گا کہ **فتبارك الله احسن الخالقين** ۔یعنی بہت ہی برکت والا ہے تمام مخلوقات کا بہترین خالق جس کا نام اللہ ہے۔

وحدانیت

خدا کا وجود ایک ایسی کھلی ہوئی روشن حقیقت ہے کہ ہر عقل والا جس طرح یہ یقین رکھتا ہے کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں سورج چمک دار ہے، آگ گرم ہے، اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر ایک عاقل کو اس بات کا حق الیقین حاصل ہے کہ خلاق عالم یعنی اللہ موجود ہے۔

منکرین خدا کو بھی جب قدرت کی قہاری کا تھپڑ لگ جاتا ہے تو وہ بھی مصیبت کے وقت اللہ اللہ پکارنے لگتے ہیں۔ مصیبت پڑنے پر منکرین خدا کو بھی خدا یاد آجاتا ہے۔ بہر حال ہر صاحب عقل خدا کے وجود کا قائل ہے یہاں تک کہ کفار مکہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لاتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے ﴿**وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ**﴾ (لقمان/۲۵) یعنی اے نبی ﷺ اگر آپ ان کافروں سے یہ سوال کریں گے کہ بتاؤ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو کافر بھی یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے، مگر ہاں فرق یہ ہے کہ خدا کا وجود ماننے والوں میں سے کچھ

نادانوں نے یہ ظلم کیا کہ وہ دودو' اور تین تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض مشرکین نے تو چھتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدامان کر پوجنا شروع کر دیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان ظالموں نے تو یہاں تک ظلم کیا کہ سفر میں ستّو اور مٹھائیوں کے بت بنا کر ساتھ لے جاتے تھے۔ جب پوجا کا وقت ہوتا تو اُن بتوں کے سامنے خوب بھجن گا گا کر اُن کی عبادت کرتے اور بھجن سے فارغ ہو کر جب بھوک لگتی تو اُن ہی دیوتاؤں کا بھوجن کر لیتے تھے۔

اسلام نے ایسی خداپرستی کو شرک ٹھہرا کر باطل قرار دیا اور اعلان کر دیا کہ ﴿**قل هوالله احد**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ صرف ایک ہی ہے۔ اسلام کے نزدیک توحید کے بغیر خدا کا وجود مان لینا یہ گمراہی میں خدا کو نہ ماننے ہی کے برابر ہے۔ خدا کے وجود کا سچا ماننے والا وہی ہے جو **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھ کر ایک اللہ **وحدہ لاشریک لہ** کے وجود کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور تمام معبودان باطل کی نفی کر کے شرک سے اظہار بیزاری کرے' یہی وہ برحق خداپرستی ہے جس کو سید عالم رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس تعلیم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

جس طرح عجائبات قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کرنے سے ایک صحیح العقل انسان کو خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے اسی طرح کائنات عالم میں تفکر وتدبر کرنے سے یہ یقین بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ یہ نظام عالم کی یکسانیت' یہ کائنات عالم کا نظام محکم' یہ زمین' یہ آسمان' یہ سارا جہاں' یہ بانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ اے غافل انسان یقیناً اللہ موجود ہے اور وہ بلاشبہ ایک ہی ہے۔

لطیفہ: ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی کہ ایک فلسفی آن پہنچا اور پوچھا کہ یہ بتاؤ کیا خدا موجود ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں بیشک خدا موجود ہے۔ فلسفی نے کہا کوئی دلیل ہے؟ بڑھیا نے کہا میرا چرخہ دلیل ہے کہ خدا موجود ہے۔ جب تک میں چرخہ چلاتی رہتی ہوں یہ چلتا رہتا ہے اور جب چھوڑ دیتی ہوں تو رک جاتا ہے تو جب میرا چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو بھلا زمین وآسمان کا اتنا بڑا نظام عالم بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟

فلسفی نے پھر سوال کیا کہ بتاؤ خدا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا نے جذبہ ایمانی کے ساتھ جواب دیا کہ خدا ایک ہے اور اس کی دلیل بھی میرا یہی چرخہ ہے کیونکہ میرے اس چرخے کو اگر دو عورتیں مل کر گھمائیں تو ان دو حالتوں سے خالی نہیں۔ اگر میں اور وہ دونوں ایک ہی طرف چرخے کو گھمائیں تو چرخے کی رفتار تیز ہوکر میرے دھاگے کو توڑ ڈالے گی اور اگر میں ایک جانب چرخے کو گھماوں اور وہ دوسری جانب چرخے کو چلائے تو ظاہر ہے کہ چرخہ چلنے کے بجائے ٹوٹ پھوٹ کر لکڑیوں کا ڈھیر بن جائے گا تو اس طرح اگر اس نظام عالم میں دو خداؤں کا عمل دخل ہوتا تو ہرگز یہ نظام عالم اس خوبی وسلامتی کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا بلکہ سارا نظام عالم تہ و بالا ہوکر تمام کائنات برباد ہوجاتی" یہ وہ ایمانی عقل ہے جس پر فلاسفروں اور سائنسدانوں کی عقلیں قربان ہیں۔ اسی مضمون کو قرآن مجید نے پیش فرمایا کہ ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ (الانبیاء ۲۲/۲۱) اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو زمین وآسمان میں ہرطرف فساد پھیل جاتا (یعنی اگر زمین وآسمان میں چند خدا ہوتے تو زمین وآسمان دونوں برباد ہوجاتے)

توحید کے عقلی دلائل

عقل یہ چاہتی ہے کہ اس عالم کا خالق وصانع ایک ہو' دو نہیں۔ اور اس دعوئی پر سب سے عمدہ دلیل جسے خود قرآن نے بھی پیش کیا ہے۔ وہ نظام عالم کی ایکسانی ووحدت اور کائنات کے علل واسباب کا باہم توافق وتعاون اور اشتراک واتحاد ہے۔

دنیا کا کوئی ذرہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک کہ آسمان سے لے کر زمین تک کی تمام کارکن قوتیں اور اسباب ایک دوسرے کے موافق ومناسب نہ ہوں۔

ایک دانہ کے اگنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ:

دانہ اگنے کے لائق ہو زمین میں اگانے کی صلاحیت ہو' موسم بھی اس کے مناسب ہو' بارش موافق ہو' آفتاب کی گرمی اور روشنی اس کے مزاج کے مطابق بہم پہنچے۔

پھر اس کے بعد وہ تمام رکاوٹیں یکسر دفع ہوں جو اس کی نشوونما میں مخل ہوسکتی ہے ان سب مراحل کے بعد دانہ اُگتا ہے اور پھر پھل آتا ہے۔ کتاب مجید نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ (الانبیاء/۲۲) اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالی کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو زمین وآسمان میں ہر طرف فساد پھیل جاتا۔ پس پاک ہے اللہ تعالی جو عرش کا رب ہے ان تمام نازیبا باتوں سے جو یہ مشرک کہتے ہیں۔

غرض کہ توحید کے ثبوت اور شرک کے ابطال کی سب سے اہم دلیل نظام عالم کی وحدت ہے۔ چاند' سورج اور تاروں سے لے کر انسان' حیوان' پانی' ہوا درخت' گھاس پات کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ سب ایک مقررہ نظام اور ایک بندھے اصول کے ماتحت ہیں اور ان سب میں یکسانی اور مساوات کی ایک خاص وحدت قائم ہے اور یہ بات اس امر کی دلیل ہے یہ سب کسی ایک ہستی کے ہاتھ میں ہوتے تو یہ باہمی تصادم میں ایک لمحہ کے لیئے بھی قائم نہ رہتے۔

اسی وحدت نظام کے استدلال کو قرآن مجید نے ان دو آیتوں میں یوں ادا کیا ہے۔

﴿مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۚ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾ (ملک/۳)

تو خدا کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھتا' نگاہ رکھ' کیا کوئی خلل تجھے دکھائی دیتا ہے ؟

﴿وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (مومنون/۹۱) اور نہ اس خدائے برحق کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھ جاتا۔

دنیا کی مشہور قوموں میں عیسائی اور یہودی تو توحید کے علانیہ منکر ہیں۔ عیسائی تین خداؤں کے قائل ہیں۔ قرآن نے ان کے اس عقیدہ کی صاف وصریح طور پر تردید کی ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (المائدہ/۷۲) بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ خدا مسیح ابن مریم ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ (المائدہ/۷۳) بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے۔

مجوسیوں کا کہنا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں باہم متضاد ہیں۔ خیر وشر' نور وظلمت' فسق وصلاح وغیرہ یہ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے ایسے دو متضاد عالم کا خالق ایک نہیں ہوسکتا' ورنہ لازم آئے گا کہ خدا شر کو بھی پیدا کرتا ہے اور جو شخص برائی کے پیدا ہونے کو جائز رکھتا ہے وہ خود اچھا نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید میں ان کے اس خیال کی تردید کی گئی اور بتایا گیا جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا اور خیر وشر کا خالق بھی ایک ہی اللہ ہے اور اچھی یا بُری چیزوں کا پیدا کرنا بہرحال کمال ہے کیونکہ حسن وقبح کا تعلق تو اس چیز سے ہے نہ کہ خالق سے' اس لئے اچھی چیزوں کے لئے الگ اور بُری چیزوں کے لئے الگ خالق تسلیم کرنے کی کیا ضرورت؟

﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۚ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾۔ (النحل/۵۱-۵۲) اور اللہ نے فرمایا دو خدا نہ ٹھہراؤ' وہ تو ایک ہی معبود ہے' تو مجھ ہی سے ڈرو۔ اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

دلائل توحید

زمین و آسمان کی اس کائنات میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔

اس دعوے پر قرآن مجید نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ اتنے معقول' دل آویز اور فکر انگیز ہیں کہ اگر کسی کے پاس عقل سلیم ہو اور درمیان میں عصبیت اور کفر الحاد کا کوئی حجاب حامل نہ ہو تو انھیں تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ قرآن کے استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے سارے دلائل محسوسات و مشاہدات اور انسانی نفسیات پر مبنی ہیں اس لئے انھیں تسلیم کرنے کے لئے صرف آنکھ کھول کر دیکھنے' کان کھول کر سننے' اور دماغ کا پٹ کھول کر سوچنے کی ضرورت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن جہاں بھی انسانوں کے سامنے اپنی کوئی بات رکھتا ہے تو اپنی دعوت کے اختتام پر یہ ضرور فرماتا ہے۔

'ہماری یہ دعوت اصحاب فکر و بصیرت کے لئے ہے۔ ہماری یہ بات اہل علم کے لئے ہے۔ ہماری یہ دلیل عقل والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ ہدایت غور و فکر سے کام لینے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ بات اہل فہم کے لئے ہے۔ ہماری یہ دلیل تدبر و شعور رکھنے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ دعوت سمجھنے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ بات بصیرت کے کان سے سننے والوں کے لئے ہے۔ ہماری یہ نشانیاں انصاف و حقیقت کی آنکھ سے دیکھنے والوں کے لئے ہے۔ اور ہماری یہ بات صحیح رُخ پر سوچنے والوں کے لئے ہے'۔

قرآن کا یہ انداز بیان اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے کہ اس کی دعوت کی بنیاد جبر و اکراہ پر نہیں بلکہ فکر و بصیرت اور علم و عقل کے صحیح تقاضوں پر ہے۔ وہ اپنی بات قہر و تشدد کے ذریعہ نہیں بلکہ تفہیم و تلقین اور دل نشین دلائل و شواہد کے ذریعہ منوانا چاہتا ہے۔

خدا کو ایک ماننے اور صرف اسی کے آگے بندگی کا سر جھکانے کے لئے اگر قہر و جبر ہی

سے کام لینا مشیت کو منظور ہوتا تو دنیا میں انبیاء کیوں بھیجے جاتے؟ کتابیں کیوں اُتاری جاتیں؟ اور انسانوں کے درمیان دعوت وتبلیغ کا سلسلہ کیوں قائم کیا جاتا؟

قرآنی دلائل اس طرح ہیں :

(۱) اللہ تعالی ہی زمین وآسمان اوران میں رہنے والی ساری موجودات کا خالق ہے اس پوری کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا اللہ تعالی کے سوا کوئی اور نہیں اور نہ اس کام میں اللہ تعالی کے ساتھ کوئی اور شریک ہے کہ دونوں کے اشتراک سے یہ کائنات وجود میں آئی ہو۔

(۲) اللہ تعالی ہی سب کا پروردگار ہے۔ اکیلے وہی اس پورے کارخانہ ہستی کو چلا رہا ہے ہر مخلوق کو زندہ رہنے اور اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے جس طرح کا جو سامان اسے مطلوب ہے وہ اکیلئے سب کو مہیا کر رہا ہے اس کام میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے کہ دونوں کے شتراک سے یہ کارخانہ چل رہا ہے۔

(۳) اللہ تعالی ہی زمین وآسمان اوران میں رہنے والی ساری مخلوقات کا مالک اور بادشاہ ہے اس کی سلطنت وملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے کہ مشترک بادشاہت وملکیت کا کوئی تصور کیا جا سکے۔

قرآن فرماتا ہے کہ جب تخلیق میں اللہ تعالی کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے جب ربوبیت وپروردگاری اور کارخانہ ہستی کے انتظام واہتمام میں کوئی اور کہاں سے شریک ہو جائے گا۔ قرآن کی زبان میں اسی کا نام عقیدۂ توحید ہے یعنی ایک معبود بلاشرکت غیر ے 'صرف ایک معبود پوری کائنات میں' صرف ایک عبادت کا مستحق اور وہ صرف اللہ۔

یہیں سے جھوٹے معبودوں کے تصور کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے جیسا کہ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کیوں کہ جب تخلیق ربوبیت اور ملکیت وسلطنت میں کوئی دوسرا کسی حیثیت سے بھی شریک نہیں ہے تو اب چھوٹے خداوں کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ یعنی جب کوئی چھوٹا خالق نہیں ہے جب چھوٹا پروردگار نہیں ہے جب کوئی چھوٹا مالک نہیں ہے تو کوئی چھوٹا معبود کہاں سے نکل آئے گا۔

عقیدۂ توحید کے اثبات میں قرآن نے ایک دلیل اور پیش کی ہے جو نہایت معقول بصیرت انگیز اور دل نشین ہے۔

قرآن فرماتا ہے کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ زمین وآسمان میں اللہ کے سوا بھی چند خدا ہیں جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ ہے تو اب سوال اٹھتا ہے کہ اس کارخانۂ ہستی کو چلا کون رہا ہے؟ سب مل کر چلا رہے ہیں یا ان میں سے کوئی ایک چلا رہا ہے۔ اگر کوئی ایک چلا رہا ہے تو باقی خداؤں کا کیا مصرف ہے؟ اگر وہ بیکار ہیں اور ان کی کوئی ضرورت باقی نہیں ہے تو اس کا کھلا ہوا مطلب ہے کہ مخلوق کو اب ان کی طرف کوئی احتیاج نہیں ہے اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جس کی طرف مخلوق کی احتیاج نہ ہو وہ کبھی خدا نہیں ہوسکتا۔ اور اگر سب مل کر چلا رہے ہیں تو اب دوسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ عالم کے انتظام وانصرام میں سب کی حیثیت مستقل ہے یا ہر ایک کو اپنے اپنے کام کی انجام دہی میں دوسرے کی احتیاج ہے اگر احتیاج ہے تو جو دوسرے کا محتاج ہو وہ بھی خدا نہیں ہوسکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ سارے خدا باہمی مشورے سے کارخانۂ ہستی کا انتظام چلا رہے ہیں تو اس صورت میں انتظامی امور میں باہمی مشورہ بھی احتیاج ہی کی ایک شکل ہے اور اگر ان میں سے کوئی خدا کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر خدا اس کارخانۂ ہستی کے انتظام میں مستقل قدرت واختیار رکھتا ہے اور اپنے کام میں وہ دوسرے خداؤں کی مرضی اور ان کے فیصلے کا قطعاً پابند نہیں ہے تو اس صورت میں عقل سلیم سوال کرتی ہے کہ سارے خدا جب اپنی ہی مرضی اور ارادہ سے اس کارخانۂ ہستی کو چلا رہے ہیں اور آپس میں کوئی مشورہ بھی نہیں ہے تو بتایا جائے کہ سورج کے طلوع وغروب' چاند کے گھٹنے بڑھنے' موسموں کے آنے جانے اور ہر مخلوق کے توالد وتناسل کے نظام میں آج تک کوئی فرق کیوں نہیں پڑا ؟

اس طرح کا ایک بھی واقعہ اب تک کیوں رونما نہیں ہوا کہ رات کے بارہ بجے اچانک سورج نکل آتا اور جب دن کے دس بجے تو رات آجاتی اور آسمان پر چاند تارے نکل آتے ۔اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ آدمی کے نطفے سے شیر پیدا ہوتا اور شیر کے پیٹ سے آدمی جنم لیتا۔ اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ زمین میں گیہوں کے دانے بوئے جاتے اور چنے کا کھیت

تیار ہوجاتا۔آم کی گٹھلی زمین میں دفن کی جاتی اور وہاں سے ناریل کا درخت نکل آتا۔

اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ شہد کی مکھی کے پیٹ سے زہر نکلتا اور بچھو کے ڈنک سے شہد کا قطرہ ٹپکتا؟ اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ خزاں کے موسم میں سارے درخت ہرے بھرے ہوجاتے اور بہار کے دن آتے تو چمن میں خاک اڑنے لگتی؟ اب تک ایسا کیوں نہیں ہوا کہ نومبر ڈسمبر میں اچانک برسات آجاتی اور مئی جون کا مہینہ سردیوں میں تبدیل ہوجاتا؟ اگر ایسا اس لئے نہیں ہوا کہ یہ سارا نظام ایک ہی خدا کا مقرر کردہ ہے اور وہی ایک نہج پر اُسے چلا رہا ہے تو پھر بتایا جائے کہ دوسرے خداؤں کا نظام کہاں ہے؟ اگر کوئی خدا کسی دوسرے خدا کے وضع کردہ قانون کا پابند نہیں ہے تو کارخانۂ ہستی کے انتظام میں خود اس کا اپنا وضع کردہ قانون کدھر ہے؟ جب مشاہدات کی روشنی میں دوسرے خداؤں کا کوئی سکہ یہاں نہیں چل رہا ہے تو ماننا پڑے گا کہ ساری کائنات میں صرف ایک ہی خدا کی حکمرانی ہے اور یہ اسی خدا کا فرمان ہے کہ ﴿**لن تجد لسنة الله تبديلا**﴾ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام میں کوئی تبدیلی تم ہرگز نہیں پاؤ گے۔

﴿**اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ**﴾ (الانبیاء/۳۱) کیا غور نہیں کیا کافروں نے کہ آسمان وزمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے دونوں کو الگ الگ کردیا اور پیدا کیا ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے تو کیا (اتنی کھلی ہوئی نشانیوں کے بعد بھی) وہ ایمان نہیں لائیں گے اور ہم نے زمین میں پہاڑوں کے لنگر کھڑے کئے کہ انھیں لیکر کہیں ایک طرف نہ جھک جائے اور بنائے ہم نے اس میں کشادہ راستے تاکہ وہ چل سکیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمارہا ہے کہ زمین وآسمان موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے ایک دوسرے میں پیوست تھے پھر ہم نے اپنی قدرت سے زمین کو الگ کردیا اور آسمان کو الگ کردیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر علماء تفسیر سے اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔ **قال ابن عباس والضحاك وعطا وقتادہ كانتا**

شیئا واحدا ملتزقین ففسّراللہ بینھما بالھوا۔ (قرطبی) یعنی زمین وآسمان شئے واحد کی طرح تھے اور انکے اجزاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے چمٹے ہوئے تھے' پھر ہوا کے ذریعہ انھیں علیحدہ علیحدہ کردیا گیا ۔۔ سینکڑوں صدیوں کی تحقیقات تجربات اورغوروفکر کے بعد علمائے طبعیین جس نتیجہ پر پہنچے ہیں قرآن حکیم نے پہلے ہی اس حقیقت کو چندالفاظ میں ذکرکردیا تھا۔

ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداء میں آفتاب ایک بھڑکتاہوا شعلہ تھا۔اس کی حرکت بہت ہی تیزتھی مرورِدہور میں اس کی حرکت کم ہوتی گئی اوروہ سکڑتا اور چھوٹا ہوتا گیااوراس سبب سے اسکے مادے میں گاڑھاپن آگیااورحرکت کی تیزی کے سبب اس میں سے چندٹکڑے ٹوٹ کرڈوردُورتک چلے گئےاوراسی کے گردچکرکھانے لگے۔اس وقت تک ظاہرہوا ہے کہ آفتاب سے گیارہ ٹکڑے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ جن سے ہمارا نظام شمسی بنا ہےاورزمین بھی انہی سےایک ہے۔

موجودہ زمانہ میں اجرامِ سماویہ کی ابتدائی تخلیق اورکرہ ارضی کی ابتدائی نشوونما کے جونظریےتسلیم کرلیے گئے ہیں یہ اشارات بظاہران کی تائیدکرتے ہیں اوراگرہم چاہیں تو ان بنیادوں پرشرح وتفصیل کی بڑی بڑی عمارتیں اٹھاسکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرناصحیح نہ ہوگا یہ نظریے کتنے ہی مستندتسلیم کرلیے گئے ہوں لیکن پھربھی نظریے ہیں۔اور نظریات جزم ویقین کے ساتھ حقیقت کا فیصلہ نہیں کرسکتے پھراس سے کیافائدہ کہ ان کی روشنی میں قرآن کے مجمل اورمحتمل اشارات کی تفسیر کی جائے لیکن کل کوکیاکریں گے۔اگر ان نظریوں کی جگہ دوسرےنظریے پیداہوگئے۔صاف بات یہی ہے کہ یہ معاملہ عالمِ غیب سےتعلق رکھتا ہے جس کی حقیقت ہم اپنے علم وادراک کے ذریعہ معلوم نہیں کرسکتے۔ اورقرآن کامقصوداِن اشارات سےتخلیق عالم کی شرح وتحقیق نہیں ہے۔ خدا کی قدرت وحکمت کی طرف انسان کوتوجہ دلاناہے۔

رتق اورفتق کا یک اورمفہوم بھی بیان کیا گیاہے۔ 'رتق' سےمراد یہ ہےکہ آسمان کامنہ پہلے بندتھاکوئی بارش نہیں ہوتی تھی اورزمین کامنہ بھی بندتھاکوئی چیزاس میں پیدانہیں ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کا منہ بھی کھلا (فتق) اور بارش برسنے لگی۔ زمین کی مہر بھی ٹوٹی اس میں سے ضروریات کی ہر چیز اگنے لگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

ہر جاندار چیز کی تخلیق پانی سے کی گئی ہے یہی اس کا مادۂ اصلی ہے یا ہر جاندار کی بقااور نشوونما کا انحصار پانی پر ہے یا یہ کہ مادۂ منویہ جو ہر جاندار کا اصل ہے۔ وہ پانی ہے بہرحال جس لحاظ سے دیکھو زندگی اور پانی کا ساتھ ہے۔

عموماً جاندار چیزیں جو نظر آتی ہیں بالواسطہ و بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے۔ شاید ہی کوئی ایسی مخلوق جس کی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش میں پانی کو دخل نہیں وہ مستثنٰی ہوگی۔ **للاکثر حکم الکل** کے اعتبار سے یہ کلمہ صادق رہے گا۔

ہم نے اتنے اونچے اونچے پہاڑ پیدا کیے جن کی بلند چوٹیاں آج بھی مہم جو انسانوں کو للکار رہی ہیں لیکن ان پہاڑوں کی تخلیق میں بھی قدم قدم پر تمہیں ہماری حکمت کے جلوے نظر آئینگے۔ ان کو سنگین دیواروں کی طرح کھڑا نہیں کر دیا گیا کہ ایک طرف سے دوسری طرف آمدورفت ہی بند ہو جائے بلکہ ان میں ایسی گھاٹیاں اور درّے بنا دیے ہیں جن کے ذریعہ تم ایک طرف سے دوسری طرف جا سکتے ہو بلکہ بڑی بڑی شاہراہیں بنا سکتے ہو۔

کیونکہ آسمان زمین کو اسی طرح ڈھانپے ہوئے ہیں جیسے چھت مکان کو اس لیے فرمایا ہم نے زمین کے لیے آسمان کو بہ منزلہ چھت بنایا ہے لیکن یہ ایسی چھت نہیں جو گر پڑے یا اس میں شگاف ہو جائیں بلکہ یہ ہر طرف سے محفوظ اور مستحکم ہے۔ پھر مزید کرم یہ فرمایا کہ رات دن کا تسلسل قائم کر دیا۔ اگر ہمیشہ رات کا اندھیرا چھایا رہتا یا ہمیشہ دن ہی ہوتا تو دنیا کی یہ رونقیں نہ ہوتیں یا تمازتِ آفتاب سے زمین جل بھن جاتی یا ساری دنیا قطب شمالی کے علاقوں کی طرح برف کے نیچے دبی رہتی۔

فلک کیا ہے؟ کیا سماء (آسمان) اور فلک دونوں ایک چیز ہیں؟ کیا شمس وقمر اور دوسرے سیارے اُن میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس طرح لکڑی میں کیل؟

فلاسفہ یعنی قدیم علماء طبعیین کی رائے یہ ہے کہ فلک اور آسمان ایک چیز کے دو نام ہیں

اور فلک کی انھوں نے یہ تعریف کی ہے۔ **بانہ حی عالم متحرک بالارادۃ حرکۃ مستدیرۃ ولا یقبل الخرق والا لتئام** ۔ یعنی فلک زندہ ہے عالم ہے۔ اپنے ارادہ سے گول حرکت کرتا ہے۔ پھٹنے اور جڑنے کو قبول نہیں کرتا کیونکہ فلاسفہ کے نزدیک فلک میں خرق والتئام ممنوع ہے اس لئے انھوں نے یہ کہا کہ سیارے اُن میں گڑے ہوئے ہیں۔ وہ متحرک نہیں بلکہ وہ فلک متحرک ہیں جن میں وہ گڑے ہوئے ہیں کیونکہ حرکتیں مختلف ہیں اس لئے انھوں نے افلاک کو متعدد مانا ہے۔ اُن کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ افلاک کی تعداد نو ہے۔

فلک کی جو تعریف ان فلاسفہ نے کی ہے علمائے اسلام نے علم کلام کی کتابوں میں اس کا بطلان ثابت کیا ہے بلکہ اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور سما (آسمان) دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں اور سماء افلاک سے اوپر ہے چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ **قال اکثر المفسرین ھو (الفلک) موج مکفوف تحت السماء یجری فیه الشمس والقمر** ۔ کہ فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس وقمر اسی میں محو حرکت ہیں اور ضحاک جو مشہور اور مسلم مفسر ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کی مدار کا نام ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس باب میں وہی قول مشہور ہے۔ **قال الضحاک وھو لیس بجسم وانما ھو مدار ھذہ النجوم والمشھور ماروی عن ابن عباس** ۔ فلاسفہ کا یہ قول کہ افلاک کی تعداد نو ہے یہ بھی قطعی اور یقینی نہیں۔ ہوسکتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہوں۔ (روح المعانی)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اور علامہ ابی حیان اندلسی نے اپنی اپنی تفاسیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور پسند فرمایا ہے۔

علامہ ابی عبد اللہ الانصاری القرطبی کی عبارت ملاحظہ ہو: **والاصح ان السیارۃ تجری فی الفلک۔ وھی سبعۃ افلاک دون السموت المطبقۃ التی ھی مجال الملائکۃ واسباب الملکوت فالقمر فی الفلک الادنیٰ ثم عطارد ثم الزھرۃ ثم**

الشمس ثم مريخ المرثم المشترى ثم زحل والثامن فلك البروج والتاسع الفلك الاعظم قال ابن زيد الافلاك مجارى النجوم والشمس والقمر۔ وقيل الفلك موج مكفوف ومجرى الشمس والقمر فيه والله اعلم (قرطبی) یعنی کواکب سیارہ فلک میں چلتے ہیں اور یہ آسمانوں سے نیچے ہیں۔ چاند سب سے نچلے فلک میں ہے۔اس سے اوپر عطارد پھر زہرہ' پھر سورج' پھر مریخ پھر مشتری پھر زحل آٹھویں کو فلک البروج' نویں کو فلک اعظم کہتے ہیں۔ان سب سے اوپر سبع سمٰوٰت (سات آسمان) ہیں جو ملائکہ کی جولا نگاہ اور اسباب ملکوت کا مخزن ہیں۔ **والله اعلم**

یہ حقائق جو صدہا سال پہلے علمائے اسلام اپنی نگاہ حقیقت بین اور عقل رسا سے بے نقاب کر چکے ہیں ان کی روشنی میں اگر جدید علمائے فلکیات کی تحقیقات کا آپ مطالعہ کرینگے تو آپ کو قرآن کریم کے کتاب الٰہی ہونے کا یقین آ جائے گا اور علمائے اسلام کی دقت نظر اور ان کے علوم کی وسعت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے جس طرح آج کے سائنس دان اپنے پیشروؤں پر تنقید کر رہے ہیں۔ اُن کے شاگرد کل اپنے ان اُستادوں کی غلطیاں نکالنے لگیں۔اس لئے کسی مومن کو یہ زیبا نہیں کہ قرآن کی صداقت کو وہ تب تسلیم کرے جب جدید تحقیقات کی سند اسے مل جائے بلکہ اس کا یہ پختہ یقین ہونا چاہیے کہ حق وہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ قدیم تحقیقات اور جدید انکشافات کا وہی حصہ درست ہے جس کی تائید قرآن سے ملتی ہے اور جو قرآن حکیم کی تصریحات کے خلاف ہے وہ غلط ہے آج نہیں تو کل اسکے علمبردار خود اپنی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر احساس کمتری کا مظاہرہ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ مسلمان قرآن مجید کی تصدیق کے لیے قدیم وجدید نظریات کا سہارا ڈھونڈتا پھرے' البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ قرآنی حقائق کو سمجھنے کے لیے انتہائی کوشش کی جائے ایسا نہ ہو کہ ہم نئے نئے نظریات کو قرآن کے نظریات تصور کرنے لگیں اور اس بے خبری کے باعث علم ودانش کی دنیا میں اپنی تضحیک کے ساتھ فرقان حمید کی توہین کا بھی سبب بنیں۔(العیاذ باللہ)

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾
(حج/٦٥) کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور تمہارے بس میں کر دیا کشتی کو جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ تھامے ہوئے ہے آسمان کو کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ بے شک اللہ انسانوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم والا ہے۔

دلائل توحید اتنے واضح اور یقین آفریں ہیں کہ اگر کوئی معمولی عقل وفہم رکھنے والا بھی غور کریگا تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اُسے اعتراف کرنا ہی پڑیگا۔ ذرا غور تو کیجئے زمین وآسمان کا یہ کارخانہ کتنا وسیع ہے اور کتنے بے شمار پُرزوں سے مرکب ہے۔ ہر پُرزہ چھوٹا ہو یا بڑا' اپنی اپنی جگہ پر اس خوبی سے فٹ ہے کہ نہ کوئی پیچ ڈھیلا ہوتا ہے نہ کوئی گراری ٹوٹتی ہے اور نہ انجن کی رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ ہر چیز اپنا اپنا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ جس کے ذمے چلنا ہے وہ چل ہی رہی ہے نہ اپنی سمت بدلتی ہے نہ اپنے مقررراستہ سے بال برابر اِدھر اُدھر سرکتی ہے اور نہ اسکی چال میں فرق پڑتا ہے۔ جس کے ذمے دوڑنا ہے وہ دوڑتی ہی چلی جارہی ہے۔ جنہیں ٹھیرنے کا حکم ملا ہے وہ دم بخود چپ چاپ کھڑی ہیں۔ انسان اس محیرالعقول کارخانہ کی پیچیدگیوں میں غور کرے تو سر چکرا جاتا ہے اور اگر حقیقت شناس نگاہ سے وہ یہ منظر دیکھے کہ ہر چیز ایک حلقہ بگوش غلام کی طرح تعمیل حکم میں مصروف ہے تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہ نکلتا ہے۔ تبارك الله احسن الخالقين (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۚ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۚ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۚ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (انعام ٩٧-٩٥)

بے شک اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلی کو (زمین کے اندر) پھاڑتا ہے (تاکہ اُس میں سے کونپل نکلے) وہ زندہ جسم کو مُردہ (بے جان چیز) سے نکالتا ہے (جیسے انڈے سے بچہ) اور

مُردہ (بے جان چیز) کوزندہ جسم سے نکالتا ہے (جیسے مرغی سے انڈا) یہ ہے اللہ تعالیٰ (تم اس کی تلاش میں) کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو' وہ تاریکی کا پردہ چاک کرکے صبح طلوع کرتا ہے۔ اُس نے رات کوآرام کے لئے بنایا اور سورج اور چاند کو (سال اور وقت کا حساب معلوم کرنے کے لئے۔ یہ ایک مقرر کیا ہوا اندازہ ہے زبردست علم والے کا' وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم راستہ پاؤ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں' ہم نے اپنی قدرت کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں علم والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے وہ کرشمے جن کا ہم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہیں ان کا ذکر کر کے ان میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے اور پوچھا جا رہا ہے کہ اے عقل کے دشمنو! یہ بتاؤ کہ عبادت کے لائق وہ ذات والا صفات ہے جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں کہ وہ خشک دانے اور سخت گٹھلی کو چیر کر اس سے سرسبز پودے اور بلند و بالا درخت اُگاتا ہے یا وہ بے بس اور بے جان پتھر وغیرہ کے بت جنھیں اپنی بھی خبر نہیں۔ گندم کے دانے کا دل چیر کر کس طرح گندم کا پودا نکلتا ہے جس کی کئی بالیں ہوتی ہیں اور ہر بال پر الگ الگ خوشہ ہوتا ہے جس میں سینکڑوں دانے مضبوط غلافوں میں لپٹے ہوئے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس چھوٹے سے دانے میں سے کیونکر نکلا اور اب تک اس میں کیونکر سمٹا رہا' آم کی چھوٹی سی گٹھلی سے اتنا بڑا درخت کیسے پیدا ہو گیا۔ اگر انسان اسی میں تامل کرے تو حقیقت روشن ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دوسرا اعجاز بے جان انڈے سے جاندار مرغی اور قطرہ آب سے زندہ انسان یا بد سے نیک اور نیک سے بد۔

اللہ اور معبود برحق تو وہ ذات ہے جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں۔ تعجب ہے تم پر اگر اس کے بعد بھی تم دوسروں کو خدا سمجھتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس حساب اور اندازے سے سورج اور چاند کی حرکت مقرر فرما دی ہے جس سے دن مہینے اور سال بنتے ہیں۔ جس سے گرمی سردی بہار اور خزاں کے موسم ظہور پذیر ہوتے ہیں' جن سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہر طرح مستفید ہوتی ہے۔ پہلی آیت میں دانہ اور گٹھلی جو بظاہر معمولی چیزیں ہیں ان کا ذکر فرمایا تھا اس آیت میں نظام شمسی کے دو اہم ستاروں سورج اور چاند کا ذکر ہو رہا ہے

بتانا یہ ہے کہ کارخانہ ہستی کی ہر چھوٹی بڑی چیز اسی کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے اسی کی حکمت اور علم نے ان کے لیے ایسے اندازے اور ضابطے مقرر کر دیے ہیں جن کے وہ پابند ہیں اور سب اس کے حکم کی تعمیل اور اس کے فرمان کی بجا آوری میں سرگرم عمل ہیں اور زندگی کی یہ ہماہمی موجود ہے۔

اہل علم ودانش کے لیے کائنات ہستی کی ہر چیز میں توحید کی دلیلیں موجود ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی آپ کوئی چیز لیں اس کی وضع وقطع کی موزونیت اس کی خصوصیات اس کے ان گنت فوائد اور پھر سارے نظام عالم کے ساتھ اس کی وابستگی کو دیکھ کر انسان مجبوراً کہہ اٹھتا ہے کہ اس کے بنانے والی ذات بڑی قدرت علم اور حکمت کی مالک ہے جتنا علم زیادہ ہوگا اسی مناسبت سے عرفان توحید زیادہ ہوگا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۠ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۠ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۠ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل/۵۔۸) اور اس نے جانوروں کو پیدا کیا جن میں تمہارے لئے گرم لباس (کا بھی سازو مان) ہے اور دوسرے فوائد بھی ہیں اور ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو اور ان میں تمہارے لئے زینت وجمال کی کشش بھی ہے جب تم انھیں شام کے وقت چراگاہ سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت انھیں چرانے لیجاتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ ڈھوکر ایسے شہر کی طرف لیجاتے ہیں کہ تم وہاں تک نہ پہنچتے لیکن ادھ مرے ہوکر' بیشک تمہارا رب بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور اس نے پیدا کئے گھوڑے خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان سے زینت حاصل کرو اور وہ (آئندہ ایسی سواریوں اور زینت کا سامان) پیدا کرے گا جن سے تم (آج) ناواقف ہو۔

انسان کی زندگی کی بقاء کے لئے اور اس کو آرام دہ اور دلکش بنانے کے لئے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ تمہاری خدمت گزاری اور تمہارے فائدے کے لئے

انھیں پیدا فرمایا ہے۔ جانوروں کی اُون وغیرہ سے بنے ہوئے کپڑوں سے تم حرارت حاصل کرتے ہو اس کے علاوہ متعدد منفعتیں حاصل کرتے ہوئے ان کا دودھ پیتے ہو' اُن کی ہڈیوں کو طرح طرح سے استعمال کرتے ہو اور تو اور ان کا گوشت کھاتے ہو۔

اس کے علاوہ جب جانور صبح سویرے چرنے کے لئے بستیوں سے باہر نکلتے ہیں اور دن بھر چرنے کے بعد شام کے وقت واپس آتے ہیں تو کتنا دلکش منظر ہوتا ہے وہ راستے بھی آباد آباد دکھائی دیتے ہیں جہاں سے وہ گزر رہے ہوتے ہیں اپنے مویشیوں کو جب یکجا تم دیکھتے ہو تو جو فرحت اور طمانیت تمہارے دل میں محسوس کرتے ہیں ذرا اُس کا ہی اندازہ لگاؤ۔ تم اللہ تعالیٰ کے کس کس احسان کو بھلاؤ گے اور کہاں تک ناشکری کرو گے۔ میدانی علاقہ ہو یا ریت کے ٹیلے ہوں' پہاڑوں کی بلندیاں ہوں یا وادیوں کا نشیب ہو' راستہ ہموار ہو یا قدم قدم پر گڑھے ہوں' یہ جانور تمہارے بھاری بھرکم سامان کو اپنی پشتوں پر لادے ہوئے کس طرح خاموشی سے چلے جارہے ہیں۔ ذرا غور تو کرو اگر تمہیں یہ سامان خود اٹھا کر لے جانا پڑتا تو تمہیں کس وقت کا سامنا ہوتا۔ ایسے جانوروں کا بہم پہنچانا تمہارے پروردگار کی از حد شفقت اور بے پایاں رحمت کا کتنا بڑا ثبوت ہے اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازیوں نے صرف بار برداری کے جانور ہی پیدا نہیں کئے بلکہ تمہاری سواری کا انتظام بھی فرمایا دیا۔ جب تم ان پر سوار ہوتے ہو تو وہ اپنی سبک رفتاری سے ہوا سے باتیں کرنے لگتے ہیں اور قلیل عرصہ میں تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ سواری اور سفر کی سہولت کے ساتھ ساتھ اس میں زینت کا پہلو بھی قابل لحاظ ہے ایک خوبصورت نقرے گھوڑے پر انسان سوار ہو تو وہ کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اس وقت برتری کے جس جذبہ سے سرشار پاتا ہے وہ تو بیان ہی سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بقاء اور تمہارے آرام و آسائش کے لئے بے شمار چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جن کو تم جانتے ہو اور بعض ایسی بھی ہیں جن کی تمہیں خبر تک نہیں' تم ان کا نام بھی نہیں جانتے اور یہ فرمان ایزدی وہ شب و روز تمہاری خدمت میں مصروف ہیں۔

نوٹ: اس آیت سے نقل وحرکت کے وہ ذرائع بھی مراد لئے جاسکتے ہیں جو نزول قرآن کے وقت موجود نہ تھے لیکن بعد میں ایجاد ہوئے یا جو قیامت تک ایجاد ہوتے رہیں گے یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے۔ یہ موٹریں' یہ بحری جہاز' یہ طیارے' راکٹ اور خدا معلوم ابھی اور کیا کیا بننے والا ہے۔ یہ سب اُسی کی صفت رافت ورحمت کے مظاہر ہیں۔

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖمْ مِنْ م بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ (النحل/۶۶) بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں غور وفکر کا مقام ہے کہ ہم تمہیں پلاتے ہیں (سفید رنگ کا) خالص دودھ جو اُن کے پیٹوں میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے جو پینے والوں کیلئے بہت خوش ذائقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت جلیلہ یاد دلا کر اس میں غور کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک بھینس جو خوراک کھاتی ہے وہ سب اس کے حلق سے اُتر کر اس کے معدہ میں چلی جاتی ہے۔ معدہ ایک ہے اور وہ عوامل بھی یکساں ہیں جو خوراک کو ہضم کے مختلف مرحلوں سے گزارتے ہیں' لیکن اُس کا کچھ حصہ گوبر بن جاتا ہے او کچھ حصہ خون بن کر جسم کے تمام اعضاء میں پہنچ جاتا ہے' اور اُس تقسیم میں بھی یہ حکمت ملحوظ ہے کہ ہر عضو کو خون کی اتنی مقدار ہی بہم پہنچائی جاتی ہے جتنی اُس کو ضرورت ہوتی ہے' لیکن خون اور گوبر کے علاوہ وہ ہیں ایک چیز بھی اس خوارک سے بنتی ہے۔ رنگ' بُو اور ذائقہ میں وہ اُن دونوں چیزوں سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ ہے سفید دودھ' اب کوشش سے سونگھو' کیا اس میں گوبر کی بُو کا شائبہ بھی ہے۔ غور سے دیکھو' کیا اس میں خون کی ہلکی سی سرخی بھی دکھائی دیتی ہے۔ وہ کون ہے جو اس طرح کی چیزوں میں سے ایسی پاک اور صاف چیز کشید کرتا ہے اور وہ اتنی لذیذ اور خوش ذائقہ ہے کہ خود بخود حلق سے نیچے اُترتی چلی جاتی ہے۔ ہر چیز اپنے خالق کی حمد وثنا میں مصروف ہے لیکن اے انسان تو ہی اتنا ناشکرا ہے کہ اپنے کریم پروردگار کو نہیں پہچانتا اور سرکشی پر ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

يَعْرِشُوْنَ ۙ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾
(نحل/٦٩-٦٨) اور اللہ تعالی نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں' درختوں اور چھتوں میں اپنا گھر بنا' پھر ہر قسم کے پھلوں (یعنی ان کے پھولوں) کا رس چوستی پھر' اور چلتی رہ اپنے رب کی بنائی ہوئی نرم اور آسان راہوں پر۔ اس کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا ایک مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بیشک اس میں (خدا کی قدرت کی) نشانی ہے غور وفکر کرنے والوں کے لئے۔

کائنات کی بڑی بڑی چیزیں اپنے جمال وجلال اور اپنی نفع رسانی کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں لیکن عام طور پر چھوٹی چیزوں کو حقیر سمجھ کر لائق التفات خیال نہیں کیا جاتا۔۔اور پھر مکھی جیسی چھوٹی سی چیز کے لئے کس کو فرصت ہے کہ اس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری حکمت وقدرت کے جلوے صرف پہاڑوں' سمندروں' مویشیوں اور بلند وبالا درختوں میں ہی نظر نہیں آتے بلکہ ایک چھوٹی سی شہد کی مکھی بھی میری حکمتوں کی تجلی گاہ ہے۔اس کے مختصر چھتے میں بھی ہمارے کرشموں کا مینا بازار لگا ہوا ہے۔ ذرا اس چھتہ کو دیکھو کس مہارت سے اسکو مسدس خانوں میں تقسیم کردیا گیا ہے جن کے تمام اضلاع اور سارے زاویے مساوی ہیں۔ تمہارا کوئی ماہر انجینیر بھی مسطر اور پرکار کے بغیر ایسے مسدس خانے نہ بنا سکے' پھر اسکے مختلف حصوں پر نظر ڈالو۔ کہیں تو نوزائیدہ بچوں کی قیام گاہ ہے' کہیں شہد کا ذخیرہ کیا جارہا ہے' کہیں موم تیار ہورہا ہے' کہیں خوراک کا گودام ہے۔ پھر اس حیران کن نظم ونسق کو دیکھو جسکے ماتحت یہ کثیر التعداد مکھیاں یہاں آباد ہیں کسی متمدن ملک کی بہترین تربیت یافتہ فوج بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ان میں ایک مکھی سب کی سردار ہے' دوسری اس کی فرمانبردار ہیں' اور اس کے حکم بجالانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں۔ بعض خوراک لانے کے لئے متعین ہیں' بعض پہریدار ہیں' کیا مجال کہ کوئی اجنبی اندر قدم بھی رکھ سکے جو خوراک لانے پر مقرر ہے وہ اپنے چھتہ سے دور دراز مقامات پر اڑ کر جاتی ہیں' وہاں سے مختلف پھولوں' کلیوں' کونپلوں اور پتوں کا رس دن بھر چوستی رہتی ہیں اور پھر

طویل مسافت طے کر کے اپنے چھتے میں واپس آ جاتی ہیں' نہ وہ دانستہ بھولتی ہیں نہ لیٹ ہوتی ہیں اور نہ اپنے فرض کو انجام دینے میں کسی کاہلی کی روادار ہیں۔ پھر جس حکمت وخوبی سے پھلوں کے چُو سے ہوئے اس رس کو شہد بنانے کا عمل تکمیل پاتا ہے وہ تو اتنا حیرت انگیز ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان اتنے علمی کمال اور صنعتی ترقی کے باوجود کوئی ایسی مشینری تیار نہیں کر سکا جسکے ذریعے وہ پھلوں وغیرہ کے رس سے شہد جیسا جوہر کشید کر سکے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ اس چھوٹی سی مکھی کو یہ مہارت اور یہ کمال کس نے سکھایا؟ یہ باقاعدگی' نظم ونسق کی پابندی' اپنے فرائض کی ادائیگی' اپنے امیر کی اطاعت' یہ فنی نزاکتیں اور اس پیچیدہ کام کو انجام دینے میں اتنی نفاستیں یہ چیزیں اس حیوان کو کس نے تعلیم کیں۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ اے محبوب کائنات ﷺ یہ تمھارے رب کی تعلیم ہے۔ اُسی نے یہ سارے گُر یہ سارے قاعدے اور یہ طریق کار اس مکھی کو سکھایا ہے۔ اور اسکی دی ہوئی سمجھ سے وہ شہد جیسی نعمت بنا کر انسان کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ اس آیت میں وحی سے مراد الہام ہے۔ یعنی وہ سمجھ جو اللہ تعالیٰ حیوانات وغیرہ کو عطا کرتا ہے جس سے وہ اپنے نفع ونقصان کو سمجھ سکتے ہیں اور اپنے طبعی فرائض خوش اسلوبی سے ادا کر سکتے ہیں۔ (قرطبی)

شہد میں تمہارے لئے شفا ہے۔ کسی حاذق طبیب یا ڈاکٹر سے پوچھیے وہ تمھیں بتائے گا کہ یہ ذراسی مکھی جو لعاب تیار کرتی ہے وہ مختلف پھولوں سے جو جو ہر کشید کرتی ہے وہ کتنی لاعلاج بیماریوں کے لئے زوداثر تریاق ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں میں مختلف صحت بخش اثرات رکھدیے ہیں اور علاج کے طور پر کسی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے اور اسکے استعمال سے باذن اللہ شفا بھی ہوتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **لکل داء دواءٌ فاذا یصیب دواءٌ الداء برأ باذن الله** اور جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ علاج کرنا اور دم کرانا مباح ہے **وعلی اباحة التداوی والاسترقاً جمهور العلماء** (قرطبی)

مکھی کے اس طریقہ کار میں اور شہد کی اس صحت بخش تاثیر میں جتنا تم غور کرو گے اتنے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات تمھیں نظر آئیں گے (تفسیر ضیاء القرآن)

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ م بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۔ مَايُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (نحل ۷۸-۷۹)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہیں عطا کئے کان اور آنکھ اور دل تا کہ تم خدا کا شکر ادا کرو کیا انھوں نے کبھی پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو حکم کے پابند ہو کر فضا میں اڑ رہے ہیں بجز خدا کے انھیں کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے بیشک اس میں اہل ایمان کیلئے کھلی ہوئی نشانیاں ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش ہے کہ اس نے تم کو انسان کی شکل میں پیدا فرمایا اور جب تم پیدا ہوئے تھے تو تمہاری نادانی کا یہ حال تھا کہ تم اپنی ماں کو بھی نہیں پہچان سکتے تھے جس کے شکم میں تم ایک عرصہ گذار کر آئے تھے ۔ اسی خالق نے تمہیں ظاہری حواس کان' آنکھیں وغیرہ بھی بخشیں اور اسی نے تمہیں سوچنے اور سمجھنے کی استعداد بھی مرحمت فرمائی تا کہ تم اپنے خالق و مالک کی عنایات بے پاں کا اعتراف کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

اپنی قدرت کی ایک اور نشانی کی طرف توجہ دلائی کہ تم بلندی کی طرف کوئی چیز کتنے ہی زور سے پھینکو وہ تھوڑی دور اوپر جا کر نیچے گر پڑے گی کیونکہ ہر ثقیل چیز مرکز زمین کی طرف لوٹتی ہے لیکن فضائے آسمان میں محوِ پرواز پرندوں کو دیکھو یہ نیچے کیوں نہیں گر پڑتے؟ زمین کی کشش ثقل ان کو اپنی طرف کیوں نہیں کھینچ لاتی؟ وہ کون ہے جس نے پرندوں کو ایسے بازو' ایسے پَر' اور ایسے دُم بخشے ہیں کہ وہ ہوا کی وسعتوں میں گھنٹوں پر کشار ہتے ہیں کیونکہ پرندوں کے جسم کی مخصوص ساخت ان کے بازو اور پیر سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اس لئے ان کو ہوا میں معلق رکھنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی۔ جن ایمان والوں کے لئے پرندوں کی ہیت ترکیبی میں آیات و علامات تھیں وہ تو پتنگ اڑا کر ہی خوش ہوتے رہے اور دوسری قوموں نے اس رہنمائی سے فائدہ اٹھا کر طیارے اور معلوم نہیں کیا کیا بنا کر فضا کو مسخر کیا اور وہاں اپنے جھنڈے گاڑ لیئے ۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ م بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ﴾ (النحل/۸۰) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں گھر دیئے سکونت کیلئے اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں سے (خیمے والے) گھر بنائے جو تمہیں ہلکے پڑتے ہیں سفر کے دن اور منزل پر ٹھہرنے کے دن۔

ان انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے ہر شخص ہر وقت مستفید ہوتا ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے ان کی اہمیت کا احساس بہت کم ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آسانیاں اور سہولتیں جن کو ہم خاطر ہی میں نہیں لاتے اگر ہم سے چھین لی جائیں تو زندگی گزارنا دوبھر ہو جائے۔اس آیت میں انھیں نعمتوں کی طرف توجہ دلائی جن سے ہم ہر وقت لطف اندوز ہوتے ہیں کہ دیکھو یہ کس کی کرم گستریاں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ ان سے دل نہ لگا بیٹھنا' انھیں ایک دن چھوڑنا ہوگا مبادا اس دل لگانے کیوجہ سے چھوڑتے وقت تمہیں تکلیف ہو۔

تمہارے لئے بنائے ہیں جانوروں کے چڑوں سے گھر (یعنی خیمے) جنھیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اور بڑی آسانی سے سفر میں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ' كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴾ (النحل/۸۱) اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لئے سائے مہیا کئے اور پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں اور اس نے تمہارے لئے کچھ ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی کی شدت سے بچاتے ہیں اور کچھ ایسے پہناوے دیئے جو لڑائی میں تمہاری حفاظت کرتے ہیں اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرماتا ہے تاکہ تم اس کا حکم مانو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی انھیں انعامات کا تذکرہ فرمایا جو روزمرہ کے استعمال میں آنے والے ہیں گرمی کا موسم ہو' چلچلاتی دھوپ ہو' سخت گرم لو چل رہی ہو' آپ کسی گھنے درخت کے ٹھنڈے سایہ میں رکے' آپ کو پتہ چلے کہ سایہ کتنی بڑی نعمت ہے' دیواروں

کے سائے' مکانوں کے سائے' ہر چیز کا سایہ بنا کر تم پر احسان فرمایا' پھر پہاڑیوں کو بھی ایسا نہیں بنایا کہ سپاٹ چٹانیں ہوں اور وہاں سفر کرتے کرتے اگر بارش ہونے لگے برف کا طوفان آ جائے تو تمہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے بلکہ جگہ جگہ غاریں بنادی ہیں جہاں تم آرام کر سکو یا رات گزار سکو۔ اس نعمت کی قدر و قیمت آپ ان لوگوں سے پوچھیے جن کا بسیرا کوہستانی علاقوں میں ہے یا جنھیں کبھی پہاڑی سفر کا اتفاق ہوا ہو۔

پھر مزید کرم یہ کیا کہ طرح طرح کے لباس بنائے۔ کوئی گرمیوں میں پہننے کا کوئی سردیوں میں استعمال کرنے کا' اور کوئی ایسا لباس (فولادی زرہیں وغیرہ) جو زیب تن کر کے میدان جنگ میں جاتے ہو اور وہ تمہیں دشمن کے واروں سے بچاتا ہے۔ وہ کریم جو ہر حال میں تم پر اپنی نعمتوں کی بارش برسا رہا ہے جسے تمہاری ہر چھوٹی اور بڑی ضرورت کا خیال ہے جھک جاؤ اس کے حضور میں اور اس کے احکام کی اطاعت کو اپنا شعور بنالو احسان شناسی کا یہی تقاضا ہے اور تمہیں یہی بات زیب دیتی ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾ (روم/۲۰-۲۲) اور یہ (بھی اس کی قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا جبھی تم انسان (اس جہان خاکی میں) ہر طرف پھیلے ہوئے نظر آتے ہو۔ اور یہ (بھی اس کی قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے ہی جنس سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے تاکہ تمہیں راحت وسکون ملے اور تمہارے اندر آپس میں محبت و رحمت (کی کشش) رکھی۔ بے شک اس میں (اس کی قدرت وحکمت کی) کھلی ہوئی نشانیاں ہیں غور و فکر سے کام لینے والوں کے لئے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمان و زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں (بولیوں) اور رنگت کا اختلاف بھی۔ بیشک اس میں بھی اصحاب علم و دانش کے لئے اس کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں۔

یہاں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کبریائی اس کی قدرت اور حکمت کے دلائل کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے ان میں سے ہر دلیل اتنی مؤثر اور یقین افزا ہے کہ انسان جب اس پر غور کرتا ہے تو اس کا دل ودماغ بے ساختہ شہادت دینے لگتا ہے کہ **لاالـه الا اللـه وحده لاشريك له۔**

انسان کو مٹی سے بنایا۔ وہ مٹی محض بے جان ہے۔ دیکھنے' سننے کی صلاحیت سے محروم' عقل وفہم سے یکسر عاری۔ ایسی مٹی سے انسان کو بنایا اور اسے احسن تقویم کے شرف سے نوازا۔ چاند کی چاندنی اس کے نور جمال کے سامنے شرمندہ' سرو چمن اس کی قامت زیبا کے آگے دم بخود' مہر بلب غنچوں کا تبسم اس کی مسکراہٹ پر قربان' پھولوں کی تازگی اور لطافت اس کی رعنائی ودلربائی پر نثار' غرضیکہ حسن وجمال کے سارے مظہر اس آئینہ انوار الٰہی کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ اس کی عقل وفہم کی جولانیوں کے سامنے افلاک کی بلندیاں سرنگوں اور فضا کی وسعتیں سمٹ کر رہ گئی ہیں۔ تم ہی بتاؤ جس رب قدوس نے اس بے جان مٹی سے ایسا شاہکار تخلیق فرمایا اُس کی عظمتوں کا کیا ٹھکانہ (تفسیر ضیاء القرآن)

خیال رہے کہ مٹی جمادات میں داخل ہے اور انسان حیوانات میں۔ جمادات اور حیوان میں بہت فاصلہ ہے لہذا یہ پیدائش بہت عجیب ہے۔

عورت کی پیدائش مرد سے ہے یعنی حضرت حوا علیہا السلام' آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئیں' اس لئے اس طرح خطاب ہوا یعنی تم مردوں سے عورتیں بنائیں۔

مرد روزی کمانے کے لئے ہے عورت مرد کو آرام دینے کے لئے۔ عورتوں کا کمانا اور مردوں کا گھر کی خدمت کرنا فطرت کے خلاف ہے۔ اسی لئے عورتوں کو حیض ونفاس وغیرہ ایسے عوارض دیئے گئے جن میں انھیں گھر میں رہنا پڑتا ہے۔

قدرتی طور پر خاوند وبیوی میں محبت ہوتی ہے اگرچہ پہلے اجنبی ہوں بلکہ نکاح سے دو خاندان اور کبھی دو ملک مل جاتے ہیں اس لئے اسے نکاح کہتے ہیں یعنی ملانے والی چیز۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو بیوی کے عزیزوں سے اور عورت کو خاوند کے عزیزوں سے محبت ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے نااتفاقیاں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

جانوروں میں نر و مادہ ہیں مگر ان میں وہ الفت ومحبت اور معاشرت نہیں جو انسانوں میں ہے حالانکہ جماع اور اولاد جانوروں میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے کہ انسانی عقلیں اب تک معلوم نہ کرسکیں کہ مٹی اور آسمان کس چیز سے بنے ہیں۔ایک آدم کی اولاد اور اتنی کثیر زبانیں اور اتنے مختلف رنگ' پھر ہر زبان اپنی اپنی جگہ گنج علم ودانش اور مخزن ادب وفن' ہر رنگ پرکشش اور دل موہ لینے والا اہل علم ان امور میں غور کریں اور پھر فرمائیں کہ جس خالق نے ایک آدم سے گونا گوں اولاد پیدا فرمادی اس کی حکمت وقدرت کا کون انکار کرسکتا ہے۔

انسان کے سوا تمام جانور' غذا بولی شکل میں یکساں ہیں۔ انسان ان چیزوں میں مختلف ہے۔ پھر سب کو اسلام نے یکساں بنادیا کہ سب کا کلمہ نماز رسول کعبہ ایک ہوگیا۔ غرض کہ انسان کو رنگ بولی شکل وصورت نے بکھیرا اور حضور ﷺ نے ایک کردیا۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (روم/۲۳-۲۴)

اور رات اور دن کے حصوں میں تمہارا سونا اور (جاگنے کے بعد خدا کا فضل تلاش کرنا بھی اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ بیشک اس میں بھی ہوش گوش سے سننے والوں کیلئے حکمت خداوندی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور یہ بھی اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی (کی چمک) دکھاتا ہے (نقصان کا) خوف اور (بارش) کی امید دلاتی ہوئی اور آسمان سے پانی اُتارتا ہے اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کردیتا ہے۔ بیشک اس میں بھی اصحاب عقل وبصیرت کیلئے خدا کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں۔

یہ بھی اس کی شان رحمت ہے کہ اس نے دن کام کے لئے اور رات آرام کے لئے مخصوص فرمادی تاکہ ہر صبح انسان تازہ دم ہوکر اٹھے اور نئے جوش ونشاط کے ساتھ نئے دن کا استقبال کرے۔ اس سونے اور جاگنے سے مرنا اور مرجانے کے بعد قیامت میں اٹھنا معلوم کرلیں اور اس پر ایمان لائیں۔

بجلی چمکنے پر بارش کی امید اور اس کے گرنے کا اندیشہ اور خوف ہوتا ہے لہذا یہ امید اور خوف دونوں کی جامع ہے۔ علم وعقل اللہ تعالی کی بڑی نعمتیں ہیں مگر جب کہ ان سے ایمان اور ایمانیات کا پتہ لگایا جائے ورنہ یہ علم وعقل ہلاک بھی کر دیتے ہیں رب تعالی فرماتا ہے ﴿**واضله الله علی علمهٖ**﴾ دیکھو اللہ تعالی ان آیات میں فرمایا کہ ان چیزوں سے علم والے عقل والے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انسان علم وعقل کی وجہ سے دوسری مخلوق سے افضل ہے ﴿**وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۚ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۚ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۚ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾ اور یہ بھی اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ زمین وآسمان اُس کے حکم سے قائم ہیں' پھر جس دن وہ تمہیں زمین سے پکارے گا جبھی تم اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑو گے اور اسی کے مملوک ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سب اس کے تابع فرماں ہیں اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ بنائے گا۔ اور اسی کی سب سے برتر شان ہے آسمانوں اور زمین میں' اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

آسمان کا سائبان' طناب وچوب کا محتاج نہیں۔ کرہ زمین کسی نے کندھوں پر اُٹھا نہیں رکھا' پھر ہر چیز کیوں کر اپنی اپنی جگہ قائم ہے اور ہزاروں لاکھوں برسوں سے قائم ہے۔ آج تک اس کی ایک چول بھی ڈھیلی نہیں ہوئی۔ آج تک کہیں اس میں شگاف پیدا نہیں ہوا۔ اس نظام بدیع کے مطابق عالم کی تخلیق اور پھر اس کی بقا کس کی وحدانیت اور کبریائی کی گواہ ہے۔ اس سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین وآسمان حرکت نہیں کرتے' دونوں ٹھہرے ہوئے ہیں' صرف تارے متحرک ہیں۔ رب تعالی فرماتا ہے ﴿**کل فی فلك یسبحون**﴾ کیونکہ حرکت قیام کے خلاف ہے۔ جب تم مر جاؤ گے اور زمین میں دفن کر دیئے جاؤ گے اور تمہیں دفن ہوئے سینکڑوں صدیاں بیت جائیں گی اور اللہ تعالی جب تمہیں زمین سے باہر نکل آنے کا حکم دے گا تو تم ایک آن دیر کئے بغیر دامن جھاڑتے ہوئے نکل آؤ گے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالی کے بندوں

کے کام اللہ تعالیٰ کے کام مانے جاتے ہیں۔ اُس وقت پکارنا' ندا فرمانا حضرت اسرافیل علیہ السلام کا کام ہوگا' مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پکارے گا' دوسرے یہ کہ سب زمین سے اُٹھیں گے' کوئی آسمان سے نہ اُترے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لاکر یہاں دفن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ہر شان مخلوق کی صفات سے کہیں اعلیٰ وبالا ہے۔ مثل 'عظیم الشان وصف کو کہتے ہیں جیسے قدرت عامہ' حکمت عامہ اور دیگر صفات کمال اور اعلیٰ و بلند تر جس کا کوئی ہم پلہ نہ ہو۔

﴿**خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۚ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ**﴾ (لقمان/۱۱) اور اللہ تعالیٰ نے بلند کیا آسمان کو نظر آنے والے ستونوں کے بغیر' اور کھڑے کئے زمین میں پہاڑوں کے لنگر کہ کہیں وہ تمہیں لیکر ایک طرف نہ جھک جائے' اور پھیلا دیئے زمین کے طول وعرض میں ہر طرح کی جاندار مخلوق اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی۔ پھر اُگائے ہم نے زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ اب مجھے یہ دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں نے کیا پیدا کیا؟

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا فرمایا جنہیں تم دیکھ سکو۔ اس کی دو صورتیں ہیں' پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا فرمایا ہے اور تم مشاہدہ کررہے ہو کہ آسمان ستونوں کے بغیر قائم ہے۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کے لئے ایسے ستون نہیں بنائے جو تمہیں نظر آئیں' ہوسکتا ہے کہ وہاں ستون ہوں لیکن غیر مرئی ہوں جنہیں تم آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں قول لکھنے کے بعد فرماتے ہیں **فهى قدرة الله وارادة** یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ ہے جن کے سہارے یہ عالم افلاک اپنے ان گنت روشن

ستاروں' بیکراں وسعتوں اور بلند یوں کے ساتھ قائم ودائم ہے۔ سائینس کی جدید اصطلاح میں آپ اُسے جذب وکشش کا قانون کہہ لیں یا کلیہ اس کی کوئی اور توجیہ پیش کریں۔ بہرحال یہ نظام شمسی اپنی عظمت اور پیچیدگیوں سمیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر اور اس کے ارادے کا ظہور ہے۔ آسمان کا یہ رفیع اور وسیع گنبد جسے تھامنے کے لئے کوئی ستون اور سہارے نظر نہیں آتے' یہ کشادہ زمین اور اس میں گڑے ہوئے فلک بوس پہاڑ' یہ گوناگوں جانور' مناسب اوقات پر بارش کا برسنا' رنگارنگ فصلوں' سبزیوں' درختوں کا اُگنا' پھلنا پھولنا اور ان کے علاوہ جو کچھ تمھیں نظر آرہا ہے اُسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تخلیق فرمایا ہے اور تم بھی اس کے انکار کی جرات نہیں کر سکتے۔ اب یہ بتاؤ جن جھوٹے خداؤں کی پوجاپاٹ میں تم روز وشب مشغول رہتے ہو اور انھیں اپنا خدا یقین کرتے ہو' انھوں نے آخر اپنی قدرت اور حکمت کا کونسا کمال دکھایا ہے کہ تم اُن کو بھی خدا ماننے لگو ہو۔ شرک کے بطلان کی یہ کتنی زبردست اور عام فہم دلیل ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ (روم/۴۸) اللہ وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر اُسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ پھر اُسے ٹکرے ٹکرے کرکے (تہہ بہ تہہ جما دیتا ہے) اب تو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے مینہ برس رہا ہے۔ پھر جب اُسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہتا ہے تو وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں۔ ایسی ہوا بھیجتا ہے جو بادل کو اُٹھا کر لاتی ہے اور سارا آسمان اس سے ڈھک جاتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ۚ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾ (روم/۵۴) وہی اللہ ہے جس نے تمھیں کمزور پیدا کیا پھر ناتوانی کے بعد تمھیں قوت بخشی' پھر قوت کے بعد تمھیں کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ بناتا ہے جیسا چاہتا ہے اور وہی علم اور قدرت والا ہے۔

اللہ تعالی کے علم اور قدرت کاملہ کی ایک اور دلیل پیش کی جارہی ہے یعنی اگر تمہاری نگاہ کائنات کی دوسری اشیاء تک نہیں پہنچ سکتی اور اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کے دیگر دلائل وشواہد سے تم استفادہ کرنے سے قاصر ہوتو کم ازکم اپنی ذات پر ہی نگاہ ڈالو۔ جب تم پیدا ہوئے تمہاری ناتوانی اور بے بسی کی کیا کیفیت تھی' پھر رفتہ رفتہ تم جوان ہوئے' پھر قویٰ میں کمزوری اور بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے یہاں تک کہ تم اپنا مقررہ وقت ختم کرنے کے بعد موت کی آغوش میں جا پہنچے۔ زندگی کے اس مختصر عرصہ میں جن گوناگوں حالات سے تمہیں دوچار ہونا پڑا' قدم قدم پر جو حیرت انگیز تبدیلیاں تمہارے اعضاء اور ذہنی قوتوں میں رونما ہوئیں ان کا اگر تم نظر غائر سے مطالعہ کیا ہوتا تو تم کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہ کرتے بلکہ صدق دل سے اس کی عظمت اور کبریائی کے سامنے سر نیاز خم کردیتے اور شرح صدر سے پورے یقین کے ساتھ یہ اعلان کرتے کہ میرا پروردگار جس طرح چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے نہ اس کے علم سے کوئی چیز مخفی ہے اور نہ اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز ناممکن ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ٭ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (مومنون/۸۰) اور وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زمین میں ہر طرف پھیلا دیا۔ اور ایک دن اسی کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔ اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اور اسی کے لئے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں۔ تو کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے کہ ان نشانیوں سے خدا کو پہچانو۔

اپنی قدرت وحکمت کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے احسانات وانعامات کی طرف بھی ہماری توجہ مبذول کروائی جارہی ہے یعنی اللہ تعالی کی قدرت کے حیران کن مناظر جو تمہیں نظر آرہے ہیں کبھی صبح ہورہی ہے کبھی شام ہورہی ہے کبھی سورج طلوع ہورہا ہے کبھی غروب ہورہا ہے وغیرہ وغیرہ ان میں یہ حکمت ہے کہ تمہاری بقا نشوونما اور آرام وآسائش کے تمام وسائل بڑی فیاضی سے مہیا کردیئے جائیں۔

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ٭ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ٭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ٭ اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَیَعْفُ

عَـــنْ كَثِيْـــرٍ ﴾ (شوریٰ/۳۲-۳۴) اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں پہاڑوں کی طرح چلنے والے جہاز۔ وہ اگر چاہے تو ہوا روک دے (اور بادبانوں کے سہارے چلنے والی کشتیاں) سمندر کی سطح پر ٹھہری رہ جائیں۔ بیشک اس میں قدرت خداوندی کی عظیم نشانیاں ہیں ہر صابر وشاکر کے لئے۔ یا (وہ جہاز جو بادبانوں کے سہارے نہیں چلتے) انھیں تباہ کردے (جہاز والوں کی) شامت اعمال کی وجہ سے۔ اور عام طور پر وہ درگزر فرماتا ہے بہت سی خطاؤں سے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور رحمتِ بے پایاں کی ایک اور دلیل پیش فرماتا ہے کہ اے اہل مکہ تم تجارت پیشہ ہو۔ آئے روز تم بحر و بر میں سفر کرتے رہتے ہو، یہ بتاؤ کہ وہ بادبانی جہاز جو پہاڑوں کی طرح بلند و بالا اور محلوں کی طرح آرام دہ ہوتے ہیں اور روزنی سامان اُٹھائے پانی کی سطح پر تیرتے جاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہواؤں کو چلنے سے روک دے تو تم کس طرح ان بھاری بھرکم جہازوں کو گھسیٹ کر منزل مقصود تک پہنچاؤ گے یا ان نرم نرم ہواؤں کے بجائے جن کے بل پر تمہارے جہاز خراماں خراماں ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں، اگر تند و تیز طوفان بھیج کر تمہارے کرتوتوں کے باعث تمہیں غرق کردے تو تم کیا کرسکتے ہو۔ اتنے بے بس اور ضعیف ہو کر تم رب العالمین سے اکڑ رہے ہو۔ اپنی حقیقت کو پہچانو اور ان سرکشیوں سے باز آجاؤ۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اس زمانے میں کشتیوں کی روانی موافق ہوا سے ہوتی تھی۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر ہم ہوا موافق نہ چلائیں تو تم کیسے منزلِ مقصود تک پہنچو یا اگر ہم مخالف ہوا چلادیں تو تم کیسے پار لگو، لہٰذا اس کا شکر ادا کرو۔

ہلاکت کی دو صورتیں ہیں، یا تو ہواؤں کا چلنا ہمیشہ کے لئے موقوف کردیا جائے یہاں تک کہ جہاز وسط سمندر میں کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سخت طوفان آجائیں اور جہازوں کو اُلٹ کر رکھ دیں۔ سمندر میں اُٹھنے والے طوفانوں کی قہر مانیوں کے سامنے جہازوں کی حیثیت تنکے سے بھی زیادہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اسی کے کرم

کے طفیل ایٹمی توانائی سے چلنے والے جہاز بھی سلامتی سے منزلِ مقصود تک پہنچتے ہیں۔

سمندر اُن کے جہاز اُن کے ہوائیں اُن کی فضائیں اُن کی
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر گرہ ہے تقدیر کا بہانہ

وہ مخلص مومن جو مصیبتوں میں صبر اور راحتوں میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں وہ ان کشتیوں سے پتہ لگاتے ہیں کہ زندگی کی کشتی دُنیا کے دریا سے جب ہی بخیریت پار لگ سکتی ہے جب فضل وکرم کی ہوا چلتی رہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ نصف ایمان صبر ہے اور نصف شکر۔

﴿**فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ۙ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ**﴾ (عبس/۲۴-۳۲) آدمی کو چاہیے کہ اپنی غذا پر غور کرے (کہ وہ کتنے مرحلوں سے گذرنے کے بعد اُس تک پہنچتی ہے) تو (سب سے پہلے ہم نے سوکھی ہوئی زمین) پر پانی برسایا۔ پھر (دانے کے نشو ونما کے لئے) ہم نے زمین کا سینہ شق کیا۔ تو اس میں سے ہم نے اناج اُگائے۔ اور انگور اور چارہ بھی اور زیتون اور کھجور بھی۔ اور گھنے باغیچے بھی اور میوے اور دوب گھاس بھی۔ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے ہے۔

احوالِ معاش کا ذکر ہو رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور بے شمار نوازشات کے جو جلوے دمک رہے ہیں ان کی طرف انسان کو متوجہ کیا جا رہا ہے یعنی تم اپنے دسترخوان پر بچھے ہوئے رنگ برنگ کھانوں کو ہڑپ کر جاتے ہو اور یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو پیدا کیا ہے۔ بارش برستی ہے بیج زمین کا سینہ شق کرتے ہوئے نازک نازک بالیوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں پھر وہ اُگتے ہیں۔ نشو ونما پاتے ہیں کسی کھیت میں تمہارے لئے اناج کے ذخیرے تیار کئے جا رہے ہیں کہیں انگوروں کی بیلیں زمین پر بل کھاتی نشو ونما پا رہے ہیں کہیں تمہارے جانوروں کے لئے چارہ اُگ رہا ہے۔

زیتون اور کھجور کے درخت کہیں بہار دکھا رہے ہیں' کہیں شاداب اور گھنے باغات ہیں جن کے درختوں کی ٹہنیاں رنگا رنگ پھولوں اور پھلوں سے لدی ہیں' کہیں گھاس اُگ رہی ہے جو تمہارے جانوروں کے کام آتی ہے۔ اس طرح ہم نے اپنی رحمت وقدرت سے تمہارے لئے اور تمہارے حیوانوں کے لئے سامان زیست فراہم کر دیا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۰ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾

(فرقان/۴۸) اور وہی اللہ ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند کو راحت وسکون کا ذریعہ۔ اور دن کو بنایا اُٹھنے اور چلنے پھرنے کے لئے۔ اور وہی ہے جس نے ٹھنڈی ہوائیں بھیجیں اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے مژدہ سناتی ہوئی۔ اور ہم نے آسمان سے اُتارا پاک کرنیوالا پانی۔

آٹھ پہروں کو رات دن میں تقسیم کرنے کے جو فوائد ہیں اُن کا ذکر کر کے اُن لوگوں کو احسان عظیم پر شکر بجالانے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی عظیم احسان ہے کہ وہ ظاہری قحط سالی کو رحمت کی بارش برسا کر دور کرتا ہے اور جہاں خاک اُڑتی ہے وہاں چند دنوں بعد شاداب کھیت لہلہاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۰ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴾ (الفرقان/۵۳) اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ملا دیا ہے دو دریاؤں کو' یہ (ایک) بہت شیریں ہے اور یہ (دوسرا) سخت کھاری' اور بنادی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کے درمیان آڑ اور مضبوط رکاوٹ۔

قدرت خداوندی کے ایک اور حیران کن کرشمے کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ پانی دو قسم کے ہیں۔ میٹھے' خوش ذائقہ اور تلخ ونمکین۔ لیکن ہر پانی اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ ان کو الگ الگ رکھنے کے لئے قدرت نے رکاوٹیں قائم کر دی ہیں تا کہ یہ باہم مل نہ سکیں۔ یہ رکاوٹیں کبھی تو اتنی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات

دیکھا گیا ہے کہ ایک جگہ نکالگایا تو پانی میٹھا نکلا۔ پھر چند فٹ کے فاصلہ پر دوسرا نکالگایا گیا تو پانی کھارا نکلا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیوار کے اندر والا پانی میٹھا اور باہر والا کھاری۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن یہ بات ہے کہ سمندر میں جب مدّ ہوتا ہے تو سمندر کا آب شور دُور تک خشکی کے دریاؤں ندی نالوں میں داخل ہو جاتا ہے لیکن بایں ہمہ وہ اُن کے میٹھے پانی کے ساتھ مخلوط نہیں ہوتا اور جزر کے وقت وہی آب شور واپس ہو جاتا ہے اور ان دریاؤں کا میٹھا پانی حسب سابق رواں رہتا ہے اور اس کے ذائقہ میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک اس کا پانی سمندر میں جوں کا توں چلا جاتا ہے نہ اس کی رنگت بدلتی ہے اور نہ اس کا ذائقہ تبدیل ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ کھارے کڑوے سمندر کے وسط میں پانی کے ایسے ذخیرے دریافت ہوئے ہیں جن کا پانی بالکل میٹھا ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابی الحیان اندلسی لکھتے ہیں **وتری المیاہ قطعاً فی وسط البحر المالح فیقولون ھذا ماء ثلج فیسقون منه من وسط البحر** (بحرمحیط)

غور فرمائیے وہ کس کی طاقت ہے جو زیر زمین میٹھے پانی کے ذخیروں کو کڑوے پانی سے الگ رکھتی ہے۔ جو حالت مدّ میں سمندر کے کڑوے پانی کی موجوں کو میٹھے پانی پر چڑھ آنے کے باوجود ملنے نہیں دیتی۔ وہ کس کی صفت ہے جس نے سمندروں میں میٹھے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کی حکمت کے کرشمے آپ کو جگہ جگہ اس کی عظمت و کبریائی کی شہادت دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔

اس آیت کا یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ میٹھے پانی سے مُراد حق ہے اور کڑوے کھارے پانی سے مُراد باطل ہے۔ باطل اپنی ساری کثرت اور شوکت کے باوجود حق کو مٹا نہیں سکتا۔ گمراہی کے گھُپ اندھیروں میں بھی ہدایت کے چراغ ضرور فروزاں رہیں گے۔ ان طوفانوں اور اندھیروں کے باوجود حق کا علم لہراتا ہی رہے گا۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ (فرقان/۶۲)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں بروج بنائے اوران میں چراغ رکھااور چمکتا ہوا چاند۔ اور وہی ہے جس نے رات اوردن کی ادلی بدلی رکھی ۔(قدرت خداوندی کی یہ نشانی)اس کے لئے ہے جوغوروفکر سے کام لےاور خدا کی نعمت کاشکرادا کرنا چاہے۔

قدرت کا یہ شاہکار فقط ان لوگوں کے لئے ہی مفید ہے جوحق قبول کرنا چاہتے ہوں اوراُس کی طلب کا جذبہ رکھتے ہوں اوراللہ تعالٰی کی بخشی ہوئی نعمتوں پرشکریہ ادا کرنے کے خواہشمند ہوں۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (فاطر/۱۲) اوردوسمندر یکساں نہیں ہیں۔ یہ میٹھا ہےخوب میٹھا پانی خوشگوار۔اوردوسرا نمکین ہے سخت کڑوا۔ اوردونوں میں سے تم کھاتے ہوتازہ گوشت اورنکالتے ہوزینت کا سامان جسے تم پہنتے ہو۔اورتو سمندر میں کشتیوں کودیکھے گا کہ وہ پانی کو چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں۔تاکہ سفر کے ذریعہ تم خدا کا رزق تلاش کرو' تاکہ نعمتوں پرخدا کاشکرادا کرو۔

عام طور پر بحر کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے لیکن میٹھے پانی کے وسیع ذخیرہ کوبھی اہل عرب بحر کہتے ہیں۔ البحران کا معنٰی دوسمندر یادودریا کیا گیا ہے۔ سمندرسارے کھارے ہیں' کوئی میٹھا نہیں اوردریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے کھارا نہیں ہوتا۔

دریاؤں کے میٹھے پانی اور سمندر کے نمکین پانی کے باوجود وہاں مچھلیوں کا تازہ گوشت تمہارے کھانے کے لئے دستیاب ہوتا ہے۔ طویل سمندری سفر میں اگرخوراک کے ذخائرختم بھی ہوجائیں تو مچھلی کے گوشت پرانسان گزراوقات کرسکتا ہے پھراس کی قدرت کا کرشمہ ملاحظہ ہوایسا نہیں کہ دریائی مچھلیوں کا گوشت لذیذ اورکھانے کے قابل ہواورکھاری سمندروں کی مچھلیوں کا گوشت نمکین اورکھارا ہو۔ اگرچہ جس پانی میں وہ پیدا ہوئیں' خوراک کھاتی رہیں' وہ تو کڑوا اور کھارا ہے' چکھا نہیں جاسکتا۔لیکن اس کی مچھلیوں میں نہ سمندر کی بدبو ہے اور نہ وہ ناپسندیدہ ذائقہ۔ اس خالق کی قدرت کااس سے زیادہ روشن ترثبوت کوئی اوربھی تمہیں درکار ہے۔

اس کا مزید کرم ملاحظہ ہو کہ اسی سمندر میں تمہیں موتی ' جواہرات اور مرجان ملیں گے جن کو زیوروں کی طرح پہن کر تم اپنی زیب و زینت کو چار چاند لگا سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت کا سلسلہ بس یہیں ختم نہیں ہو جاتا' تم ان کشتیوں' ان بھاری بھرکم سمندری جہازوں کو دیکھو' اپنی پشتوں پر ہزاروں مسافروں کو اُٹھائے' ہزاروں لاکھوں من سامان سے لدے' سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں تاکہ تم اپنے ملک سے دوسرے ملکوں میں جا کر علم اور ہنر سیکھو' اپنا سامان تجارت لے جا کر وہاں کی منڈیوں میں فروخت کرو۔ وہاں کے نوادرات اور ضروریات کی مصنوعات خریدو اور انھیں اپنے وطن میں لا کر بیچو اور ایک سفر سے دوہرا نفع کماؤ۔ ان تمام امور کو قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کا فضل کہا ہے۔

اور یہ سب نوازشات اس لئے ہیں تاکہ تم ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور اپنے منعم حقیقی کا شکر بجا لاؤ یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو' اس کے رسول مکرم پر ایمان لاؤ' اس کے تمام اوامر و نواہی کی سختی سے پابندی کرو تاکہ تم پر مزید لطف و کرم کی بارش کی جائے۔

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ﴾ (فاطر/۱۳) وہ ہی داخل کرتا ہے رات کو دن کے حصے میں (جیسے موسم گرما کے لمبے دن) اور سورج اور چاند کو حکم کا پابند کر دیا کہ ان میں سے ہر ایک گردش میں ہے مقررہ میعاد تک۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ہے ساری بادشاہی۔

سال بھر موسم بھی ایک سا نہیں ہوتا اور دن رات بھی گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں ورنہ تم اس یکسانیت سے اُکتا جاتے۔ نیز طرح طرح کی سبزیاں گرمی اور سردی کے پھل' ان سے بھی تم محروم ہو جاتے۔ اس لئے اپنی قدرت کاملہ سے اس نے یہ انتظام فرما دیا ہے کہ مناسب وقفوں کے بعد موسم بدلتے رہیں۔ گرمی کے بعد سردی' خزاں کے بعد بہار کی آمد کا تسلسل قائم رہے۔ دن اور راتیں گھٹتی بڑھتی رہیں تاکہ اس کی قدرت کے مختلف شئون ظہور پذیر ہوتے رہیں۔ اس نے سورج اور چاند کے لئے بھی ایک نظام الاوقات مقرر کر دیا ہے وہ اسی کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔

جو اتنی قدرتوں کا مالک' جو اتنی حکمتوں والا اور پیہم لطف و احسان فرمانے والا ہے وہ ہے تمہارا خدا جو تمہارا رب ہے جو تمہیں ضعف سے قوت کی طرف' نقص سے کمال کی طرف' جہالت سے علم کی طرف تدریجاً لئے جا رہا ہے۔ سارا ملک اسی کا ہے۔ سب جہانوں میں اسی کی حکمرانی ہے۔

قرآن کا مشرکین کو چیلنج

قرآن حکیم نے مشرکین کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ (لقمان/۱۱) یہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی بھی کوئی تخلیق ہو تو مجھے دکھاؤ۔

قرآن کا یہ چیلنج اتنا قاہر اور مُسکت ہے کہ اس کے آگے سارے جھوٹے خداؤں کی قلعی کھل جاتی ہے۔ دنیا میں جھوٹی خدائی کے ایک سے ایک دعویدار پیدا ہوئے لیکن یہ دعویٰ کرنے کی ہمت کسی میں نہ ہوئی کہ زمین ہم نے بنائی' آسمان ہم نے پیدا کیا' چاند اور سورج کے خالق ہم ہیں۔ یہ سارا کارخانہ ہستی ہم چلا رہے ہیں۔ خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں سے یہ جھوٹ اس لئے نہیں بولا گیا کہ یہاں کچھ کر کے دکھانے کا سوال تھا۔

نمرود کے سامنے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی بات رکھی تھی کہ میرا خدا پورب (مشرق) سے سورج کو نکالتا ہے۔ تو اگر اپنی خدائی کے دعویٰ میں سچا ہے تو اُسے مغرب (پچھم) سے نکال دے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ﴾ یہ بات سُن کر کافر کے ہوش اُڑ گئے اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اس دلیل کا کوئی جواب اس لئے اُس سے نہیں بن پڑ سکا کہ منہ سے خدائی کا دعویٰ کر دینا تو آسان ہے لیکن خدائی کا کام انجام دینا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔

﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ (نمل/۶۰) (عبادت کے لائق یہ بت ہیں) یا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور اس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اُتارا۔ پھر اس سے ہم نے خوشنما باغ اُگائے۔ تمہاری بساط نہ تھی کہ تم باغ کے پیڑ اُگاتے۔ کیا اللہ کے سوا اور کوئی خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

یہاں سے بُت پرستوں اور مشرکوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ جن خداؤں کی تم پرستش کرتے ہو'

آخراس کی وجہ کیا ہے؟ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خالق اللہ ہے۔ ہر قسم کے انعامات واحسانات کا سرچشمہ فقط اسی کی ذات والاصفات ہے تو پھر کسی اور کو خدا کیوں بنایا جائے۔ چنانچہ کائنات کی مختلف چیزوں کو مشرکین کے سامنے یکے بعد دیگرے پیش کیا جارہا ہے اور اُن سے پوچھا جارہا ہے کہ کیا ان کی تخلیق ان کی تزئین اوران کی نشوونما میں کسی اور کا بھی کوئی حصہ ہے تا کہ اُسے خدا بنایا جائے اور اُسے پوجا جائے۔ پہلا سوال اُن سے یہ کیا گیا کہ یہ آسمان اور زمین کس نے پیدا فرمائے۔ پھر یہ بتاؤ آسمان سے پانی کون برساتا ہے؟ تمہارے دائیں بائیں یہ خوش منظر باغات جولہلہار ہے ہیں کس نے اُگائے ہیں؟ تم میں تو اتنی طاقت بھی نہیں کہ تم ازخود ایک پودا بھی اُگا سکو۔

اے بتوں کو پوجنے والو۔ بتاؤ کیا آسمان زمین کی تخلیق یا ان باغات کی آفرینش میں کوئی اور خدا بھی شریک ہے۔ اگر تم بھی مانتے ہو کہ ان سب کا خالق اللہ تعالی ہے تو پھر تم اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کیوں نہیں کرتے؟

یہ کافر بھی عجیب وغریب مخلوق ہیں۔ اتنے واضح دلائل کے باوجود اللہ تعالی سے روگردان ہیں یا ان بتوں کو اس کا ہمسر سمجھتے ہیں (روح المعانی)

﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ﴾ (نمل/۶۱) (عبادت کے لائق یہ بت ہیں) یا وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو رہائش کے قابل بنایا۔ اور اس کے درمیان نہریں نکالیں۔ اور (اس کا توازن برقرار رکھنے کے لئے) اس میں (پہاڑوں کے) لنگر کھڑے کئے۔ اور دوسمندروں کے درمیان (نظر نہ آنے والی) ایک دیوار حائل کی (کہ ایک کا رنگ دوسرے کے ساتھ نہ مل سکے) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

قرار کا معنی ہے مستقر یعنی ٹھہرنے کی جگہ جہاں تم آباد ہو اور اپنی زندگی خوشی وآرام سے بسر کررہے ہو۔ قرار کے ایک لفظ میں آپ جتنا غور کریں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی شان ربوبیت کے ان گنت کرشمے آپ کو یہاں سمٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ انسانی زندگی کی بقا اور نشوونما کے لئے زمین میں کن خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے کون کون سی

ایسی چیزیں ہیں جو اگر موجود نہ ہوں تو انسانی زندگی ان رعنائیوں اور مسرتوں سے یکسر خالی ہو' جس سے اب اس کا دامن معمور ہے کون کون سی ایسی چیزیں ہیں کہ اگر ان کا سراغ نہ لگایا جا سکے تو ایجاد واختراع کی بے پناہ قوتیں جو اس کی فطرت میں مضمر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بیکار پڑی رہیں۔ ان تمام وسائل اور اسباب کی بہم رسانی کے بعد ہی انسانی زندگی کو بقا اور نشوونما نصیب ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ قرار کے لفظ میں آپ جتنا غور کرتے چلے جائیں گے معارف ومعانی کا ایک لامتناہی سلسلہ آپ کے سامنے بے نقاب ہوتا چلا جائے گا۔

اس کو تمہاری قرارگاہ بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر طرف پانی کی بہم رسانی کے لئے ندیاں رواں کر دی ہیں' کچھ ظاہری سطح پر دریاؤں' چشموں کی شکل میں تمہیں نظر آتی ہیں اور کچھ زیرزمین ہیں جن سے تم کوئیں کھود کر ٹیوب ویل لگا کر اور دوسرے مختلف طریقوں سے پانی نکالتے ہو۔ ہموار میدان ہوں یا اونچے پہاڑ ہر جگہ ہم نے تمہارے لئے پانی کا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے۔ ذرا غور کرو جہاں پانی نایاب ہے یا اس کی سطح کو ہم نے اتنا گہرا کر دیا ہے جہاں تک اس مشینی دور میں بھی تمہاری رسائی نہیں ہوئی وہاں تم کوئی بستی آباد کر کے کوئی باغ لگا کر یا کوئی فصل کاشت کر کے دکھاؤ تو کوئی بات بھی ہو۔

کرۂ زمین محیط ہوا میں معلق ہے۔ اگر ہم اس کو پہاڑوں کے لنگروں سے ایک حالت پر قرار نہ بخشتے تو یہاں آبادی کا امکان تک نہ ہوتا۔ ہر وقت اسی قسم کے خوفناک جھٹکے آتے رہتے' جن کا مشاہدہ تم گاہے گاہے زلزلہ کی شکل میں کرتے ہو' جن کی وجہ سے آن واحد میں تمہاری فلک بوس عمارتیں اور گنجان آبادیاں پیوند خاک ہو جاتی ہیں۔ دریاؤں کے رُخ بدل جاتے ہیں' زمین کے شکم سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں' ہم نے اپنی قدرت وحکمت سے پہاڑوں کے کیل گاڑ کر اس کا توازن ایسا برقرار رکھا ہے کہ وہ اپنی طبعی حرکت سے متحرک ہونے کے باوجود تمہارے لئے کسی اضطراب کا باعث نہیں بنتی۔

پھر میٹھے اور کھارے پانی کو باہم ملنے سے ہم نے روکا ہوا ہے اور بسا اوقات یہ رکاوٹیں اتنی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہیں کہ تم ان کا انکشاف بھی نہیں کر سکتے لیکن اتنی لطافت کے باوجود وہ اتنی پختہ اور مضبوط ہوتی ہیں کہ کیا مجال کہ دونوں پانی آپس میں خلط ملط ہو سکیں۔

اب بتاؤ یہ سب کچھ کس کی قدرت' حکمت اور علم کی جلوہ نمائی ہے۔ کیا کوئی اور خدا ہے جس کو تم شریک کار بتا سکو' جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم کسی کو الہ اور معبود کیوں بناتے ہو؟ کیا اس سے بڑی حماقت کوئی اور بھی ہو سکتی ہے؟

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ (نمل/٦٢) (عبادت کے لائق یہ بت ہیں) یا وہ ہے جو بیقرار ولاچار کی فریاد سنتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے۔ اور تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

مضطر اس مصیبت زدہ کو کہتے ہیں جسے مصائب اور شدائد نے اتنا گھبرا دیا ہو کہ وہ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے پر مجبور ہو جائے (قرطبی)

سہل بن عبداللہ سے اس کا ایک یہ مفہوم بھی مذکور ہے کہ وہ گنہگار جس کی ساری عمر گناہوں میں گزری اس کا نامہ اعمال نیکیوں اور طاعتوں سے یکسر خالی ہو اور جب وہ دُعا کے لئے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھائے تو اُسے کوئی نیکی نظر نہ آئے جس کے وسیلہ سے وہ دُعا کر سکے' اس کا بھروسہ محض اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت پر ہو (قرطبی)

کفار سے اب ایک اور بات پوچھی جا رہی ہے جس کا تعلق کسی بیرونی چیز کے ساتھ نہیں' جس کو وہ ٹھیک طور پر سمجھ نہ سکتے ہوں بلکہ اس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہے اور جس کو وہ خوب سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی ذی جاہ وذی مال ہو' اس پر زندگی میں کوئی نہ کوئی افتاد ایسی پڑتی ہے جب اس کی ذاتی قابلیتیں' ذاتی وسائل اس کے دوست احباب سب بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس وقت اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی طرف اُٹھتی ہے اور وہ یقین کرتا ہے کہ اب اس کی چارہ سازی کے بغیر نجات ناممکن ہے کیونکہ اس قسم کے حالات سے ہر شاہ و گدا' ہر امیر وفقیر' ہر عالم وجاہل کو واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان سے سوال کیا جا رہا ہے کہ اس وقت تو تم بھی اعتراف کرتے ہو کہ تمہارے بت یہ معبودانِ باطل تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہے جو طوفانوں میں گھری ہوئی تمہاری کشتی کو

سلامتی سے کنارے لگا دے۔ تو پھر تم کیوں نصیحت قبول نہیں کرتے اور کیوں اس کی توحید پر پختہ ایمان نہیں لاتے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے غلاموں کو حالت اضطرار میں جس طرح اپنے مولا کریم کے سامنے دُعا کرنے کا سبق دیا ہے وہ تحریر ہے تاکہ سب غلامانِ مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء اس سے استفادہ کرسکیں۔

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (قرطبی) اے اللہ! میں صرف تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ مجھے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر۔ میرے کام درست فرما دے۔ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

﴿**اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا م بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ**﴾ (نمل/۶۳) (عبادت کے قابل یہ بت ہیں) یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے۔ اور اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے ہواؤں کو بھیجتا ہے (بارش) کی خوشخبری دیتی ہوئی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ (ہرگز نہیں)

ان سے پوچھا جارہا ہے کہ جب رات کی تاریکیوں میں تم سفر کررہے ہوتے ہو اس وقت منزلِ مقصود کا پتہ تمہیں کون دیتا ہے۔ اسی کے روشن کئے ہوئے ستاروں کو دیکھ کر تم اپنا راستہ دریافت کرتے ہو' اگر دن کے وقت جب کہ سورج کی روشنی ہر سو پھیلتی ہوئی ہوتی ہے یا رات کے وقت جب ستارے چمک رہے ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ تمہیں بھٹکا دے تو کوئی اور خدا ہے جو اس وقت تمہاری دستگیری کے لئے آگے بڑھے اور تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دے۔ ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور مہربانی پر غور کرو' جب بارش ہوتی ہے تو اچانک ہی شروع نہیں ہو جاتی بلکہ اس سے پہلے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنے شروع ہوتے ہیں جس سے نہ صرف تمہاری بجھی ہوئی طبیعت اور افسردہ مزاج شگفتہ ہو جاتا ہے بلکہ بارش سے پہلے جو احتیاطی

تدابیر تم اختیار کرنا چاہتے ہو اس کے لئے تمہیں کافی موقع مل جاتا ہے تو تم ایسے رحیم اور کریم کو چھوڑ کر کیوں دوسری چیزوں کو اپنا خدا بناتے ہو۔ کچھ تو سوچو' عقل سے کچھ تو کام لو۔

﴿اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَمَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ﴾ (نمل/۶۴) (عبادت کے قابل یہ بت ہیں) یا وہ ہے جو خلق کی ابتداء کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ بنائیگا۔ اور جو آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (ہرگز نہیں)

اللہ تعالیٰ کو وہ خالق تو مانتے تھے لیکن اعادہ حیات (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے) اور وقوع قیامت کے وہ قائل نہ تھے انھیں سمجھایا جا رہا ہے کہ جب وہ پیدا کر سکتا ہے جو بہت پیچیدہ اور مشکل کام ہے تو وہ اعادہ کیوں نہیں کر سکتا جو پہلے کام سے بدرجہا آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال اور صفات کمال میں یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' تو پھر کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا کتنی بڑی حماقت ہے۔ آخر میں فرمادیا کہ یہ روشن حقیقتیں جو تمہارے سامنے پیش کی گئی ہیں اگر تمہارے پاس ان کے خلاف یا ان میں سے کسی ایک کے خلاف بھی کوئی دلیل ہو تو پیش کرو' تمہیں عام اجازت ہے ﴿**قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین**﴾ اے مشرکو۔ پیش کرو اپنی کوئی دلیل اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ وَاَبْصَارَکُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ ھُمْ یَصْدِفُوْنَ﴾ (انعام/۴۶) تم فرماؤ کہ ذرا بتاؤ تو۔۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون خدا ہے جو یہ چیزیں تمہیں واپس لا کر دے؟ ذرا دیکھو کہ ہم کس کس رنگ سے (توحید) کے دلائل بیان کرتے ہیں' پھر بھی وہ منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مشرکین کے عقیدہ کی بے سروپائی کو ایک اور طریقہ سے واضح فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان بے وقوفوں سے دریافت فرمائیے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اندھا اور بہرہ کردے اور تمہارے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دے اور

سمجھنے اور سوچنے کی قوت سلب کر لے تو بھلا بتاؤ تمہارے یہ خدا جن کی تم پوجا کیا کرتے ہو' اُن میں سے کسی میں ہمت ہے کہ وہ تمہیں یہ چیزیں عطا کر دے؟ اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر ان باطل اور عاجز چیزوں کی عبادت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ کتنی واضح اور مضبوط دلیل ہے جس سے ہر ادنی اور اعلی عامی اور عارف یکساں طور پر ہدایت کی روشنی حاصل کرسکتا ہے۔

قرآن کا اسلوب استدلال اُکتا دینے والا نہیں بلکہ اس میں وہ رنگینی اور تنوع ہے کہ طبیعت ہر بار ایک نیا لطف محسوس کرتی ہے اور ایک نئی لذت سے سرشار ہوتی ہے۔ کبھی عقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں' کبھی تاریخی شواہد مذکور ہوتے ہیں' کبھی اپنی رحمت کا مژدہ سُنایا جاتا ہے اور کبھی اپنی ناراضگی اور غضب کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۚ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ (قصص/۷۱) تم فرماؤ! کہ ذرا بتاؤ تو اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں دن کا اجالا لا کر دے؟ کیا (اس کے بعد بھی) تم گوش ہوش سے بات نہیں سنو گے؟

انھیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ غور کرو اور سوچو یہ گوناگوں نعمتیں جن سے تم بہرہ ور ہورہے ہیں تمہیں کس نے عطا کی ہیں۔ کیا کوئی اور خدا ہے جو ان نعمتوں کے بہم پہنچانے میں حصہ دار ہو۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم کیوں کسی کو اس کا شریک سمجھتے ہو۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ﴾ (قصص/۷۲) تم فرماؤ کہ ذرا بتاؤ تو اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ دن ہی رکھے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لا کر دے کہ تم اس میں آرام کرو۔ کیا (اتنی موٹی بات) تمہیں نہیں سوجھتی۔

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۚ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۚ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾ (واقعہ/۶۳-۶۵) بھلا بتاؤ تو! تم جو زمین میں دانے بوتے ہو تو

کیا اس کی کھیتی تم تیار کرتے ہو یا ہم تیار کرنے والے ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں۔ پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔

توحید باری اور وقوع قیامت پر ایک دوسری دلیل پیش کی جارہی ہے۔ کھیتی باڑی کے متعلق تمہیں تفصیلی علم ہے تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ زمین میں ہل چلاؤ اور اس میں بیج ڈالو اس کے بعد اس کے پک کر تیار ہونے تک جو حیران کن تغیرات وقوع پذیر ہوتے ہیں کیا اس میں تمہارا بھی کوئی دخل ہے؟ پھر ان کے لئے جتنی حرارت' ٹھنڈک' روشنی' ہوا' رطوبت وغیرہ عوامل کی ضرورت ہوتی ہے ان کو مناسب مقدار میں اور بروقت کون مہیا کرتا ہے؟ کیا تمہارے بتوں' دیوی دیوتاؤں میں یہ قدرت ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں' تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیوں کرتے ہو؟ نیز جو ذات اس دانے کو جو زمین میں گل جاتا ہے اس کو پھر ایک تن آور پودا بنا دیتی ہے۔ کیا اس کے لئے مشکل ہے کہ وہ انسان کو خاک میں ملنے کے بعد نئی زندگی عطا فرمادے؟

اگر ہم چاہیں تو لہلہاتے کھیتوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیں' نہ وہ انسانوں کی خوراک بن سکیں اور نہ حیوانات کے لئے چارہ کا کام دے سکیں۔ تم نے زراعت کو نفع بخش بنانے کے لئے کافی روپیہ خرچ کیا تھا۔ اعلیٰ بیج مہنگے داموں خریدا تھا' کھاد فراہم کی تھی' آب پاشی کے لئے بڑے مصارف برداشت کئے تھے' تمہیں یہ توقع تھی کہ بڑی آمدنی ہوگی' لیکن جو خرچہ کیا تھا وہ خرچہ بھی پلے نہ پڑا۔ اس وقت تم حسرت ویاس سے کف افسوس ملنے لگو گے اور کہو گے ہائے افسوس' ہماری لاگت بھی ضائع ہوگئی۔ افسوس۔ ہم بڑے بدنصیب ثابت ہوئے۔ ہم بگاڑنے والے وہ بنانے والا' اس سے پتہ لگا کہ رب کو حارث نہیں کہہ سکتے' زارع کہہ سکتے ہیں' جیسے اُسے طبیب نہیں کہہ سکتے' حکیم وشافی کہہ سکتے ہیں' کیونکہ حرث بمعنی محنت ہے۔ زرع بمعنی قدرت۔ رب تعالیٰ محنت سے پاک ہے ایسے ہی طبیب وہ جو طبابت کا پیشہ کرے۔ رب تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ ؕ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ ﴾ (واقعہ/۷۲) اچھا بتاؤ تو! تم جو آگ روشن کرتے ہو تو کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا ہے یا ہم ہیں اس کے پیدا کرنے والے۔

انسانی تمدن کی ترقی اور معاشرہ کی بہبود میں آگ کو جتنا دخل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس سے گرمی حاصل کی جاتی ہے' اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اس سے طرح طرح کے کھانے پکائے جاتے ہیں' صنعت وحرفت میں اس سے کام لیا جاتا ہے' غرض کہ اگر آگ کا وجود نہ ہوتا تو زندگی کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توجہ اپنی اس گراں قدر نعمت کی طرف مبذول کرا رہا ہے۔

صفاتِ الٰہی

واجب الوجود اپنی ذات اور کمالات میں دوسرے سے بالکل بے نیاز اور غنی بالذات صرف ایک اللہ عزوجل ہے اور فقط وہی عبادت کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود مانے یعنی یہ کہے کہ یہ شخص اپنی ذات اور کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کا مستحق ٹھہرائے وہ یقیناً مشرک ہے جیسے ہندوستان کے آریہ روح اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور واجب الوجود سمجھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کی ذات' بنانے والے سے بے نیاز ہے یہ مشرک ہیں۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۶۱ پر شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ **الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى وجوب كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام** یعنی شرک کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا' یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ علامہ تفتازانی نے فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں' ایک یہ کہ کسی کو خدا کے سوا واجب الوجود مانا جائے' دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا کوئی بھی مسلمان انبیاء و اولیاء کو واجب الوجود یا لائق عبادت مانتا ہے۔۔نہیں' ہرگز نہیں۔۔ یہ مؤمنین پر افترا ہے۔ ایک مسلمان کو بلاوجہ کافر و مشرک بتانا بہت بڑا جرم اور ظلم عظیم ہے۔ خداوند قدوس کی وعید شدید سے ڈرنا چاہئے۔ ﴿**وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا**﴾ یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے کہ اللہ نے جس چیز کو شرک نہیں فرمایا' خواہ مخواہ یہ لوگ اس کو شرک بتاتے ہیں (ہماری کتاب' حقیقت شرک' کا مطالعہ کریں)

اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا سمع یا بصر ہو جیسے ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کواکب کی تاثیرات سے ہیں اور کواکب ان تاثیرات سے غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں۔ یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں یہ بھی شرک ہے جیسے بُت پرست' بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں اور اُن کی عبادت کرتے ہیں' یہ مشرک ہیں۔۔لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں میں مانتے ہیں اور کمالات کو عطاالٰہی جانتے ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں' مثلاً کوئی شخص کسی کو سمیع وبصیر کہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صفت سمع وبصر عطا فرمائی ہے تو وہ مومن اور موحد ہے مشرک نہیں۔ مشرک جب ہوتا ہے کہ یہ مانتا کہ آدمی میں سمع وبصر کی صفت ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اللہ عزوجل کی صفات میں سمیع وبصیر کا ذکر کیا ہے مگر اس کے باوجود انسان کو بھی سمیع وبصیر قرار دیا ہے۔﴿**فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا**﴾ اور یہ شرک اس لئے نہیں کہ انسان میں جو صفت سمیع وبصیر ثابت کی گئی ہے وہ عطا کی ہے اور خدا میں ذاتی ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں کتاب وسنت سے دی جا سکتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہی نکلتا ہے کہ کسی بھی کمال کو جو ممکن البشر ہے غیر اللہ میں عطائی مانا جائے تو شرک نہیں اور ذاتی مانا جائے تو شرک ہے۔ اگر ذاتی وعطائی کا فرق نہ کیا جائے تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں سُنتا ہوں' میں دیکھتا ہوں' میں موجود ہوں' غذا نے قوت دی' پانی نے پیاس بجھائی' آگ نے جلا دیا' سردی نے نقصان پہنچایا' دوا نے فائدہ دیا ۔۔۔ یہ سب باتیں شرک ہو جائیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو وہ اس عقیدے کے ساتھ کہتا ہے کہ دیکھنے کی قوت مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے خود بخود نہیں ہے۔ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ دوا نے شفا دی ہے تو اس عقیدہ کے ساتھ کہتا ہے کہ دوا میں شفا دینے کی طاقت اور تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اگر خدا نہ چاہے تو نہ میں دیکھ سکوں اور نہ دوا اپنا اثر دکھا سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کمال کو غیر اللہ میں اگر ذاتی مانا جائے تو وہ شرک ہے اور اگر عطائی طور پر مانا جائے تو ہرگز شرک نہیں۔

جو شخص عطائی کمال کو غیر اللہ میں ماننے کو شرک کہتا ہے وہ جاہل ہے اور اگر جان بوجھ کر کہتا ہے تو خود گمراہ ہے کیونکہ اُس نے عطائی کمال ماننے والے کو مشرک کہہ کر یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات عطائی ہیں اور وہ مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔

اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان لانا اُسی وقت معتبر ہے جب عقیدۂ توحید کے ساتھ ہو اور اسلامی توحید یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور اپنی ذات وصفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ یاد رکھئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح اس کی تمام صفتوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**قل ھو اللہ احد**﴾ اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے ﴿**اللہ الصمد**﴾ اللہ کے سب محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ﴿**لم یلد ولم یولد**﴾ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ﴿**ولم یکن لہ کفوا احد**﴾ اور اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں ہے۔ آیت ﴿**لم یلد ولم یولد**﴾ میں یہود ونصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ردّ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿ **وقالت الیھود عزیر ۔ ابن اللہ وقالت النصری المسیح ابن اللہ** ﴾ یعنی یہودیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح یہود کہا کرتے تھے ﴿**نحن ابنوء اللہ واحبائہ**﴾ کہ ہم تو (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور خدا کے دوست ہیں۔ تو قرآن کریم کی اس آیت نے ان باطل پرستوں کے اس غلط عقیدے کا ردّ کر دیا کہ خدا نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی ایک صفت کا بھی انکار کفر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے جو اکبر الکبائر یعنی تمام بڑے بڑے

گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز کبھی معاف نہ کیا جائے گا اور مشرک کی کبھی ہرگز ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿**ان اللہ لایغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشا**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشے گا' ہاں شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ (شرک کا مفصل اور مدلل بیان ہماری کتاب 'حقیقت شرک' میں پڑھیں)

یاد رکھیے کہ جس طرح رحمٰن ورحیم اور خبیر وعلیم وغیرہ اس کی صفات ہیں' اسی طرح اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمام رسولوں کا مُرسل اور اُن کا بھیجنے والا ہے۔ اس لئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا بھی توحید کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح کوئی شخص اگر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن یا رحیم کا انکار کردے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی رسولوں اور نبیوں کا انکار کردے تو درحقیقت اُس نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُرسل کا انکار کردیا لہذا وہ بھی کافر ہو جائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی شفیع المذنبین محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے مُصدِق ومصدق ہیں اس لئے جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو رسول مان لیا اُس نے تمام رسولوں کو مان لیا اور اللہ تعالیٰ کی صفت مرسل پر پوری طرح ایمان لایا' اس لئے وہ سچا موحد ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اس پورے کلمہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جب تک کوئی شخص اس پورے کلمے پر ایمان نہیں لائے گا وہ ہرگز ہرگز نہ مسلمان ہوگا نہ موحد۔ اور جو اس پورے کلمے پر ایمان لایا وہ گویا تمام ضروریات دین پر ایمان لایا اور سچا مسلمان اور پکا موحد بن گیا۔

حضور شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین امام المتکلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اپنے عارفانہ وناصحانہ خطبات میں ارشاد فرماتے ہیں' **لاالہ الا اللہ** 'نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا' کلمہ طیبہ کے اس پہلے جزء میں پہلے معبودانِ باطل کی نفی ہے پھر اللہ تعالیٰ کے یکتا ہونے کا اثبات' صرف اثبات سے کوئی مومن نہیں بنتا۔ اثبات سے پہلے نفی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم خدا کو ہزار مرتبہ مانو مگر معبودانِ باطل کا انکار نہ کرو تو تم کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ ایک خدا کو ماننے کے لئے ضروری ہے کہ جتنے باطل معبود ہیں اُن کا انکار کیا جائے۔

ان سے کنارہ کشی کی جائے۔ ماننے کا طریقہ یہی ہوا کرتا ہے۔ یہ کوئی ماننے کا طریقہ نہیں کہ ہم آپ کو بھی مانیں اور آپ کے دشمن کو بھی مانیں' آپ کے دشمنوں سے بھی ساز باز رکھیں۔ باغباں بھی خوش رہے' راضی رہے صیاد بھی۔ یہ ماننا نہیں ہے۔ یہ منافقت کی بدترین صورت ہے کہ ہم آپ کے بھی بنے رہیں اور آپ کے دشمنوں کے بھی بنیں رہیں۔ اسلام ایک ستھرا دین ہے وہ ہمیں ایسا فریب نہیں دے سکتا' ہمیں ایسی تعلیم نہیں دے سکتا کہ جسمیں انسان مومن کے بجائے منافق بنے۔ اسی لئے اسلام کا کلمہ پہلے یہی ہے **لاالہ الا اللہ** پہلے انکار' پھر اثبات۔ جب کوئی یہ کہے کہ کسی کو بُرا مت کہو' کسی کو ایسا ویسا مت کہو' تو اس سے کہو کہ پہلے تم کلمہ پڑھنا ہی چھوڑ دو۔ کون ہے جو کسی کو بُرا نہیں کہتا۔ ہر دین والا' ہر مذہب والا' ہر ازم والا۔۔اپنے عقیدہ ونظریے کی روشنی میں اپنے سوا کو باطل کہتا ہے۔ اپنے سوا کو باطل سمجھتا ہے۔ دوسرے کو تو یہ حق ہے کہ وہ آپ کو باطل سمجھے اور آپ کو حق نہیں کہ آپ اس کو باطل سمجھیں۔ دوسرے کو تو حق ہے کہ وہ آپ پر فتوے لگائے' دوسرے کو یہ حق ہے کہ وہ آپ کے کردار پر تنقید کرے۔

اگر مسلمان ہو تو بُرا کہنا پڑے گا' اصنام کو بُرا کہنا پڑے گا' اللہ ورسول نے جس کو بُرا کہا ہے اُسے بُرا کہنا پڑے گا۔ شیاطین کو بُرا کہنا پڑے گا۔ طواغیت کو بُرا کہنا پڑے گا اور اگر ایسا کہو کہ نہیں نہیں' ہمیں ایک ایسا اسلام چاہئے جس میں کسی کو بُرا نہ کہا گیا تو بہت مشکل ہے۔ اگر تم دن کا ذکر کرو گے تو رات کو تکلیف ہوگی' اور رات کا ذکر ہم نے چھیڑ دیا تو دن کو تکلیف ہوگی۔ اگر آگ کی بات ہوئی تو پانی پر کیا گذرے گی اور پانی کی بات ہوگی تو آگ پر کیا گذرے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بات ہوئی تو شیطان پر کیا گذرے گی اور اگر شیطان کی بات ہوئی تو سیدنا آدم علیہ السلام پر کیا گذرے گی۔

ایسا کوئی عنوان نہیں جس کو بیان کرنے سے اختلاف نہ ہو۔ اے سیرت رسول کے بیان کرنے والو' کیا غزوۂ بدر کا بیان نہ ہوگا' کیا غزوۂ احد کا بیان نہ ہوگا' کیا غزوۂ خندق کا بیان نہ ہوگا اور جب تم غزوۂ بدر کا بیان کرو گے تو یہی تو دکھاؤ گے کہ دیکھو یہ رسول کی جماعت ہے۔ دیکھو یہ ابوجہل کی جماعت ہے۔ اور جہاں یہ تفریق تم نے کی' وہیں تکلیف

شروع ہوگئی۔ وہ کون سا عنوان ہے کہ مصطفےٰ کا ذکر ہو اور ابوجہل بھی خوش ہو جائے۔

وہ کون سا عنوان ہے کہ ہمارے رسول کی سیرت بھی بیان ہو جائے اور عتبہ وشیبہ کو بھی فرحت ہو۔ عقبہ ابن ابی معیط کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو' ولید ابن مغیرہ کو بھی کوئی دکھ نہ ہو' عبداللہ ابن ابی کو بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ آخر وہ کونسا عنوان ہے کہ رسول کا ذکر ہوتا ہی چلا جائے اور کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اگر ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عنوان بنایا تو نمرود کیا سوچے گا اور اگر نمرود کو ہم نے عنوان بنایا تو ابراہیمی کیا کہیں گے۔ اور اگر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنوان کلام بنایا تو فرعونیوں پر کیا گذرے گی اور اگر ہم نے فرعون کی تعریف شروع کی تو موسویوں پر کیا گذرے گی۔

کلمہ پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کلمے کے اندر ہی پہلے انکار کیا گیا ہے پھر اثبات کیا گیا ہے۔

سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ چھیڑیں داستاں کیسے   رُلائیں تو بغاوت ہے ہنسائیں تو بغاوت ہے
حریفانِ چمن کے تلخ نعرے مژدۂ راحت   اگر ہم اتفاقاً گنگنائیں تو بغاوت ہے

یہ کیسا انصاف ہے کہ بدعقیدہ عناصر سب کچھ کریں' اُن کو کرنے دو' تم کچھ مت کرو۔ وہ کتاب لکھتے جائیں' لکھنے دو۔ وہ رسول کی اہانت کرتے جائیں' کرنے دو۔ وہ دین واسلام کے اندر' عقیدے کے اندر بدعتیں نکالتے جائیں' نکالنے دو' تم اعتراض مت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اقدام کرنے والا کرتا جائے' تم مدافعت بھی نہ کرو۔ یہ کیسا انصاف ہوگا۔۔اس کو انصاف کہا جائے گا۔ (خطبات برطانیہ)

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو شریک سے پاک ماننا توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان اس طرح لانا ہوگا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے (**آمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ ۔۔۔**) اللہ تعالیٰ کی صفات کو اُسی حیثیت سے کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی' ازلی وابدی اور لامحدود ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی' محدود' عارضی اور فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ بندوں کو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے

والے اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات' اختیارات' ملکیت' کمالات' طاقت وقوت سب کچھ محدود' عارضی' باقی نہ رہنے والے اور فنا ہونے والے ہیں۔

جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ قادر و مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات بندوں کو بھی عطا کرتا ہے جیسے دیکھنا' سننا' مالک ہونا' بادشاہ ہونا' غنی کرنا' شفاء دینا' حاکم ہونا' مدد کرنا' اور مارنا جلانا۔ اس طرح کی صفات قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں بندوں کے لئے بھی ثابت ہیں۔

عقائد نسفی شرک کی تعریف ان لفظوں میں کی گئی ہے **اثبات الشريك فى الالوهيه** یعنی معبود اور الہٰ ہونے میں کسی کو خدا کا شریک ماننا یہ شرک ہے۔ شرک کی اس تعریف سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ الوہیت میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور نہ ہی الوہیت کسی کو عطا کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت نہیں دے سکتا' کیونکہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہوسکتی۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرمادیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے۔ مشرکین اور مؤمنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لئے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مؤمنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔

﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له' واشهد ان محمدا عبده' ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

ذاتی اورعطائی صفات

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (بنی اسرائیل/۱) بیشک اللہ ہی سمیع وبصیر (سننے اور دیکھنے والا) ہے	﴿فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا م بَصِیْرًا﴾ (الدھر/۲) ہم نے انسان کو سمیع وبصیر (سننے اور دیکھنے والا) بنایا ہے
﴿اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا﴾ (زمر/۴۱) اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے موت کے وقت	﴿یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ﴾ (سجدہ/۱۰) تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے
﴿یَخْلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ﴾ (النور/۴۵) اللہ تعالیٰ خلق فرماتا ہے (بناتا ہے) جو چاہتا ہے	﴿وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ﴾ (مائدہ/۱۱۰) اور جب تم (عیسیٰ علیہ السلام) خلق کرتے تھے (بناتے تھے) مٹی سے پرندکی سی مورت
﴿وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی﴾ (حج/۲) اور بیشک اللہ ہی مردے کو زندہ کرتا ہے اور کرے گا	﴿وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ (آلعمران/۴۹) اور میں (عیسیٰ علیہ السلام) مُردہ زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے
﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ﴾ (السجدہ/۵) اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک	﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ (نازعات/۵) (قسم ہے) ان فرشتوں کی جو کام کی تدبیر کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران/۱۸۹) اللہ ہی کے لئے ہے زمین اور آسمان کی بادشاہت	﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ (آل عمران/۲۶) اے محبوب! آپ یوں عرض کرو کہ اے اللہ تو مالک الملک ہے جسے چاہے بادشاہت عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے۔
﴿وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ (آل عمران/۱۰۹) اور اللہ ہی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے	﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (توبہ/۱۱۱) بے شک اللہ نے خرید لیا ہے مومنین سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو جنت کے بدلے میں
﴿فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ﴾ (نمل/۴۰) بیشک میرا رب غنی ہے کریم ہے۔	﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ﴾ (الحاقۃ/۴۰) بے شک یہ قرآن رسول کریم کے ساتھ خدا کی باتیں ہیں
﴿یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾ (الشوریٰ/۴۹) اللہ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے	حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق قرآن ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا﴾ (مریم/۱۹) انھوں نے (حضرت مریم) سے فرمایا کہ میں تیرے رَبّ کا بھیجا ہوا ہوں، میں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا بیٹا عطا کروں۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (انعام/۵۷) اللہ کے سوا نہ کوئی حاکم ہے اور نہ کسی کا حکم	﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (نساء/۶۵) اے محبوب! آپ کے رب کی قسم۔ وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔
﴿اَنْتَ مَوْلٰـنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ/۲۸۶) تو ہمارا مولیٰ ہے لہذا کافروں پر ہماری مدد فرما	﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ (تحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔
﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (بقرۃ/۲۷۵) اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام فرمایا	﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (اعراف/۱۵۷) وہ رسول اُن کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرمائے گا اور گندی چیزوں کو اُن پر حرام کرے گا۔
﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (عنکبوت/۲۲) اللہ کے سوا تمہارا کوئی بھی یار و مددگار نہیں ہے۔	﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (مائدہ/۵۵) تمہارا مددگار تو اللہ ہے اور اُس کا رسول ہے اور مومنین صالحین ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحہ/۱) ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔	قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد عزیز مصر کے متعلق نقل کیا ہے ﴿اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوٰى﴾ (یوسف/۲۳) بے شک وہ (عزیز مصر) میرا رب (پرورش کرنے والا) ہے اُس نے اچھی طرح مجھے رکھا ﴿اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف/۴۲) تم (یوسف علیہ السلام کا رہا ہونے والا ساتھی) اپنے رب (عزیز مصر) کے پاس میرا تذکرہ کرنا۔
﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران/۱۸۰) اور اللہ ہی آسمان اور زمین کا وارث ہے۔	﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (اعراف/۱۲۸) زمین اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بناتا ہے۔
﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ (سبا/۲۱) اور تمہارا رب ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے۔	﴿اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾ (یوسف/۵۵) مجھے زمین کے خزانوں پر نگران مقرر کردے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں (یوسف علیہ السلام)

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا﴾ (بقرۃ/۱۶۵) بے شک ساری قوت اللہ کو ہے۔	﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ﴾ (تکویر/۲۰) بے شک یہ (قرآن) عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے حضور عزت والا ہے (قوت کی نسبت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف بھی کی گئی ہے)
﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (بقرۃ/۱۴۳) بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر نہایت مہربان بے حد رحم والا ہے۔	﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (توبہ/۱۲۸) (رسول پاک) ایمان والوں پر بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والے ہیں۔
﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ (انعام/۱۱۵) اس کی باتوں (قرآن کریم) کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے خوب سننے والا خوب جاننے والا۔	﴿قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ﴾ (حجر/۵۳) انھوں نے (حضرت جبرئیل علیہ السلام نے) کہا کہ آپ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) ڈریے نہیں ہم آپ کو ایک لڑکے (حضرت اسحٰق علیہ السلام) کی بشارت لائے ہیں جو علیم ہے۔
﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ (فرقان/۶۳) اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔	﴿وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ (نور/۳۲) اور تم نکاح کرواپنوں میں اُن کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا بھی (اس آیت میں نہایت واضح طور پر عباد (بندوں) کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے یہاں بندہ کے معنی خادم اور غلام کے ہیں)

ذاتی اور عطائی علم غیب

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب	رسولوں کا عطائی علم غیب
یہ آیات اللہ تعالیٰ کے ذاتی 'ازلی وابدی اور لامحدود علم غیب کو بیان کرتی ہیں	یہ آیات انبیاء کرام کے عطائی' محدود اور حادث علم غیب کو بیان کرتی ہیں
﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (انعام/۵۹) اور غیب کی ساری کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا ۔ وہی جانتا ہے جو کچھ خشک وتر (زمین اور سمندر) میں ہے۔	﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهٖ مَنْ يَشَآءُ﴾ (آل عمران/۱۷۹) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم عطا کرے۔ ہاں اُس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے مجتبیٰ رسول (منتخب رسول) کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کو رسول مجتبیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ رسولوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں جب خدا نے انھیں غیب پر مطلع فرمادیا تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عطا سے انھیں غیب کا علم حاصل ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب	رسولوں کا عطائی علم غیب
﴿قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ (النمل/٦٥) اے حبیب ﷺ تم فرمادو کہ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سوا اللہ تعالیٰ کے۔	﴿وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾ (نساء/١١٣) اور اس نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کردیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔
﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (لقمان/٣٤) بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم، وہی پانی برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل وہ کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں وہ مرے گی بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بتانے والا ہے۔	﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ﴾ (نحل/٨٩) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور جب وہ کتاب ہی رسول پر نازل کردی گئی اور کتاب کے سارے علوم واسرار رسول کو عطا کردیے گئے تو اب کون سی چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دائرہ علم وادراک سے باہر رہ گئی ہو)

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب	رسولوں کا عطائی علم غیب
﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (انعام/۵۰) تم فرمادو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ غیب جان لیتا ہوں۔	﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (جن/۲۷) غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (سارے رسولوں میں حضور ﷺ کی جو شان ارفع و اعلیٰ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے لہذا حضور ﷺ کو علم غیب خاص عطا کیا گیا ہے)
﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ﴾ (اعراف/۱۸۸) تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں خود غیب جان لیا کرتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔	﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (تکویر/۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ خود غیب جانتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی غیب کی بات بتاتے ہیں)
﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ (یونس/۲۰) تم فرماؤ کہ غیب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔	﴿اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (رحمٰن/۴) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔۔انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔۔انھیں ماکان وما یکون کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہوگا)

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب	رسولوں کا عطائی علم غیب
﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ہود/۱۲۳) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور اسی کی طرف ہر چیز لوٹائی جاتی ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔	(رسول اللہ ﷺ کو بعطائے خداوندی ماضی اور مستقبل کی دونوں سمتوں میں غیب کا علم حاصل ہے۔ یہ شان محبوبیت ہے) صاحب لولاک سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی شان محبوبیت میں ارشاد فرماتے ہیں:
﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (فاطر/۳۸) بیشک آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے وہی دلوں کی بات جانتا ہے۔	☆ انما انا قاسم والله يعطى (صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔ (حضور ﷺ بعطائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (بے حد و بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب	رسولوں کا عطائی علم غیب
﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ﴾ (سبا/۳) اللہ عالم الغیب ہے آسمانوں اورزمین میں ذرّہ بھرکوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔	☆ الکرامت والمفاتیح یومئذبیدی (مشکوۃالمصابیح) اس قیامت کے روز کرامت اورتمام خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوگی۔
﴿لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ﴾ (کہف/۲۶) اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب ۔کیا ہی عجیب اس کا دیکھنا ہے اورکیا ہی عجیب اس کا سننا ہے۔	☆ اوتیت مفاتیح خزائن الارض (مشکوۃ المصابیح) مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کردی گئی ہیں ۔

قرآن مجید کی ان مثالوں کا حاصل یہ ہے کہ :

دیکھنے اور سننے کی نسبت
وفات دینے کی نسبت
پیدا کرنے کی نسبت
مُردے کو زندہ کرنے کی نسبت
مدبر الامر ہونے کی نسبت
بادشاہت کی نسبت
ملکیت کی نسبت
کریم ہونے کی نسبت
اولاد عطا کرنے کی نسبت
حاکم ہونے کی نسبت
مولی ہونے کی نسبت
حلال وحرام قرار دینے کی نسبت
رب ہونے کی نسبت
زمین کا وارث ہونے کی نسبت
محافظ اور نگہبان ہونے کی نسبت
رؤف ورحیم ہونے کی نسبت
علیم (علم والا) ہونے کی نسبت
عبد کہنے کی نسبت
نعمت دینے والا کی نسبت
عطا کرنے کی نسبت
قوت کی نسبت
غنی کرنے کی نسبت

اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے
اور بندے کی طرف بھی

اللہ تعالیٰ اور بندوں کی مشترکہ نسبتوں کے درمیان فرق نکالنے کے لئے اصولی بحث ذہن نشین فرمالیں تاکہ شرک کا وہم رفع ہو اور آیتوں کے مضامین کے درمیان جو بظاہر اختلاف نظر آرہا ہے وہ دور ہو' کیونکہ دونوں طرح کے مضامین کی آیتیں برحق ہیں اور دونوں پر ہمارا ایمان ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے ائمہ تفسیر اور اکابرین اُمت کے اقوال کی روشنی میں اپنی مشہور کتاب 'الامن والعلی' میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی ساری صفات اس کی اپنی ذات سے ہیں' کسی کی عطا کردہ نہیں ہیں۔ وہ ازلی' ابدی اور لامحدود ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی جب کہ بندوں کی ساری صفات اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں' محدود ہیں' حادث اور فانی ہیں۔

صفاتی الفاظ کے اطلاق میں اگر ذاتی اور عطائی کا فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو عقیدے کی بحث تو الگ رہی' منہ سے الفاظ ہی نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر جہاں کسی کو آپ نے زندہ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو ولی کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو مولانا کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو حافظ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو بادشاہ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کا نام علی' حکیم' وکیل' سلام' اور کریم رکھا اور مشرک ہوئے۔۔۔ کیونکہ ان سارے الفاظ کا اطلاق قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ مشرک ہونے سے آپ صرف اس لئے بچ جاتے ہیں کہ بندوں کے اندر یہ ساری صفات آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مانتے ہیں۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو ملانا ایمان ہے

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (النساء/٥٩)

اے ایمان والو ! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ (الاحزاب/٧١)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ (المائدہ/٩٢)

اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو اُن رسول کی اور ڈرتے رہو پس اگر منہ پھیرو تم تو جان لو کہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنز الایمان)

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور ہوشیار رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے (نور العرفان)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی اور محتاط رہو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے (ہمارے احکام کو) کھول کر۔ (ضیاء القرآن)

﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ (النور/٥٤)

آپ فرمایئے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسول کے ذمہ اتنا ہے جو اُن پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے (ہمارے) رسول کے ذمہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچا دے۔

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ (التغابن/١٢)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی' پھر اگر تم رُوگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ ایک ساتھ دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا مومنین کو حکم دیا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبہ/۶۲)

اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

منافقین تنہائی میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آ کر اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ ایسی باتوں سے اللہ اور اس کا رسول تو خوش نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر منافقین کے نفاق کو ظاہر فرمادیا اور انکے تمام کاموں پر مطلع کردیا۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے۔ ﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کردیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

﴿مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا﴾ (التوبہ/۶۳) جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء/۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا' پھر اُسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگیا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیت عبادت کو مکمل کردیتی ہے شرک نہیں' ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ فرمایا گیا۔ بخاری شریف میں ہے **ومن كان هجرة الى الله ورسوله**۔۔۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین

پر پہونچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظمہ چھوڑ کر عرش اعظم پر پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا' بلکہ مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ پہونچنے کا حکم دیا گیا۔ رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت ہوگا۔

علم دین سیکھنے' حج' جہاد' زیارت مدینہ منورہ' طلب رزق حلال کے لئے وطن چھوڑنا' یہ اللہ ورسول کی طرف ہجرت ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الحجرات/۱)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو' اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے' تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے بقرعید کے دن حضورﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کر لی اور بعض صحابہ کرام' رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہی روزے شروع کر دیئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے کہ ان حضرات نے حضور ﷺ پر پیش قدمی کی' تو فرمایا گیا کہ اللہ ورسول پر پیش قدمی نہ کرو۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ/۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی' یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا' اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضورﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔

﴿اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (التوبہ/۷۴) انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے

رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔
اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

﴿وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ ....﴾ (الاحزاب/۲۹)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔۔۔۔۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے۔ جسے حضور ﷺ مل گئے اُسے خدا اور ساری خدائی مل گئی۔ جو حضور نبی کریم ﷺ سے دور ہوا' وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

﴿سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۵۹)

اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔

﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب/۳۷)

اُسے اللہ نے بھی نعمت دی اور (اے محبوب) اُسے تم نے بھی نعمت دی۔

ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی طرف بھی فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ رسول ہمیں نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب۳۳/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب حکم (فیصلہ) فرما دیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انھیں کوئی اختیار رہا اپنے اس معاملہ میں۔۔

اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کردیں تو حرام ہوجائے گی جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین ودنیا کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۹۴)

اور اب اللہ ورسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ المنافقون) اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ ۹/۳۰) لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کردیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ بیانگ دہل اعلان کررہی ہے کہ حلت وحرمت کا اختیار رسول اعظم واکرم ﷺ کو بھی رب کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ کرنا کفر ہے

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (النساء/۱۴۹)

وہ جو اللہ اور رسول کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کو جدا کردیں۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ' رسول کی اطاعت اور احکام کو ملانا ایمان' بلکہ جان ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔ جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے ملا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے ملی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے' ایسے ہی نبوّت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام ملایا کہ اول جزء میں **اللہ** آخر میں آیا (**لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ**) اور دوسرے جزء میں **محمد** اول ہے ۔۔تا کہ اللہ و محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

غرض کہ اللہ' رسول کے ذکر' اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کفر' اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا' اُسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اُسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہوسکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدیس و کمال کو نہ پہچانا اور اُس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو مانے اور رسُول کی عظمت' اطاعت اور احکامات کو ماننے سے انکار کردے' یا ہلکا اور غیر اہم جانے' یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور ناکافی سمجھے۔۔اور جو لوگ اللہ پر اُس کی تمام صفات تقدس و کمال پر اور بلا استثناء اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے اجرِ عظیم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء/۱۵۲)

اور جو لوگ اللہ تعالٰی اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں کیا' یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ تعالٰی ان کے اجر دے گا اللہ تعالٰی غفور رحیم ہے۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (بقرہ/۲۵۵)

کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن (اجازت) خداوندی کے (اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کرسکتا ہے)

یہاں ایک قاعدہ بیان فرمادیا کہ ہر شخص کو بارگاہِ الٰہی میں لب کشائی اور شفاعت کی طاقت نہ ہوگی' صرف وہی شفاعت کرے گا جس کو پروردگارِ عالم نے اذن فرمایا۔ بتانا یہ ہے کہ اے کفار و مشرکین: قیامت کے دن تو وہی شفاعت کرے گا جسے اجازت ہوگی اور تمہارے ان بتوں کو تو کوئی اجازت نہیں' پھر ان سے یہ توقع عبث کیوں لگائے بیٹھے ہو اور ﴿اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ سے یہ واضح فرمادیا کہ وہ محبوب و مقبول بندگانِ خدا ضرور شفاعت کریں گے جن کو اُن کے رب نے اجازت مرحمت فرمائی ہوگی۔ حضور ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں اذن پاکر شفاعت فرمائیں گے۔ حضور ﷺ اُس روز مقامِ محمود کے منصب رفیع پر متمکن ہوں گے۔ اے اللہ کریم: ہم گناہ گاروں کو اپنے رسول ﷺ صاحبِ مقامِ محمود کی شفاعت نصیب فرما اور اس کی برکات و توجہات سے ہمیں دُنیا و آخرت میں سرفراز رکھ۔ (آمین ثم آمین)

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرمانے کے بعد میں انبیاء کرام' اولیاء اللہ' حفاظ اور شہداء بھی شفاعت کریں گے۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید لہذا یہ عقیدہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا اصل معیار ہے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو باذن اللہ حاجت روا کہے تو شرک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر انسان سانس تک نہیں لے سکتا اور نہ ہی پلک جھپکا سکتا ہے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا ہے اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر یہ امور انجام دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ مشرک ہوجائے گا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو اُن سے کہا ﴿وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آل عمران/۴۹) اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور کوڑھی کو اور مُردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اب دیکھیے شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لحاظ سے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا۔۔لیکن آپ آگے فرماتے ہیں ﴿باذن اللہ﴾ یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہوں۔ پس جہاں اذن الٰہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے اور جہاں اذن گیا تو توحید بھی گئی۔ یہی اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا بنیادی نکتہ ہے (اس تفصیل کے لئے ہماری کتاب 'حقیقت شرک' کا مطالعہ کریں)

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرماتا ہے:
جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی صفت سمع 'بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع بصر اور قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالےٰ کے نور سمع سے سنتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالےٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پرتو ہے۔ پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ 'سطعات' میں تحریر فرماتے ہیں:

اہل ولایت ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ برف کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ برف پگھل کر پانی بن گئی' اس کے بعد آگ جلتی رہی یہاں تک کہ پانی کی ٹھنڈک ختم ہوگئی اور اس میں فتور آ گیا۔ اس کے بعد بھی آگ جلنے کا عمل جاری رہا یہاں تک کہ پانی گرم ہوگیا۔ آگ پھر بھی جلتی رہی یہاں تک کہ وہ پانی ان خصوصیات کا حامل بن گیا جو آگ میں ہیں' مثلاً کسی چیز کو پکا ڈالنا یا انسان کے بدن پر آبلہ ڈال دینا۔ ان تمام تبدیلیوں نے (اس پانی کو) پانی ہونے کی حقیقت سے نہیں نکالا (یعنی آگ کی خاصیتوں کے پیدا ہوجانے کے باوجود وہ گرم پانی' پانی ہی رہا' آگ نہیں بنا) البتہ یہ ضرور ہے کہ پانی کی حقیقت' آگ کی حقیقت کے قریب تر ہوگئی۔ اسی طرح صوفیائے کرام کی فنا و بقا (فانی فی اللہ و باقی باللہ) ان کو انسانی حقیقت سے خارج نہیں کرتی بلکہ اس نے انہیں انسانیت کے ان اوصاف سے دور کر دیا جو حیوانات (جانوروں اور درندوں) کے مماثل تھے اور (انسانیت کے اُن اوصاف) کے قریب کر دیا جو ملائکہ اور ان کے بعد عالم جبروت سے مناسبت رکھنے والے ہیں (سطعات)

توحیداور شفاعت

﴿يَوْمَئِذٍ لَّاتَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ (طٰہٰ/۱۰۹)
اس دن کوئی سفارش نفع نہ دے گی سوائے اُس شخص کی شفاعت کے' جسے رحمٰن نے اجازت دی اور اُس کے قول کو پسند فرمایا ہو'

یعنی قیامت کے روز یہ نہیں ہوگا کہ جس کا جی چاہے گا اٹھ کر شفاعت کرنے لگے گا بلکہ اس روز وہی شفاعت فرمانے کی جرأت کرے گا جسے بارگاہ رب العزت سے اس کا اذن شفاعت (اجازت شفاعت) مل چکا ہوگا جیسے انبیاء اولیاء صالحین ۔وغیرہ ۔۔ اور اُن ہی کے حق میں شفاعت کی جائے گی جن کا کلمہ شہادت عنداللہ مقبول ہو (یعنی اللہ کے نزدیک اس کا ایمان ٹھیک ہو) اور جو بے ایمان ہوکر مرے گا اُس کے لئے کوئی شفاعت نہیں۔

کفار اپنے بتوں کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ چونکہ یہ بت حکومت الٰہیہ کے ممبر اور اس کے چلانے والے ہیں اس لئے رب تعالیٰ کو اُن کی شفاعت ماننی پڑے گی ۔اُن کی تردید کے لئے ارشاد ہوا کہ ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (بقرہ/ ۲۵۵)

اس جملہ میں دھونس کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت بالاذن کا ثبوت' لہذا شفاعت کا انکار نادانی ہے۔ ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ ﴾ میں بتوں کی شفاعت ماننے والوں کی تردید ہے ﴿ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ میں معتزلہ اور عام دیوبندیوں وہابیوں کا رد ہے جو شفاعت کے منکر ہیں۔

کفار اپنے بتوں کے متعلق دو عقیدے رکھتے تھے:

۱۔ ایک یہ کہ اُن میں الوہیت ایسے حلول کئے ہوئے ہے جیسے پھول میں رنگ وبو' اسی لئے ان کو الٰہ اور شرکاء کہتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اتنا بڑا جہان نہ سنبھال سکتا ہے نہ چلا سکتا ہے۔ اس نے اپنی مدد کے لئے اپنے کچھ بندوں کو معاون و مددگار بنایا ہے

اور اُن میں کام تقسیم کر دیئے ہیں۔ اُن بندوں میں بعض تو اللہ کی لڑکیاں ہیں اور بعض اللہ کی بیویاں و بیٹے (نعوذ باللہ من ذلک) یہ عقیدہ صریح شرک ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ یہ چھوٹے خدا' بڑے خدا کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے اور اس بڑے کو جبراً اُن کی شفاعت ماننی پڑے گی جیسے بادشاہ کو ارکان سلطنت کی سفارش اس لئے ماننی پڑتی ہے کہ اُن کے بگڑ جانے سے زوال سلطنت کا اندیشہ ہے۔

اس آیت میں ان دونوں عقیدوں کا ردّ بلیغ فرمایا گیا۔ گویا فرمایا کہ وہاں تو وہی شفاعت کر سکے گا جسے اُس کی اجازت مل چکی ہے یعنی انبیاء' ملائکہ اور مومنین۔ غرضکہ دیا ؤ کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبت جو شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں اُن کا ثبوت۔

اگر شفاعت نہ ہو تو نماز جنازہ اور زیارت قبور اور مومنین کے لئے دُعا سب بے کار ہو جائیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے فرزند کے جنازے کے لئے چالیس نمازیوں کا انتظار فرمایا اور فرمایا کہ جہاں چالیس صالح مسلمان جمع ہوتے ہیں وہاں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

شفاعت کون کرے گا :

انبیاء' اولیا' علماء' مشائخ' حجر اسود' قرآن مجید' خانہ کعبہ' ماہ رمضان اور مسلمانوں کے نابالغ بچے ۔۔۔ مقدمہ ہدایہ میں مولوی عبدالحی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو چوم کر فرمایا کہ تو محض ایک پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان ۔۔ اُس وقت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سُنا کہ قیامت میں اس کی آنکھیں اور منہ ہوں گے اور حاجیوں کی شفاعت کرے گا (الحاکم) مگر قیامت کے اول وقت جب سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے حضور ﷺ ہی شفاعت کی ابتداء فرمائیں گے اور دروازہ شفاعت آپ کے ہاتھ پر کھلے گا اسی لئے آپ کا لقب شفیع المذنبین ہے۔

شفاعت کی قسمیں :

شفاعت تین طرح کی ہوگی۔ بلندی درجات کے لئے' معافی سیئات (گناہوں سے معافی) کے لئے اور میدان محشر سے نجات دلانے کے لئے۔ پہلی شفاعت بے گناہوں کے لئے ہے۔ دوسری صرف گنہگار مسلمانوں کے لئے اور تیسری شفاعت سے فائدہ کفار بھی حاصل کریں گے۔ معلوم ہوا کہ سارا جہاں حضور ﷺ کی شفاعت کا حاجت مند ہے۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ تارک سنت شفاعت سے محروم ہے' اس سے پہلی شفاعت مُراد ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میری شفاعت گناہ کبیرہ والوں کے لئے بھی ہوگی' اس سے دوسری شفاعت مراد یعنی عفو سیئات (شامی کتاب الصلوٰۃ) جب سب شفیع شفاعت کر چکیں گے تب رب تعالیٰ فرمائے گا کہ شفیع شفاعت کر چکے اور جن کے قلب میں رائی کے برابر بھی ایمان تھا انھیں بھی جہنم سے نکال کر لے گئے۔

شفاعت کب ہوگی : بعض گناہگاروں کو تو بغیر عذاب شفاعت پہنچ جائے گی۔ بعض کی مدت عذاب میں کمی ہو جائے گی اور بعض گناہگار اپنی پوری سزا بھگت کر شفاعت پائیں گے بعض جنت میں پہنچ کر شفاعت کی بدولت بلند درجے پائیں گے۔

الحاصل کفار و مشرکین کا بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک جاننا اور اللہ تعالیٰ کے لئے جبراً بتوں کی شفاعت کو ماننے کا عقیدہ رکھنا صریح شرک ہے۔

باذن بندہ کا عمل اللہ کا عمل

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء/٦٤) اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء/٨٠) جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم ٥٣/٣ ، ٤) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی' جو انھیں کی جاتی ہے (یعنی ہمارے نبی اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ رب کی وحی ہوتی ہے)۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال ٨/١٢) اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی' تم نے نہ پھینکی تھی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۚ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الفتح ٤٨/١٠) وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں' وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا' اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (الاعراف)

اور اللہ کا رسول ان کے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

﴿اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تا کہ تم کو ستھرا بیٹا دوں۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **انما انا قاسم والله يعطى** (صحیح بخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبد ماذون ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے حضور ﷺ کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ حضور ﷺ کا فعل مبارک اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک ہے' حضور ﷺ کا بیچنا اللہ تعالیٰ کا بیچنا ہے' حضور ﷺ کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے' حضور ﷺ کا دینا اور حضور ﷺ کا لینا اللہ تعالیٰ کا لینا ہے۔ مقرب الٰہی ہونے کی بنا پر عبد ماذون مقام محبوبیت پر فائز ہے ایک عام انسان اور عبد ماذون میں یہ بنیادی فرق ہوتا ہے کہ عام انسان نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر بغاوت اور سرکشی کی راہ پر چل نکلتا ہے اور ایسے کو قرب خداوندی سے محروم کر دیا جاتا ہے جب کہ عبد ماذون اللہ تعالیٰ کے قرب خاص کی بنا پر بے پایاں انعامات ونوازشات کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ عبد ماذون عالم رنگ و بو کی رعنائیوں اور دلکشیوں میں کھو کر نہیں رہ جاتا بلکہ اس کا مدعا اور انتہائے مقصود محبوب حقیقی کی رضا اور خوشنودی ہوتا ہے جس کے حصول کے پیش نظر وہ قدم قدم پر بچھے ہوئے رنگینیوں اور دلکشیوں سے سالم ومحفوظ گزر جاتا ہے۔ اس کی تمام تر زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت ہوتی ہے جس کے صلے میں وہ بندگی میں اتنا پختہ اور یگانہ ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ مشیت ایزدی کا ترجمان ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرماتا ہے۔

جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع' بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع بصر اور قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالےٰ کے نور سمع سے سنتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالےٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب وبعید کی آوازیں کیوں کر نہ سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پرتو ہے۔ پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔ (حقیقت شرک)

عقیدۂ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ کا باہمی تعلق

سیدنا عیسٰی علیہ السلام کی امت نے سیدنا عیسٰی علیہ السلام کے معجزات کو دیکھا مُردوں کو زندہ کرتے دیکھا' کوڑھیوں کو شفایاب کرتے دیکھا' مادر زاد نابینے کو صحتمند اور توانا کرتے دیکھا' دوسرے معجزات اور تصرفات کو دیکھا' ان کمالات کو دیکھ کر اپنے نبی کو خدا بنا بیٹھے' ظاہر ہے کہ سیدنا عیسٰی علیہ السلام کے معجزات' معجزات مصطفوی ﷺ کا درجہ نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ کے معجزات تو عام انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر حاوی ہیں۔ پہلے امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے کمالات کو دیکھ کر ان کی نسبت خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

امت مصطفوی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فیض ہے کہ اس نے اس امت کو یہ شعور عطا کیا کہ تم قیامت تک ربیع الاول کے مہینے میں اپنے نبی کی ولادت کو مناتے رہنا تا کہ ڈنکا بجتا رہے کہ اس نبی کی امت اس کو خدا نہیں بلکہ پیدا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی مانتی ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ تو گویا میلاد مصطفی ﷺ کا منانا حضور ﷺ کی نسبت خدا نہ ہونے کا اعلان کرنا ہے۔ نصاریٰ کے برعکس امت مسلمہ کا یہ عمل دراصل حضور ﷺ کی نسبت ہر شرک کے تصور کو توڑ کر پاش پاش کرنے کے مترادف ہے جب کہ میلاد نہ منانے میں شرک کا شائبہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کو کیوں نہیں منا رہا ہے ؟۔۔۔کہیں یہ تو نہیں سمجھتا کہ حضور ﷺ پیدا نہیں ہوئے !۔۔ تو ثابت ہوا کہ ولادت کا نسخہ شرک کو قطع کرنے کا نسخہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی امت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے کمالات وامتیازات عظمت ورفعت اعلیٰ وارفع مقام اور خصائص کے باوجود آپ کو معبود والہ نہیں سمجھتی اور نہ ہی حضور ﷺ کی عبادت کرتی ہے بلکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہوئے توحید کے پرچم لہراتی ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے شرک کے شبہات ختم ہوتے ہیں اور توحید الٰہی کا اعلان ہوتا ہے۔ بلکہ جشن میلاد النبی ﷺ عین توحید ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے حضور ﷺ کی عبدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ معبود یا الٰہ کی میلاد نہیں ہوتی ہے۔

جس کی میلا دہوتی ہے وہ عبد کہلاتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص ہیں جشن میلا دالنبی ﷺ میں اس بات کا بیان ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی میلا د مبارک ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مکہ معظمہ میں ہوئی والدہ سیدہ آمنہ والد حضرت عبداللہ اور دادا حضرت عبدالمطلب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زمان ومکان سے پاک ہے۔ وہ یکتا ہے' کسی کامحتاج نہیں' سب سے بے نیاز ہے' نہ اس نے کسی کو جنا ہے' اور نہ ہی وہ جنا گیا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں ۔ حضور نبی کریم ﷺ کا امتی ہر نماز میں کئی بار اعلان کرتا ہے کہ ﴿اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له' واشهد ان محمدا عبده' ورسوله ﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

ایمان باللہ

عقائد :

(☆) اللہ ایک ہے' اُس کا کوئی شریک نہیں' نہ ذات میں' نہ صفات میں' نہ اسماء میں' نہ افعال میں' نہ احکام میں' نہ سلطنت میں۔

(☆) واجب الوجود ہے یعنی اُس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال۔ وہ قدیم وازلی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے باقی وابدی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا۔ وہی معبود برحق اور اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و پرستش کی جائے۔ اس کے سوا کسی اور معبود برحق کا وجود ہی نہیں۔ نہ چھوٹا نہ بڑا' نہ اصلی نہ ظلی' نہ خدا نہ خدا زادہ' یہ نہیں کہ وہ تو معبود اعظم ہے باقی چھوٹے چھوٹے معبود اور بھی موجود ہیں۔

(☆) وہ حی وقیوم ہے۔ موت نہ اس پر کبھی طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی طاری ہوسکتی ہے۔ وہ اپنی ذات سے قائم ہے اور سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔ خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے جسے جب چاہے زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔

(☆) وہ الصمد ہے یعنی سب سے بے نیاز اور بے پروا' سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا کسی آن کسی لمحہ محتاج نہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یقین ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے خصوصاً مصیبتوں میں' بیماریوں میں' موت کے قریب' اکثر یہ فطرت اصلیہ ظاہر ہو جاتی ہے اور بڑے بڑے منکرین بھی خدا ہی کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں اور ان کی زبانوں پر بھی بے ساختہ اللہ کا نام آ ہی جاتا ہے۔

(☆) اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے' وہ ہر چیز کو جانتا ہے' سب کچھ دیکھتا ہے' سب کچھ سنتا ہے' وہی سب کو جلاتا اور مارتا ہے۔ وہی سب کو روزی دیتا ہے وہی جس کو چاہے عزت اور ذلت دیتا ہے اور وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے' کوئی اس کے مثل اور مقابل نہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے پاک ہے یعنی نہ وہ جسم ہے نہ اس میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو جسم سے تعلق رکھتی ہیں بلکہ یہ اُس کے حق میں محال ہیں' لہٰذا وہ زمان و مکان' طرف و جہت' شکل و صورت' وزن و مقدار' زیادہ و نقصان (کمی و بیشی)' حلول و اتحاد (حلول یعنی سما جانا' اتحاد یعنی دو چیزوں کا مل کر ایک ہو جانا)' توالد و تناسل' حرکت و انتقال' تغیر و تبدل وغیرہا جملہ اوصاف و احوال جسم سے منزہ و بَری ہے اور قرآن و حدیث میں جو بعض ایسے الفاظ آئے ہیں مثلاً **یَدْ** ' **وجهه** ' **رجل** ' **ضحك** وغیرہا جن کا ظاہر جسمیت پر دلالت کرتا ہے اُن کے ظاہری معنی لینا گمراہی و بدمذہبی ہے۔ اس قسم کے الفاظ میں تاویل کی جاتی ہے کیونکہ اُن کا ظاہر مُراد نہیں کہ اُس کے حق میں محال ہے (جو کبھی کسی طرح نہ ہو سکے) مثلاً **یَدْ** کی تاویل قدرت سے' اور **وجهه** کی ذات سے' **استواء** کی غلبہ و توجہ سے کی جاتی ہے۔ لیکن بہتر و اسلم یہ ہے کہ بلا ضرورت تاویل بھی نہ کی جائے بلکہ حق ہونے کا یقین رکھے اور مُراد کو اللہ تعالیٰ کے سپُرد کرے کہ وہی جانے اپنی مُراد۔ ہمارا تو اللہ و رسول کے قول پر ایمان ہے کہ **استواء** حق ہے۔ **یَدْ** حق ہے اور اُس کا **استواء** خلق کا سا **استواء** نہیں۔ اُس کا **یَدْ** مخلوق کا سا **یَدْ** نہیں۔ اُس کا کلام' دیکھنا' سننا مخلوق کا سا نہیں۔

(☆) جس طرح اللہ تعالیٰ عالم اور عالم کی ہر چیز کا خالق ہے اُسی طرح ہمارے اعمال وافعال کا بھی وہی خالق ہے۔

(☆) جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کسی اور چیز کو قدیم مانے یا عالم کے حادث ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔

(☆) ذات وصفات الٰہی کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب حادث ہیں یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔

(☆) خیر وشر' کفر وایمان' طاعت وعصیاں' اللہ تعالیٰ ہی کی تقدیر وتخلیق سے ہے۔

(☆) حقیقۃً روزی پہنچانے والا وہی ہے فرشتہ وغیرہ وسیلہ اور واسطہ ہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ کو نہ اُونگھ آئے نہ نیند کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے۔ تمام جہاں کا نگاہ رکھنے والا' نہ تھکنے نہ اُکتائے' تمام عالم کا پالنے والا اور نظام عالم کی تدابیر فرمانے والا ہے۔ ماں باپ سے زیادہ مہربان اور بڑا حلم والا ہے۔ اسی کی رحمت ٹوٹے دلوں کا سہارا' اُسی کے لئے بڑائی اور عظمت ہے۔

حکایت : ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا رب تعالیٰ کو نیند اور اُونگھ آسکتی ہے۔ حکم الٰہی پہنچا کہ تم اپنے ہاتھ میں دو پانی سے بھری ہوئی کچی شیشیاں لو۔ آپ نے اس پر عمل کیا' کچھ دیر بعد نیند کا جھونکا آیا تو ہاتھ سے شیشیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ! جب تم نیند میں دو شیشیاں نہ سنبھال سکے تو اگر مجھے نیند آتی تو میں زمین وآسمان کیسے سنبھال سکتا (کبیر وروح البیان) خیال رہے کہ یہ سوال اطمینان قلب کے لئے تھا نہ کہ بدعقیدگی سے۔۔انبیاء کرام پیدائشی عارف باللہ ہوتے ہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بے شمار حکمتیں ہیں خواہ ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہی اچھا ہے خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر یعنی بہت زیادہ جاننے والا بہت زیادہ حکمتوں والا ہے اور وہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی کام کو بُرا سمجھنا یا اُس پر اعتراض کرنا یا ناراض ہونا یہ کفر ہے۔

(☆) اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا' مگر اچھے پر خوش ہوتا ہے اور

بُرے پر ناراض۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ ایسے کام کا حکم نہیں فرماتا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(☆) اللہ تعالیٰ ہی ہر ذی روح کو رزق دیتا اور روزی پہنچاتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق کو وہی روزی دیتا اور وہی اس کی پرورش کرتا ہے۔ وہی ساری کائنات کی تربیت فرماتا اور ہر چیز کو آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ بتدریج اُس کے کمال مقدار تک پہنچاتا ہے۔ وہی رب العٰلمین ہے۔ حقیقۃً روزی پہنچانے والا وہی ہے۔ ملائکہ وغیرہم وسیلے اور ہمارے اُس کے درمیان واسطے ہیں۔

(☆) اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ جسے جو چاہے دے اور جس سے جو چاہے چھین لے۔ کسی کو اس پر قابو نہیں اور نہ کوئی اس کے ارادے سے اُسے باز رکھنے والا۔ اُس پر کوئی حکم نہیں کرسکتا۔ اُس پر ثواب یا عذاب نہیں یا بندے کے ساتھ لطف یا اس کے ساتھ وہ کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو اُس پر کچھ واجب نہیں' وہ جو کچھ کرتا ہے وہ اس کا فضل اور اس کی مہربانی ہے۔

(☆) کوئی شخص اپنے حقوق کا اظہار کرکے' اس سے کسی چیز کا مستحق اور حقدار بن جائے یہ اُس کی شان بے نیازی کے خلاف ہے مثلاً کوئی شخص عبادت و ریاضت میں مصروف رہ کر' اس کا مدعی نہیں بن سکتا کہ وہ اس کے بدلے میں اُسے جنت دے ہی دے گا۔ ہاں اس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بندوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور انھیں جنت میں داخل فرمائے گا لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اجر' اس نیک کام کرنے والے کی مرضی کی مطابق ہی ہو۔ اُسے اختیار ہے کہ جس صورت سے چاہے اُسے اجر عطا فرمائے اور اپنی نعمتوں سے نوازے۔

(☆) اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا عدل و انصاف ہے اور ظلم و جور سے وہ پاک وصاف ہے۔ ظلم کہتے ہیں حد سے تجاوز کرنے کو' خدا کی ذات ایسی ہے جو ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ہے تو حد سے متجاوز نہیں ہوتا کہ نہ اس کے لئے حد ہے نہ وہ محدود' بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت زدہ مخلوق پر ظلم ہو رہا ہے لیکن اگر دقیق نظر سے دیکھا اور

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نہ معلوم کیا کیا مصلحتیں اس میں پوشیدہ ہیں اور کون کون سے اعمال کا نتیجہ ہیں' اُس نے فرمادیا ہے کہ بمقتضائے عدل کفار کو جہنم میں داخل فرمائے گا اس کے وعدے وعید نہیں بدلتے۔ اُس نے وعدہ فرمالیا ہے کہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف کردے گا۔

(☆) نفع ضرر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مظلوم کی فریاد کو پہنچنا اور ظالم سے بدلہ لیتا ہے۔ ہاں ظالم کو ڈھیل دیتا ہے کہ ظلم سے باز آجائے۔ قہر و غضب فرمانے والا ہے۔ اس کی پکڑ نہایت سخت ہے جس سے بے اُس کے چھڑائے کوئی چھوٹ نہیں سکتا۔ جس کو چاہے بلند کردے اور جس کو چاہے پست۔ ذلیل کو عزت دے اور عزت والے کو ذلیل کردے۔ جس کو چاہے راہِ راست پر لائے اور جس کو چاہے سیدھی راہ سے الگ کردے۔ جسے چاہے اپنا مقبول بنالے اور جسے چاہے مردود کردے۔

(☆) اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق عالمِ اسباب میں' مسببات کا اسباب سے ربط فرمادیا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے' کان سنتا ہے' آگ جلاتی ہے' پانی پیاس بجھاتا ہے۔ وہ چاہے تو آنکھ سنے' کان دیکھے' پانی جلائے' آگ پیاس بجھائے' نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں' دن کو پہاڑ نہ سوجھے' کروڑوں آگ ہوں ایک تنکے پر داغ نہ آئے' کس قہر کی آگ تھی جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے ڈالا' کوئی پاس بھی نہ جاسکتا تھا' اُسے ارشاد ہوا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہوا براہیم پر۔۔۔اور وہ آگ گلزار بن گئی۔

(☆) اللہ تعالیٰ کی ذات صفات سلبیہ سے مبرّا اور پاک ہے مثلاً وہ جاہل نہیں' بے اختیار و بے کس نہیں' کسی بات سے معذور وہ عاجز نہیں' اندھا نہیں' بہرا نہیں' گونگا نہیں' ظالم نہیں' تمام حوادث سے پاک ہے۔

(☆) حیات' قدرت' سمع' بصر' کلام اور ارادہ و مشیت' اس کے صفات ذاتیہ ہیں مگر کان' آنکھ' زبان سے اس کا سننا دیکھنا کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں اور اجسام سے وہ پاک ہے۔ انسان اپنے دیکھنے اور سننے کے لئے بہت سی چیزوں کا محتاج ہے مثلاً کان آنکھ وغیرہ' پھر اگر کان آنکھ بھی ہوں اور قوت بصارت یا سماعت نہ ہو تو وہ آلہ بھی بیکار ہے پھر

اگر دونوں جمع ہوں اور کوئی چیز درمیان میں حائل ہو یا آواز بہت پست یا بہت دور کی ہو تب بھی انسان دیکھنے اور سننے سے عاجز رہتا ہے۔ غرض انسان اپنے اوصاف میں محتاج ہے لیکن خدا کسی کا محتاج نہیں۔ ہر پست سے پست آواز کو سنتا ہے ہر باریک سے باریک کو' کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو وہ دیکھتا ہے۔

(☆) مثل دیگر صفات کے اس کا کلام بھی قدیم ہے' حادث و مخلوق نہیں' یوں ہی اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن عظیم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے' مصاحف میں لکھتے ہیں اس کا کلام قدیم بلاصوت (آواز سے پاک) ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور ہماری آواز یہ حادث ہے یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے (کہ پہلے نہ تھا اب پایا گیا) اور جو ہم نے پڑھا وہ قدیم ہے ہمارا لکھنا حادث ہے اور جو لکھا وہ قدیم۔ ہمارا سننا حادث ہے اور جو سنا وہ قدیم' ہمارا حفظ کرنا حادث ہے اور جو ہم نے حفظ کیا قدیم یعنی متجلّی (تجلی والا) قدیم ہے۔

(☆) اللہ تعالی کا علم ہر شئے کو محیط ہے یعنی تمام موجودات' معدومات' ممکنات' محالات کو ازل میں جانتا تھا اور اب جانتا ہے اور ابد تک جانے گا۔ دلوں کے خطروں اور وسوسوں پر اس کی نظر ہے۔ اُسے سب کی خبر ہے اور اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ غیب و شہادت' غائب حاضر سب کو جانتا ہے۔ علم ذاتی اس کا خاصہ ہے۔ جو شخص علم ذاتی' غیر اللہ کے لئے ثابت کرے کافر ہے۔ علم ذاتی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالی کے دیئے بغیر خود حاصل ہو۔

(☆) تکوین و تخلیق اسی کے لئے ہے یعنی وہی ہر شئے کا خالق ہے۔ تمام عالم اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور آئندہ بھی ہر چیز وہی پیدا کرے گا۔ چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ اور عالم کا مادہ (آگ پانی ہوا خاک جنہیں اربع عناصر کہتے ہیں) سب اسی کی مخلوق ہے۔ چیزوں کے پیدا کرنے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اُس کو کسی مدد کی ضرورت ہے اگر وہ چاہتا کہ فلاں کام ہو جائے تو وہ ہو جاتا ہے چنانچہ نص قرآنی کن فیکون سے ظاہر ہے یعنی وہ حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ تخلیق عالم اسی پر ہوئی۔ اور جس کو وہ چاہتا ہے کہ وہ نہ ہو وہ کبھی لباس وجود میں نہیں آ سکتا' کبھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ غرض وہی ہر شئے کا خالق ہے ذوات ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مارنا جلانا' چلانا' صحت دینا'

بیمار ڈالنا' غنی کرنا' فقیر کرنا وغیرہ صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنہیں صفات اضافیہ اور صفات فعلیہ بھی کہتے ہیں اُن سب کو صفات تخلیق وتکوین کی تفصیل سمجھنا چاہئے۔

(☆) اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اور جو چیز محال ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی قدرت اُسے شامل ہو' محال اُسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہو سکے اور جب مقدور اور تحت قدرت ہوگا تو موجود ہو سکے گا پھر محال نہ رہا مثلاً فنائے باری تعالیٰ محال ہے اگر تحت قدرت ہو تو ممکن ہوگی اور جس کی فنا ممکن ہو وہ خدا نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا اللہ کی الوہیت ہی سے انکار کرنا ہے۔

(☆) اللہ تعالیٰ ہر کمال وخوبی کا جامع ہے اور ہر اس چیز سے جس میں عیب ونقصان کا اس میں ہونا ہو' محال ہے۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان' وہ بھی اس کے لئے محال ہے مثلاً جھوٹ' دغا' خیانت' ظلم' جہل' بے حیائی' وغیرہ عیوب اس پر قطعاً محال ہیں اور یہ سمجھنا کہ محالات پر قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہو جائے گی۔۔۔ باطل محض ہے کہ اس میں قدرت کا کیا؟ نقصان تو اس محال کا ہے کہ تعلق قدرت کی اس میں صلاحیت نہیں۔

فائدہ: وہابیہ دیوبندیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قدرت ہے۔ بایں معنی کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے یہ محض باطل ہے اور محال کو ممکن ٹھہرانا' اور خدا کو عیبی بتانا بلکہ خدا سے انکار کرنا ہے جبکہ کذب (جھوٹ) تو ایسا گندا اور گھنونا عمل ہے جس سے تھوڑی سی ظاہری عزت والا بھی بچنا چاہتا ہے بلکہ حقیر سے حقیر انسان بھی اپنی طرف اس کی نسبت کرتے شرماتا ہے۔ کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کر سکتا ہے؟ مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے رب تعالیٰ کی امان ہے۔۔ معمولی سمجھ والا' یہودی اور نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت لکھنا اور کہنا درکنار' سننا گوارہ نہ کرے گا۔ جو خدائے قدوس کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے وہ یہودیوں اور نصرانیوں سے بدتر ہے مگر وہابیہ دیوبندیہ میں شرم وغیرت کہاں۔

العظمۃ للہ اگر کذب الٰہی' خدائے قادر وقیوم کا جھوٹا ہونا ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن

لازم آئیں کہ اُٹھائے نہ اُٹھیں اور کافروں ملحدوں کو اعتراض وعناد کی وہ راہیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں۔ حشر ونشر' حساب کتاب' جنت ونار' ثواب وعذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ ملے کہ آخران پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے جب اسی میں کذب (جھوٹ) ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا کہ شاید ٹھیک نہ ہو۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

لقاءالٰہی (دیدارالٰہی) پر ایمان

لقاءالٰہی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار ہوگا چنانچہ قرآن حکیم نے لقاءالٰہی کو مومن کے لئے بہترین نعمت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے ﴿ **فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا** ﴾ (کہف ۱۱۰) کہ جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے (جو شخص آخرت میں دیدار باری تعالیٰ کی تمنا رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ عمل صالح کو اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے)۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان والوں کو دیدار خداوندی نصیب ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے کہ **انکم سترون ربکم یوم القیامه کما ترون القمر لیلة البدر** تم عنقریب اپنے اللہ کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں رات کا چاند دکھائی دیتا ہے۔

اس حدیث میں تشبیہ محض دیکھنے میں ہے چاند اور ذات باری تعالیٰ میں تشبیہ نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار مواجہہ اور قرب وبعد میں نہ ہوگا اسی آنکھ کو قوت بصیرت عطا ہو جائے گی۔ جو لوگ دیدار الٰہی کو دل کی آنکھ (چشم بصیرت) سے دیکھتے ہیں وہ قیامت کے دن چشم سر دیکھیں گے۔ عالم آخرت حقیقت کے ظاہر ہونے کا مقام ہے۔ جو آج باطن ہے کل ظاہر ہوگا' جو آج پوشیدہ ہے وہ کل واضح ہوگا۔ شارع علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر ایمان رکھنا چاہئے۔ ہاں اس کی کیفیت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ (القیمۃ/۲۳) کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ دار آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن معتزلہ' خوارج اور دیگر بدعتی فرقے اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رؤیت کے لئے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے' ذات باری ان سے مبرا ہے۔ اس لئے رؤیت کا تحقق ناممکن ہے۔ وہ کہتے ہیں رؤیت کے لئے دیکھنے والے کا بینا ہونا' جس کو دیکھا جارہا ہے اس کا محسوس ہونا' کسی جہت میں پایا جانا' نہ زیادہ نزدیک اور نہ زیادہ دور ہونا ضروری ہے اور جب اللہ تعالیٰ جہت سے' محسوس ہونے سے' دوری اور نزدیکی سے پاک ہے تو اس کی رؤیت کیسے متحقق ہو سکتے ہے۔

اہل سنت اس کا جواب دیتے ہیں کہ تم عالم آخرت کے حقائق کو عالم دنیا پر قیاس کر رہے ہو جو سراسر نادانی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ رؤیت متحقق ہوگی اور ان شرائط کے پائے جانے کے بغیر متحقق ہوگی۔ کیف' جہت اور ثبوت مسافت کے تکلفات کے بغیر آنکھیں رب کریم کا دیدار کریں گی' نیز کثیر احادیث سے جو مجموعی طور پر حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں' رویت خداوندی کا ثبوت ملتا ہے۔ اتنی کثیر احادیث کا انکار کیونکر ممکن ہے۔

صحیحین کی حدیث ہے جو جریر البجلی سے منقول ہے: **قال كنا جلوسا عند النبي صلى الله تعالىٰ وسلم اذا نظر الى القمر ليلة البدر فقال انكم سترون ربكم كما ترون هٰذا القمر ليلة البدر لاتضامون في رؤيته** ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے اچانک حضور ﷺ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔

زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے: **اللهم انى اسئلك برد العيش بعد الموت ولذة النظر علىٰ وجهك والشوق الىٰ لقاء ك** الٰہی میں تجھ سے موت کے بعد آرام دہ زندگی کا سوال کرتا ہوں۔ مجھے اپنے رُخ انور کو دیکھنے کی لذت عطا فرما اور اپنی ملاقات کا شوق بخش!

اہلِ جنت جب لذّتِ دیدار سے محظوظ ہوں گے تو جنت کی کسی اور نعمت کی طرف وہ توجہ نہ کریں گے۔ **عن جابر قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اهل الجنة فی نعیمهم اذ سطع علیهم نور فرفعوا رؤسهم فاذا الرب تبارك وتعالیٰ قد اشرف علیهم من فوقهم وقال السلام علیکم یا اهل الجنة وذلك قوله تعالیٰ سلام قولا من رب رحیم . قال فینظر الیهم وینظرون الیه ولایلتفتون بشیء من النعیم ماداموا ینظرون الیه حتی یحجب عنهم ویبقیٰ نوره وبرکته فی دیارهم ... رواه ابن ماجه والدار قطنی** (مظہری) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اہلِ جنت اپنی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اچانک ایک نور چمکے گا وہ اپنے سروں کو اُٹھائیں گے' پس وہ دیکھیں گے کہ ان کا رب تبارک وتعالیٰ اُن کی طرف توجہ فرما ہے اور انہیں سلام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف دیکھے گا اور وہ بندے مشاہدۂ جمالِ الٰہی میں یوں مستغرق ہوں گے کہ جنت کی نعمتوں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی انہیں گوارہ نہ ہوگا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے اوپر حجابِ عظمت ڈال لیں گے۔ اس کا نور اور اس کی برکت ان میں باقی رہے گی (تفسیر ضیاء القرآن)

کیا دُنیا میں دیدارِ الٰہی ممکن ہے:

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **تعبد الله کانك تراه** اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ حدیث کے الفاظ **کانك تراه** کا بعض لوگ یہ مفہوم لیتے ہیں کہ دنیا میں اللہ عز وجل کا دیدار ہو سکتا ہے وہ کہتے ہیں **تعبد الله کانك تراه** اشارہ ہے مقامِ فنا کی طرف کہ جب بندہ اپنی ذات کو فراموش کر دے گویا کہ اُس کا وجود ہی نہیں ہے تو اس منزل پر پہنچ کر وہ خدا کو دیکھ لے گا لیکن یہ معنی کرنا صحیح نہیں۔ حدیث کے الفاظ **تعبد الله کانك تراه** کا مطلب یہ ہے کہ تم عبادت میں اتنا خلوص خشوع اور خضوع پیدا کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ **فان لم تکن تراه** تو اگر چہ تم

اس کو دیکھتے نہیں تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور جب وہ تم کو دیکھ رہا ہے تو پھر عبادت و بندگی ایسی ہونی چاہیے جیسی کہ مالک کی موجودگی میں ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا (مسلم شریف) جان لو تم اس دنیا میں خدا کو نہیں دیکھ سکتے حتیٰ کہ تم مرجاؤ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دنیا میں دیدار باری تعالی ممکن نہیں' البتہ آخرت میں مومن کو اس کے دیدار کا شرف حاصل ہوگا جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

دُنیا میں دیدارِ الٰہی حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے:

دُنیا میں بحالت بیداری اللہ تعالی کی زیارت کا شرف صرف حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالی کو اپنے سَر کی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہ کرام کا یہ ہی مسلک ہے۔ اولیاء اللہ کو بھی بحالت بیداری اللہ تعالی کا دیدار نہیں ہوسکتا۔

خواب میں دیدارِ الٰہی:

دل کی نگاہ سے یا خواب میں اللہ تعالی کا دیدار دوسرے انبیاء علیہم السلام بلکہ بہت سے اولیاء کرام کو بھی نصیب ہوا اور آخرت میں ہر مسلمان کو اللہ تعالی اپنا دیدار دکھائے گا مگر یادرکھو کہ اللہ تعالی کا دیدار بلا کیف ہے یعنی دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے؟ اور کس طور پر دیکھیں گے۔ یہ ایمان رکھو کہ قیامت میں ضرور اس کا دیدار ہوگا جو آخرت کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے (جنتی زیور)

جس مسلمان کے بھی نصیب جاگیں گے خواب میں اُسے دیدار الٰہی ہوسکتا ہے اللہ تعالی کے دیدار کی کیفیت الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کی جاسکتی۔ قیامت کے روز جو دیدار ہوگا اس کی کیفیت ونوعیت اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے۔ فرشتوں کو جنت میں دیدار الٰہی ہوگا۔ عورتیں بھی آخرت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گی۔

اللہ تعالی کا دیدار خواب میں صحیح اور حق ہے۔ سلف صالحین سے اس کے متعلق روایات ملتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں اللہ تعالی کو

دیکھا ہے اور عرض کیا اے پروردگار! سب عبادتوں میں افضل ترین عبادت کون سی ہے اور تیری بارگاہ میں پہنچنے کا نزدیک تر راستہ کونسا ہے' فرمایا قرآن مجید کی تلاوت۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک سو بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تھا۔ ابن سرین رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر تابعین اور خواب کی تعبیر بتانے والوں کے امام مانے جاتے ہیں' فرماتے ہیں' جو شخص خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہشت میں جگہ پائے گا اور رنج و غم سے نجات پائے گا'۔

یہ درحقیقت مشاہدہ قلبی ہے اور ظاہری آنکھ سے دیکھنے سے قاصر ہے۔ اگر کوئی آنکھ سے دیکھے تو وہ دیکھنا مثالی ہے' حق تعالیٰ مثل نہیں مگر مثالی ہے۔ قرآن مجید نے اس مثال کو کس انداز میں بیان کیا ہے ﴿**مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ**﴾ اللہ کے نور کی مثال اس نور کی سی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشے کے فانوس میں روشنی دے رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مصباح وز جاجہ یا چراغ' شیشہ اور فانوس کی تشبیہ سے پاک ہے۔ اُسے زیتون کے درخت کی تشبیہ بھی زیب نہیں دیتی۔ ہاں' اس کے نور کی مثال میں یوں ہے جس طرح قرآن کو حبل متین' سے مثال دی گئی ہے۔ حقیقت میں ایک رسی قرآن کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عالم خواب بھی عالم مثال ہے۔ اس کلام کی پوری تحقیق حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل سے معلوم ہوتی ہے۔

عبادت کے معنیٰ

عبادت کے معنی انتہاء تذلیل اور غایت خضوع کے ہیں یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت وپستی کے اس آخری درجے میں سمجھے کہ جس کے بعد عاجزی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ ہو۔ اس قسم کی عاجزی کرنے والا عابد ہے اور ایسی عاجزی عبادت ہے۔ عبادت کا تعلق نہ تو مافوق الاسباب امور سے ہے اور نہ غائبانہ ندا سے' بلکہ اس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے اور ظاہر ہے ایسی عاجزی اور ایسی ذلت وپستی کا اظہار اس ہستی کے لئے کیا جاسکتا ہے جس کے متعلق صفات مستقلہ کا اعتقاد رکھا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں خود بخود اُس میں موجود ہیں' کسی نے اُس کو کوئی صفت دی نہیں' اور یہ صفات ذاتیہ استحقاق عبادت کا مناط ومدار ہیں۔ ان صفات ذاتیہ کا کسی میں ثابت کرنا استحقاق عبادت والوہیت کا ثابت کرنا ہے اور جو صفت استحقاق عبادت کا مناط ہے خواہ وہ علم ہو یا قدرت' تصرف ہو یا خالقیت' اس کا ذاتی اور مستقل ہونا ضروری ہے ورنہ افراد ممکنات کا مستحق عبادت ہونا لازم آئے گا کیونکہ عطائی' غیر مستقل' حادث صفات' افراد مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ استحقاق عبادت کے لئے صفات مستقلہ لازم ہیں اور صفات مستقلہ کے لئے استحقاق عبادت لازم ہے۔ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کے لئے استقلال ذاتی کو ثابت کرنا ہے اور کسی کو مستقل بالذات ماننا مستحق عبادت قرار دینا ہے۔

اسلام میں عبادت کا تصور: عبادت کا لفظ دُنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ ہر مذہب کے بانی نے اپنے پیروؤں کو عبادت کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بھی ہر مذہب نے علحدہ علحدہ مقرر کیا ہے' لیکن عبادات کی جو حقیقت وتشریح اسلام نے کی ہے وہ ایسی ہے جس کو معلوم کرکے ہر سلیم العقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ واقعی عبادت یہ ہے اور دیگر مذاہب نے جو عبادت کا طریقہ اور تشریح کی ہے کہیں تو وہ نامکمل ہے اور کہیں اس کی رُوح ہی مفقود ہے اور کہیں ایسے کاموں کو عبادت میں شمار کرلیا ہے جو فطرتاً وعقلاً عبادت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔

عرب کی عبادت یہ تھی کہ دنیا کے عیش وآرام اور اس کی لذتوں کو چھوڑ کر جنگل اور ویرانوں میں بیٹھ جاؤ اور دنیا سے قطع تعلق کر کے مجرد زندگی بسر کرو۔

یہود کی عبادت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن چھٹی کی جائے اور اس دن کوئی کام نہ کیا جائے' اس کے علاوہ جب کبھی انھیں موقع ملتا بتوں کے سامنے سر جھکا لیتے۔

عیسائیوں کی عبادت حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہا السلام کی تصویروں اور مجسموں کو پوجنا اور اپنے جسم کو سخت تکالیف پہنچانا تھا۔ انھوں نے اپنے جسم کو تکلیف پہنچانے کے بہت سے سخت طریقے ایجاد کر لئے تھے اور اس کا نام انھوں نے عبادت رکھ لیا تھا۔

یونانی اپنے بادشاہوں کے مجسموں اور ستاروں کے ہیکل کے پجاری تھے۔

روم وایشیا کوچک' یورپ' امریکہ' مصر بربر' حبشہ وغیرہ عیسائی ملکوں میں حضرت مریم وعیسیٰ علیہا السلام کی مورتیوں کو پوجا جاتا تھا۔

زردشت کی مملکت میں آگ کی پرستش کی جارہی تھی۔

ہندوستان سے لے کر کابل وترکستان تک اور چین سے جزائر ہند تک بدھ کی مورتیوں' سادھیوں اور سوکھی جلی ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہوتی تھی۔ چین کے کنفوشش اپنے باپ دادا کی مورتیوں کے آگے خم تھے' خاص ہندوستان میں سورج گنگا اور تاروں کی عبادت ہوتی تھی۔

غرض کہ یہ تھا دنیا کے مذاہب اور اس کے پیروؤں کی عبادت کا مختصر نقشہ۔ ایسے وقت میں جب کہ دنیا پتھروں' درختوں' جانوروں' دیوتاؤں اور سیاروں کی پرستش کر رہی تھی اور ساری کائنات خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان سے زمین تک کی مخلوقات کو پوجھ رہی تھی۔ ایک بے آب وگیاہ ملک کے گوشہ سے یہ آواز آئی ﴿**یایها الناس اعبدوا ربکم**﴾ اے لوگو! اللہ واحد کی پرستش کرو۔ اسی ایک اکیلے خدا کی عبادت' عبادت ہے اور مخلوق کو پوجنا اور غیر اللہ کی پرستش کرنا عبادت نہیں' جہالت ہے۔

معلوم ہے کہ یہ آواز دینے والا اور مخلوق کو خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرنے والا کون تھا؟ ہاں یہ وہی تھے جن کے متعلق عامر ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی **واللہ لولا ا**

نت ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا قسم بخدا اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم راستہ پاتے' نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے ۔۔ گویا اس شعر میں حضور نبی کریم ﷺ کے احسان کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ آپ ہی کی تعلیم تھی جس نے نہ صرف اہل عرب کو بلکہ ساری کائنات کو عبادت کے صحیح طریقوں سے آشنا فرمایا۔ اگر آپ کی ذات ستودہ صفات نہ ہوتی تو آج سارے جہاں کے انسانوں کی پیشانیاں غیر اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہوتیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عبادات کا اصل مفہوم بتایا اور کائنات کے معبدوں (عبادت گاہوں) سے تمام باطل معبودوں کو باہر نکال کر پھینک دیا اور خدا کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکا دیں اور صاف اعلان فرما دیا ﴿اعبدوا ربکم﴾ صرف ایک خدا کو پوجو' اسی کو پوجنا اسی کی پرستش کرنا عبادت ہے۔ پھر آپ نے عبادت اور اس کا صحیح طریقہ پیش کیا اور بتایا عبادت کے کے لئے کسی خارجی رسم کی ضرورت نہیں ہے۔ آگ جلانا' مورتیوں کے سامنے رکھنا' گھنٹوں اور ناقوسوں سے عبادت کو دلکش و دلفریب بنانا' ساز و ترنم اور جرس وغیرہ حتیٰ کہ کسی خاص لباس کی بھی قید نہیں ہے اور ان تمام غیر ضروری رسوم سے اسلام کی عبادت پاک ہے۔ اسلام کی عبادت کے لئے تو صرف پاک لباس جو ستر پوشی کر سکے' پاک جسم اور پاک دل کی ضرورت ہے۔

ہر مذہب نے اپنی عبادت کو اینٹ چونے کی چار دیواری میں محدود کر دیا ہے۔ بت خانوں سے باہر اور آتش کدوں سے الگ ان کے ہاں کوئی عبادت نہیں ہے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے دنیا کو بتایا کہ کائنات کا ہر حصہ معبد (عبادت کی جگہ و مقام) ہے اور زمین کا ہر گوشہ عبادت خانہ ہے۔ تم کہیں بھی ہو' سمندر میں یا خشکی میں' ہوا میں یا زمین پر' ہنگامہ کارزار میں یا ریل و جہاز میں' ہر جگہ خداوند قدوس کی عبادت کر سکتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔۔ اللہ نے مجھے بعض ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں۔ **جعلت لی الارض مسجدا** روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ بنایا گیا ہے۔ یعنی سمندر میں' ہوا میں' خشکی میں' تری میں' ہر جگہ مسلمان اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوسکتا ہے اور کسی بھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد کے علاوہ بھی عبادت

کر سکتا ہے کیونکہ ﴿**ادعونی استجب لکم**﴾ تم مجھے پکارو میں تمھیں جواب دوں گا۔۔ یعنی عرض حال کرنے کے لئے کسی بت' کسی مجسمہ کی ضرورت نہیں ہے۔تم جس مکان میں' زمین کے جس گوشہ میں رب کو پکارو گے وہ جواب دے گا۔

بعض مذاہب میں مرغوب عبادت یہ تھی کہ اپنے نفس یا اپنی اولاد کو آگ میں جلا دیا' دریا میں ڈبو دیا' اور اسی طرح خدا کے حضور تقرب حاصل کیا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بے وقوفو۔۔اس طرح اپنے آپ اور اپنی اولاد کو ہلاک کر دینا بھی کوئی عبادت ہے۔ جان دینی ہے تو سچائی کی حمایت میں کمزوروں کی مدد کے لئے دو' یہ عبادت ہے۔اپنے ہاتھ سے خودکشی کرنا یہ عبادت نہیں ہے۔

اسی طرح عام خیال تھا کہ اپنے نفس کو تکلیف دینا یہ بھی عبادت ہے چنانچہ یونانی فلسفیوں میں اشراقیت' عیسائیوں میں رہبانیت' ہندوؤں میں جوگیت اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔ یہ لوگ گوشت نہ کھاتے' ننگے رہتے' ایک سال تک کسی مقام پر کھڑے رہتے' اہل وعیال دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ کر تجرد' رہبانیت اختیار کرتے اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے لیکن حضور رحمۃ للعالمین تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: **لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا ماجعل علیکم فی الدین من حرج** خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا' اللہ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں کی ہے۔

خدا رب العالمین ہے۔ ماں باپ سے زیادہ بندوں سے محبت فرماتا ہے۔ وہ تمہاری ان مشقتوں سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی بات کا حکم فرماتا ہے جو تمہاری وسعت قدرت اور اختیار میں نہ ہو۔دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لینا اور ویرانوں میں جا کر تلاش حق کرنا عبادت نہیں ہے۔ **لارھبانیہ فی الاسلام** اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

عبادت یہ ہے جس میں خالق ومخلوق دونوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے' عزیزوں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو' بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو' یتیموں غریبوں بیکسوں کی امداد کرو' حلال کی روزی کماؤ' دنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل کرو' عمدہ اور صاف کپڑے پہنو' اچھے اور پاک کھانے کھاؤ اور خدا کے حضور پانچ وقت حاضر ہو جاؤ اور اللہ کے حقوق

بھی ادا کرو یہ ہی عبادت ہے اور یہ ہی انسان کا کمال ہے۔ اسلام نے جو عبادت کا مفہوم پیش کیا ہے وہ دراصل ایک فطری چیز ہے جس کو سلیم طبیعت فوراً قبول کر لیتی ہے۔

بہرحال عبادت کے لغوی معنیٰ عاجزی کے ہیں اور اصطلاح میں عبادت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی کو خدا سمجھ کر اس کے حضور عبودیت کا نذرانہ پیش کرنا اور اس کے احکام بجالانا یہ سمجھ کر کہ یہ حکم خدا کا ہے۔ انسان کیسا بھی اچھا کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کی خوشی اور اس کی اطاعت نہ ہو تو وہ ہرگز عبادت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کی تعلیم ہے۔ ﴿ان **صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین**﴾ میری نماز' میرا حج' میری موت اور زندگی سب خدا کے لئے ہے۔

اس سے معلوم ہوا مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری اور اس کو خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
انما الاعمال بالنیات اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیت اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا ہر وہ کام جس سے مقصود خوشنودی خدا ہے عبادت ہے اور اگر اس کام سے مقصود شہرت اور ریاکاری ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی کیونکہ جو عبادت خلوص نیت سے خالی ہو' اس میں تقویٰ کہاں ہوگا اور عبادت کی غرض و غایت تقویٰ بھی ہے۔

تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے دل میں نیک کام کرنے کی امنگ اور برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ کام خاص رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿**لعلکم تتقون**﴾ یہ عبادت اس لئے ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اسی حدیث '**انما الاعمال بالنیات**' سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز' روزہ' زکوۃ اور حج ہی عبادت نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا کی رضا ہو وہ عبادت ہے مثلاً کسی شکستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تشفی کی بات کرنا اور کسی گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿**قول معروف ومغفرة خیر ۔۔۔۔**﴾ اچھی بات کہنا اور معاف کرنا

اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ستانا ہو۔ اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی **کل معروف صدقة تبسمك فی وجه اخیك صدقة واماطة الاذیٰ عن الطریق صدقة الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله** ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔ کسی بھائی کو دیکھ کر اس کو خوش کرنے کے لئے مسکرانا' راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی خیرات ہے' بیوہ غریب کی مدد کرنا' خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے (بخاری)

اسی طرح لوگوں کے درمیان' بغض وفساد کے اسباب کو دور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمھیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی' فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ' حضور ﷺ نے فرمایا: **اصلاح ذات البین** آپس کے تعلقات کا درست رکھنا۔

ان مثالوں سے واضح ہوا اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے۔ اس کا سونا جاگنا کمانا تجارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادت ہیں جب کہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

عبادت کے متعلق مودودی صاحب کا نظریہ : مودودی صاحب کے نزدیک بُت پرستوں کا چلنا پھرنا سونا جاگنا اُٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا بھی خدا کی عبادت ہے اور ان کی بت پرستی بھی اسی کی عبادت ہے۔ موصوف نے' عبادت کا تصور' عنوان قائم کر کے اپنی تفہیمات کے صفحہ ۴۳ پر عبادت کی جو تشریح فرمائی ہے وہ یہ ہے:

'انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر' خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو' خدائی کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی' جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لامحالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمد واختیاج طوعاً وکرہاً خدا ہی کی عبادت کر رہا ہے۔ اسی کے سامنے سربجود ہے اور اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے۔ اس کا چلنا پھرنا سونا جاگنا کھانا پینا اُٹھنا بیٹھنا سب اسی کی عبادت ہے'

کیا مودودی صاحب یا دلدادگانِ مودودیت سے کوئی صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ مودودی صاحب سے پہلے بھی کسی نے اسلامی عبادت کی یہ تشریح کی ہے۔ کسی نے بت پرستوں کے سونے جاگنے چلنے پھرنے اوران کے دیگر حرکات وسکنات کو خدائی عبادت بتایا ہے؟ اگر کسی اور نے عبادت اسلامیہ کی یہ تشریح نہیں بیان کی تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی عبادات کی یہ من گھڑت تشریح ہے جس کے ذریعہ اغیار کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ اور عقیدتاً یا مسلمان اللہ یا برہمن رام رام کے علمبردار ہیں۔

عبادت و تعظیم میں فرق :

عبادت کے معنی معلوم ہونے کے بعد عبادت و تعظیم کا فرق معلوم ہوگیا۔ عبادت میں تعظیم بھی ہوتی ہے اور جس کی تعظیم کی جائے اس کی الوہیت اس کے واجب الوجود اور مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد بھی ہوتا ہے۔ اور تعظیم میں یہ اعتقاد نہیں ہوتا' یعنی ہر عبادت تعظیم ہے مگر ہر تعظیم عبادت نہیں ہے لہٰذا غیر اللہ کی عبادت شرک ہے تعظیم شرک نہیں بلکہ جائز بلکہ بعض کی تعظیم فرض عین ہے مثلاً قرآن پاک کی' انبیاء کرام علیہم السلام و ملائکہ کی تعظیم وتوقیر۔۔ اور بعض کی تعظیم واجب ہے مثلاً والدین کی' بعض لوگ تعظیم وعبادت میں فرق نہیں کرتے یا اُن کے مفہوم سے جاہل ہیں۔ جہاں وہ غیر اللہ کی تعظیم ہوتی دیکھتے ہیں جھٹ شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں' حالانکہ یہ بات بدیہی ہے کہ تعظیم کی وہی صورت شرک قرار دی جائے گی جس میں معظم کی الوہیت کا اعتقاد ہو۔ اس کے علاوہ تعظیم کی جتنی بھی صورتیں اور شکلیں ہیں اُن میں سے بعض ناجائز وحرام تو ہوسکتی ہیں مگر شرک وکفر ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتیں' مثلاً قبر کو سجدہ کرنا' اور مقبور کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کا عقیدہ رکھ کر اس کے لئے صفات مستقلہ کو مان کر سجدہ کرنا شرک ہے لیکن اگر یہ اعتقاد نہ ہو اور پھر غیر اللہ کی تعظیم کی جائے۔ اس میں یہ تو ہوسکتا ہے کہ اس تعظیم کی کچھ صورتیں ناجائز وحرام ہوں مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ مذکورہ بالا اعتقاد کے ساتھ جو تعظیم کی جائے وہ شرک قرار پائے۔ سجدہ ہی کو لے لیجئے' مطلقاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر شرک مان لیا جائے تو پھر (معاذ اللہ) تمام

ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام بھی مشرک قرار پائیں گے کیونکہ قرآن پاک نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا بلکہ یہ کہنا پڑے گا کہ خود اللہ تعالی نے شرک کا حکم دیا (معاذ اللہ)۔

ظاہر ہے کہ ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور برادران یوسف علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا اوران کو واجب الوجود جان کر سجدہ کرنا نہ تھا بلکہ اللہ تعالی کا بندہ اوراس کی مخلوق سمجھ کر محض تعظیم کے لئے سجدہ تھا۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو تعظیم مُعظّم کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کے عقیدہ کے ساتھ نہ کی جائے وہ شرک ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔

ہم اہل سنت و جماعت انبیاء کرام و بزرگان عظام کی تعظیم ضرور کرتے ہیں اُن سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں مگر انھیں اللہ نہیں مانتے اور نہ استقلال ذاتی اُن کے لئے ثابت کرتے ہیں اور نہ انھیں مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ واجب الوجود۔ لہذا ہم پر محض تعظیم کے جرم میں بدعقیدہ عناصر کا شرک کا فتوی دینا کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ ہم تعظیم کی ان صورتوں کو بھی نہیں اپناتے جو ناجائز وحرام ہیں اور جن کے ناجائز ہونے پر دلائل شرعیہ مل جاتے ہیں جیسے سجدہ تعظیمی' ہم اس کو حرام وناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے غیراللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

عبادت اور استعانت : ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

عبادت کے معنی **اقصى غاية الخضوع والتذلل** یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری ۔۔۔ مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں' بلکہ حالت نماز میں تمام حرکات وسکنات عبادت ہیں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا' رکوع اور رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا' سجدہ اوراس کے بعد حالت التحیات میں دوزانو

بیٹھنا' سلام کے لئے دائیں بائیں مُنہ پھیرنا۔۔ یہ سب عبادت ہیں۔ اگر عبادت صرف تذلل وانکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے' تو کیا یہ باقی چیزیں عبادت نہیں؟ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقا عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے اُستاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھتا ہے یا ان کے آنے پر کھڑا ہوجاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اُس نے اُستاد' یا باپ کی عبادت کی اور اُن کو اپنا معبود بنالیا ۔۔ حاشاوکلا۔۔ پھر وہ کون سی چیز ہے جو ان حرکات وسکنات کو اگر یہ نماز میں ہوں تو عبادت بنادیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں مُنہ پھیرنے کو تذلل وانکسار کے آخری مرتبہ پر پہونچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی اُمور نماز سے خارج ہوں تو نہ ان میں غایۃ خضوع ہے اور نہ یہ عبادت متصور ہوتے ہیں۔

عبادت کا تعلق عقیدہ ونیت سے ہوتا ہے یعنی جس ذات کے سامنے آپ یہ افعال کررہے ہیں اس کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر آپ اس کو اللہ اور معبود یقین کرتے ہیں تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایۃ تذلل وخضوع پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس کو عبد اور بندہ سمجھتے ہیں' نہ خدا' نہ خدا کا بیٹا' نہ اس کی بیوی' نہ اس کا اوتار' تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلائیں گے۔ ہاں آپ ان کو احترام' اجلال' اور تعظیم کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالٰی کی ذات پاک کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں جس کی عبادت شرعا یا عقلا درست ہو۔ سب سے بالاتر اور قوی تر وہ' سب کا خالق اور رب (اپنی تربیت سے مرتبہ کمال تک پہونچانے والا) وہ' لطف وکرم کا پیہم پانی برسانے والا وہ' ہزار خطائیں کریں لاکھوں جرم کرے' اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا وہ' اور قیامت کے دن ہر نیک وبد کی قسمت کا فیصلہ فرمانے والا وہ۔۔ تو اُسے چھوڑ کر انسان کسی غیر کی عبادت کرے تو آخر کیوں؟ بلکہ اس کے بغیر اور ہے ہی کون جو معبود اور اللہ ہو اور اس کی عبادت کی جائے؟ اسی لئے قرآن نے ہمیں یہی تعلیم دی اور یہ سبق سکھایا کہ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ﴾ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کرتے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

عبادت کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی کو خالق یا خالق کا حصہ دار مان کر اس کی اطاعت کرنا۔ جب تک کہ یہ نیت نہ ہو تب تک اُسے عبادت نہیں کہا جائے گا۔ آپ بُت پرست' بُت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور مُسلمان کعبہ کے سامنے۔۔ وہاں بھی پتھر ہی ہیں۔۔ لیکن وہ مشرک ہے اور ہم مُوحّد (اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننے والے)۔۔۔ ہندو اپنے دیوتاؤں' رام چندر وغیرہ کو مانتا ہے' مسلمان نبیوں ولیوں کو۔۔ پھر کیا وجہ کہ وہ مشرک ہوگیا اور یہ اللہ کو ماننے والا رہا۔ فرق یہی ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں حصہ دار مانتا ہے اور ہم اُن کو اللہ کا خاص بندہ مانتے ہیں۔ بہرحال' عبادت میں یہ قید ہے کہ جس کی اطاعت کرے اُس کو اپنا خالق مانے۔۔ عبادت بہت قسم کی ہے۔ نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج بلکہ یوں سمجھو کہ جو جائز کام بھی رب کو راضی کرنے کی نیت سے کیا جائے وہ عبادت ہے یہاں تک کہ آدمی رب کو راضی کرنے کے لئے اپنے بچوں کو پالے یہ بھی عبادت ہے اور اس میں ثواب ملتا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

ایک بزرگ' ابن سعود نجدی کے زمانہ میں مدینہ پاک حاضر ہوئے۔ روضہ مطہرہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے کہ نجدی پولیس نے کہا کہ کیا تو نماز پڑھ رہا ہے؟ تو مشرک ہوگیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کیوں سپاہی؟ وہ کہنے لگا کہ کسی کے سامنے نماز کی طرح کھڑا ہونا یعنی ہاتھ باندھ کر یہ اُس کی عبادت ہے۔ بزرگ فرمانے لگے کہ کیسے کھڑا ہوں؟ وہ بولا کہ ہاتھ چھوڑ کر۔۔ انھوں نے کہا کہ اس طرح کھڑا ہونا بھی مالکی نماز کا قیام ہے۔ پھر بھی نماز سے مشابہت تو ہے۔ اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھوں تو حنفی نماز ہے اور ناف کے اُوپر باندھوں تو شافعی نماز' ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوں تو مالکی نماز ہے۔ اب بتاؤ کیا کروں؟ وہ خاموش ہوگیا۔ بزرگ فرمانے لگے کہ کسی کام کا عبادت بننا یا نہ بننا نیت پر موقوف ہے۔

غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی حرام ہے:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کی آیات'

چالیس مستند احادیث اور ایک سو دس فقہی نصوص اور بزرگان دین کے اقوال سے سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے پر'**الزبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیة** 'تحریر فرمائی ہے جس میں ارشاد فرماتے ہیں :

'مسلمان! اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان! کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے نہیں' اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین وکفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین ۔۔اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین' تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے ۔۔ **والعیاذ بالله** ۔۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی' اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس ﷺ کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے تو پھر اوروں کا کیا ذکر؟ (الزبدة الزکیه)

عالم' مُرشد' ولی' یا قبر کو عبادت کی نیت سے سجدہ کرنا یقیناً شرک ہے اور عزت' احترام اور تعظیم کی نیت سے سجدہ کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا' مسلمانوں کو کبیرہ گناہ کی وجہ سے کافر یا مشرک قرار دینا گمراہی اور بے دینی ہے۔ سجدۂ تعظیمی سابقہ شریعت میں جائز تھا لیکن شریعت محمدی ﷺ میں حرام قرار دیا گیا۔ شرک ہر نبی کی شریعت میں شرک ہوتا ہے۔ شرک کسی نبی کی شریعت میں جائز اور کسی نبی کی شریعت میں حرام نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں:

'ابطال شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر حضرت یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی دلیل کافی ۔۔۔ محال ہے کہ اللہ عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اُسے منسوخ بھی فرمائے۔ اور محال ہے کہ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریکِ خدا بنائے یا اُسے روا ٹھہرائے' (الزبدۃ الزکیہ)

سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہوسکتا۔ نہ کسی نبی کی شریعت میں کبھی جائز ہوا۔ سجدۂ تحیت (سجدۂ تعظیمی) پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ کیا گیا جیسے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا فضل وشرف ظاہر کرنے کے لئے سجدۂ تحیت (سجدۂ تعظیمی) کا حکم دیا گیا تھا۔

حضرت بحرالعلوم محمد عبدالقدیر حسرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'سجدہ غیر اللہ کو اسلام میں حرام کر دیا گیا۔ ہرگز اب کسی کو سجدہ نہیں ہوسکتا۔ نہ سجدۂ عبادت' نہ سجدۂ تعظیمی ۔۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں سجدہ کی اجازت دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں'

ظاہر ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ نہیں لیا' اس کی ممانعت کر دی تو دوسرا کیوں کر سجدہ لے سکتا ہے۔ اب غیر اللہ کو سجدہ ہرگز دُرست نہیں۔ ممنوع ہے حرام ہے اور اس کا مرتکب' عاصی ہے۔(درس القرآن)

وندے ماترم اور سرسوتی وندنا مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کے خلاف ہے:

مسلمان صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے اللہ کے سوا کسی بھی چیز کی پوجا اسلام میں جائز نہیں۔ وندے ماترم اور سرسوتی وندنا میں زمین اور دیوی کی پوجا ہے جو اسلام کے عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہے۔اس لئے یہ دونوں چیزیں کسی بھی صورت میں مسلمانانِ ہند کے لئے قابل قبول نہیں۔ کسی ایک فرقہ کے طریقہ عبادت کو دوسرے فرقہ پر مسلط کرنا ہندوستان کے جمہوری دستور وآئین کے قطعاً خلاف ہے اور ایسا کوئی بھی اقدام ہندوستان میں اختلاف وانتشار اور بدامنی پھیلانے کی بھیانک غلطی ثابت ہوگا۔ فرقہ پرست طاقتیں اس وقت وندے ماترم وسرسوتی وندنا کو لازم قرار دینے کی جارحانہ وانتہا پسندانہ ذہنیت کا لگا تار مظاہرہ ہی نہیں کر رہی ہیں بلکہ اس کے عملی نفاذ کے احکام بھی صادر کر رہی ہیں۔ فرقہ پرست عناصر نے وندے ماترم کا سہارا لے کر مسلم دشمنی کا ایک نیا محاذ کھولا ہے۔ اب تک عبادت گاہ کو نشانہ بنایا گیا تھا اور اب عبادت ہی پر حملے کا آغاز کر دیا گیا۔

عقیدۂ توحید کو مجروح کرنے کے لئے شرک کی ایک نئی سرنگ کا استعمال شروع کیا جا رہا ہے۔ ہندوستانی مسلمان اپنے عقیدہ و مذہب کے معاملہ میں کسی بھی زور زبردستی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی طاقت وقوت سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ پوری قوت وطاقت کے ساتھ اس جبری حکم کے خلاف آواز بلند کریں اور فرقہ پرستوں پر یہ واضح کردیں کہ وندے ماترم وسرسوتی وندنا مسلم عقیدہ کے خلاف ہے۔

حقیقت مقام عبدیت

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں بغایت درجہ عاجزی فروتنی بے مائیگی اور کمال تذلل کا نام بندگی ہے اور مقام عبدیت اس احساس سے بدرجہ اتم سرشار ہونا ہے بندہ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرط عجز و نیاز سے جھکتا چلا جاتا ہے تو اس کا جوہر زندگی کھلنے لگتا ہے اور وہ مقام عبدیت میں پختہ سے پختہ تر ہوتا جاتا ہے جب بندہ خود کو عاجز بےبس قصوروار وخطاکار سمجھ کر انفعال وندامت کی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوتے ہی اس کے قلب و باطن میں عبدیت کا نور بھر دیا جاتا ہے اور انوار الٰہیہ اس کی باطنی کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس کی جبین بندگی جس قدر فرط و عجز وانکساری سے خالق کائنات کے حضور خم ہوتی ہے اس کا مقام عبدیت نئی بلندیوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہونے لگتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **وما تواضع احد لله رفعه الله** (مسلم شریف)
جو کوئی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے رفعت وبلندی عطا کرتا ہے۔

کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ ہم خدا کی زمین پر اکڑ اکڑ کر چلتے ہیں اور مخلوق خداوندی کو حقیر وادنیٰ سمجھتے ہیں؟ کیا اس غرور ونخوت پر مبنی طرز عمل اپنا کر ہم اس حقیقت سے ناآشنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم کتنے گر چکے ہیں اور دنیا میں ہر جگہ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں

بارگاہ خداوندی میں حقیقی عزت اس کی بارگاہ بے ہمتا کے آگے جھکنے اور بندگان خدا سے تواضع خاکساری اور عجز وانکسار کا انداز اختیار کئے رکھنے میں مضمر ہے۔ جو درخت جتنا ثمر دار ہوتا ہے وہ اتنا ہی جھکا ہوا ہوتا ہے۔ (دیکھیں ہماری کتاب 'اللہ تعالیٰ کی کبریائی')

حضور نبی کریم ﷺ کا مقام عبدیت :

مقام عبدیت تمام مقامات میں اعلیٰ و بالا ہے اور بلاشبہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس صفت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں کامل ترین اور سب پر فائق ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جن کمالات و امتیازات سے نوازا ان میں سب سے بڑا امتیاز وکمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے حضور ﷺ اسلئے افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں۔ حضور ﷺ کا مثل ازل سے ابد تک کائنات کی سب مخلوق میں کوئی نہیں ہے آپ ﷺ ایسے مہتم بالشان اور کمال کی انتہاؤں کو چھونے والے مقام عبدیت کے حامل ہیں جو انتہائی نیاز مندی، فروتنی اور احساس بندگی سے عبارت ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی امتی ایسے خیالات کو حضور ﷺ کے بارے میں اپنے گوشہ دل میں جگہ دے جو آپ ﷺ اپنے اظہار عبدیت کے طور پر زبان مبارک پر لاتے تھے تو وہ اپنے ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا مقام بندگی اس انتہا درجے کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ ﷺ عبادت میں ساری رات گریہ کی وہ کیفیت طاری ہوتی کہ آپ ﷺ کا رواں رواں کانپنے لگتا۔ ایک دفعہ اسی کیفیت کا غلبہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے توسط سے اپنے محبوب کے پاس یہ پیغام بھیجا۔

﴿طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾ (طٰہٰ/۲) (اے محبوب مکرم) ہم نے تم پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جائیں۔

یہ تو محبّ کا اپنے محبوب سے اظہار محبت کا معاملہ تھا۔ مگر حضور ﷺ کا شغف عبادت اس کمال درجے کا تھا کہ بارگاہ صمدیت میں دعا مانگتے کہ مولیٰ مجھے اپنی یاد میں رونے والی آنکھیں اور محبت میں مگن رہنے والا دل عطا فرما۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے

کثرت گریہ کو دیکھ کر عرض پرداز ہوتے کہ: آقا آپ ﷺ تو محبوب خدا ہیں اور آپ ﷺ کی ذات تو وہ ہے جس کے دامن میں گناہ گار امتیوں کو بھی مژدہ مغفرت عطا ہوتا ہے پھر آپ ﷺ کے اضطراب اور کثرت گریہ کا سبب کیا ہے؟
حضور سید المعصومین ﷺ احساس عبدیت سے سرشار ہو کر فرماتے **'افلا اکون عبداً شکوراً'** کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں (صحیح البخاری)

حضور نبی کریم ﷺ بندگی کے بلند ترین مقام پر نظر آتے ہیں عبادت گزاری خشوع وخضوع عاجزی اور تضرع وزاری میں جو درجہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کو حاصل ہے عالم زیریں و بالا میں موجود کوئی عام مخلوق اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ گویا آپ ﷺ کی عبدیت پر خود عبدیت کو ناز ہے عبدیت کے اس اعلی وارفع مقام پر فائز ہو کر حضور ﷺ کثرت عبادات اور مجاہدے میں اس قدر منہمک اور مشغول رہتے تھے کہ کوئی مخلوق اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ طویل قیام اللیل کے دوران قدوم مبارکہ کا متوارم ہو جانا' تبلیغ ودعوت دین اور جہاد کے میدان میں دشمنوں کے ہاتھوں جسم اقدس کا لہولہان ہو جانا' فاقہ کشی کرنا پے در پے صعوبتیں اور تکلیفیں اٹھانا' غاروں میں جا کر رونا اور کثرت گریہ وزاری سے ریش مبارک کا آنسوؤں سے تر ہو جانا' حضور ﷺ کے کمال عبدیت کی آئینہ دار ہیں اور یہ آپ ﷺ کی شان عبدیت کی دلیل ہے۔

حضور ﷺ کی شان عبدیت اس درجہ کی ہے کہ ساری ساری رات بارگاہ صمدیت میں کھڑے ہو کر مصروف عبادت رہنے کے باوجود عرض پرداز ہوتے ہیں کہ: **ماعبدتك حق عبادتك** (اے اللہ تعالیٰ) میں تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا!

اس مقام عبدیت پر فائز ہو کر جہاں آپ ﷺ کے نعلین پاک سے عرفا وصلحا کو معرفت عطا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت جو حضور ﷺ کو حاصل ہے وہ صرف آپ ﷺ کا ہی خاصہ ہے اس کے باوجود بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں :
ما عرفنك حق معرفتك (اے اللہ تعالیٰ) میں تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکا !

جب حضور ﷺ عبدیت کے تقاضوں کو کما حقہ بجالانے کے لئے بارگاہ خداوندی میں

مصروف عبادت ہوتے ہیں تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ رات کی ساعتیں پھیل کر دامن قیامت تک دراز ہو جائیں لیکن باری تعالیٰ کی ذات چاہتی ہے کہ اس کا محبوب رات کا کچھ حصہ آرام بھی کرے۔

یہ نکتہ محبت ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ روح اسلام اور معرفت دین سے بے بہرہ نام نہاد بدعقیدہ بدباطن مبلغین اکثر و بیشتر اس نکتہ محبت کو فراموش کر بیٹھتے ہیں اور وہ دین اسلام کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں جو خشک اور جذبہ محبت سے عاری ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حاصل اور توحید کا سب سے اونچا مرتبہ یہ ہے جہاں انسان کھڑا ہو کر یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سجدہ ریزیوں کا مقصد اور میری ہر طرح کی نیازمندیوں اور عبادتوں کا مدعا صرف اللہ تعالیٰ ہے میری زندگی اور میری موت صرف اسی کی رضا جوئی کے لئے ہے میں اس کے ہر حکم کے سامنے سرافگندہ ہوں اور اس کے ہر فیصلہ پر راضی اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں۔ارشاد ربانی ہے: ﴿**قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَاشَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ**﴾ (الانعام/۱۶۲) آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا' نہیں کوئی شریک اس کا' اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضور ﷺ عبد کامل ہیں جہاں عبودیت کی انتہا ہو جاتی ہے عبودیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے۔ کوئی کلمہ گو حضور ﷺ کو معبود و الہ نہیں سمجھتا اور نہ حضور ﷺ کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ اعلان کرتا ہے کہ **اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ** میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تمام بنی آدم کے مقابلے میں عبد کامل کے مقام و مرتبہ پر فائز ہے اسی لئے کلمہ شہادت میں حضور ﷺ کی رسالت کے اقرار و اعلان سے پہلے مقام عبدیت کے تقدم کو جزو ایمان ٹھہرایا گیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان سے پہلے آپ کی عبدیت کی شہادت ان

کلمات کو اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے دے۔ اشھدان محمد عبدہ ورسولہ
میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتا تا ہے انہیں — ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اگر خموش رہو میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له . له الملك وله الحمد وهو على كل شيىء قدير . واشهد هوالله احد . الله الصمد . لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد . واشهد ان سيدنا ومولنا وحبيبنا وحبيب ربنا محمدا رسول الله. اللهم صل من الصلوات اطيبها وسلم من التسليمات ازكها وبارك من البركات اسنها علىٰ حبيبى وشفيعى وقرة عينى وسرور قلبى عبدك ونبيك محمد وعلىٰ اله الطيبين الطاهرين وعلىٰ ازواجه الطاهرات امهات المومنين وعلىٰ سائرالصحابة والتابعين وعلىٰ اولياء امته الكاملين وعلىٰ علماء شريعته الربانيين وعلينا معهم اجمعين . فاطرالسمٰوات والارض انت ولى فى الدنيا والاٰخرة توفنى مسلمًا والحقنى بالصالحين ..
اٰمين بجاه طٰهٰ ويٰسين ﷺ .

العبـــــد
محمد یحییٰ انصاری اشرفی
شیخ الاسلام اکیڈمی (مکتبہ انوار المصطفیٰ)
23-2-75/6 مغل پورہ حیدرآباد

جمعہ ۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۶ ہجری ۲/ستمبر ۲۰۰۵ء